
سلسلۂ دائرہ ادبیہ نمبر ۱۲

کاتیب امیر مینائی

کا

را ایڈیشن مع اضافہ و تہذیب و ترتیب جدید

مرتبہ

ن اللہ خان صاحب ثاقب مدیر رسالہ قند پارسی

و پروفیسر وکٹوریہ کالج گوالیار

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع ثانی

الحمد للہ کہ "خطوط منشی امیر احمد" نے پبلک مین قبولیت کا درجہ حاصل کیا اور اب اُس کا دوسرا اڈیشن اضافے اور ترمیم کے ساتھ مولوی محبوب علی صاحب ناظم دائرۂ ادبیہ لکھنؤ کی سعی و اہتمام سے شایع ہوتا ہے۔

اس اڈیشن مین کچھ خطوط مرقع ادب سے اور بہت سے اصلاح کے نمونے مشاطۂ سخن سے لیکر اضافہ کیے گئے ہین۔ مرقع ادب اور مشاطۂ سخن جناب صفدر مرزاپوری کی تالیفات سے ہین۔

فہرست کتاب ابتدا مین لگائی گئی ہے اور خفیف رد و بدل بھی ترتیب مین کیا گیا ہے اور یہ ناظم صاحب دائرہ ادبیہ کی خوش سلیقگی کی دلیل ہے جس کا شکریہ ادا کرنا جامع مکتوبات امیر کا فرض ہے۔

یقین ہے کہ اہل شوق اب اس شاہد رعنا کو نئے لباس مین جلوہ گر دیکھ کر اپنے کتاب خانون مین جگہ دینگے۔

وکٹوریہ کالج	نمقہ العبد المذنب
گوالیار	ثاقب
ستمبر ۱۹۲۲ء	احسن اللہ الیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع اوّل

نحمدہٗ تعالیٰ ونصلی ونسلم علیٰ خیر الوریٰ

سنہ ۱۹۰۲ مسیحی سے میں بذریعۂ اعلانات قند پارسی، زبدۃ الرسائل (یہ دونوں ماہواری رسالے تھے جنکو میں اڈٹ کرتا تھا) وار دوئے معلّٰی علیٰ سبیل التواتر والتوالی اس امر کے درپے رہا ہوں کہ استاذی جناب منشی مفتی امیر احمد صاحب مرحوم کا مجموعۂ شعر کسی طرح مرتب ہو جائے،

جو بے پروائی استاد کے صاحبزادوں اور علی الخصوص منشی محمد احمد صاحب خلف اکبر جناب مرحوم (جن سے تعارف کے سوا ایک طرح کی خصوصیت بھی ہے) اور مرحوم کے تلامذہ حضرت بلبلؔ وغیرہما سے اس بارے میں ظہور میں آئی اسکا بیان دل خون کن ہے۔ ان احباب نے کوئی تحریر استاد کی مرحمت نہیں کی بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ بعض نے تو میرے خطوط کا جواب تک نہیں دیا۔

اس بے پروائی کیساتھ جب جناب مرحوم کا خلق اور محبت یاد آتی ہے تو زمانہ آنکھوں میں تیرہ و تار ہو جاتا ہے، ایسا کوئی عریضہ میں نے استاد کی خدمت میں نہیں بھیجا کہ جس کا جواب نہ دیا ہو اور کوئی ایسا مسئلہ فن شعر کے متعلق دریافت نہیں کیا کہ جس کی جانب توجہ نہ فرمائی ہو ۔

شکوت وما شکوی لمثلی عادۃ ولکن تفیض الکاس عند امتلائہا

پس جو خطوط حضرت مغفور کے بہم ہو سکے انھیں کو غنیمت سمجھ کر یہ مجموعہ مرتب کرتا ہوں۔ ارباب فن ملاحظہ فرمائیں گے کہ استاد کو مبداء فیاض سے کیا متانت اور سلاست بیان عطا ہوئی ہے۔

مجھے اس امر کا ظاہر کرنا ضرور ہے کہ اس مجموعے کی ترتیب نتیجہ ہی مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب حسرت شروانی ابقاء اللہ تعالیٰ وسلم کے مسلسل تقاضوں کا، ورنہ مجھ سے کہ جو فن شعر سے مجبوب کو وداع کر چکا ہو کسی تالیف و تصنیف کی امید رکھنا عبث تھا۔ مزید براں پہلے اپنی حالت اور تھی اب کیفیت اور ہی۔ آلام گوناگوں، کاہشیں روز افزوں، جب یہ صورت ہو، تو تالیف کی کیا ہمت ہو۔ پھر یہ آفت کہ جو کیفیت ایک مدت سے طاری ہو تجربے نے اسکے تغیر کو غلط ثابت کیا آس یاس ہو گئی۔ کما قلت ؎

ویران دل کسی سے بسایا نجائے گا　　　اس گھر میں اب چراغ جلایا نجائیگا

وقد قال الحسین بن مطیر

لقد[1] کنت جلدا قبل ان توقد النوی　　　علی کبدی جمرا[2] نبلیتا خمودھا

وقد[3] کنت ارجوان تموت صبابتی　　　اذا قدمت ایامہا وعہودھا

[1] الجلد، الشدید القوی، والجمر، جمع جمرۃ وہی النار الموقدۃ، والضمیر فی خمودھا
ترجمہ۔ تحقیق میں ایک مضبوط شخص تھا اس سے پہلے کہ میرے جگر پر فراق، ایک بھڑکتی آگ جو بہت دیر میں بجھتی ہے، روشن کرلے،

[3] ترجمہ اور مجکو امید تھی کہ میرا عشق مرجائیگا دجاتا رہیگا، جبکہ اسکے دن اور زمانہ بعید ہوجائیگا
یعنی مرنے یا زائل ہوجانے کے دن اور زمانہ یا جب کہ اسکے دن اور زمانہ پرانا ہوجائیگا،

فقد[1] جعلت فی حبۃ القلب والحشا عہاد الہوی تولی بشوق یعیدہا

جناب سید زاہد حسین صاحب زاہد نے خط ارسال کیے اور یہ غائبانہ محبت بھی صرف فرمائی کہ مرحوم کے کچھ حالات لکھکر مرحمت فرمائے۔

جناب سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی۔ بی اے، اڈیٹر اردوئے معلیٰ نے اپنے بیش قیمت رسالے میں وقتاً بعد وقت جناب مرحوم کے خطوط مجھسے لیکر شایع کیے جس سے استاد کے تلامذہ اور احباب میں فی الجملہ تشویق پیدا ہوئی اور کسی قدر سرمایہ بہم پہونچا۔

میں اِن صاحبوں کا دل سے شکر گزار ہوں،

جناب برہم، حضرت کوثر خیرآبادی، جناب قاضی محمد خلیل صاحب حیراں، حضرت طاہر فرخ آبادی، مجی مولوی نورالحسن صاحب بی اے ال ال بی. خلف اکبر جناب قبلہ استاذی واستاد العصر حسان الہند مولوی محمد محسن صاحب کاکوردی طاب اللہ ثراہ، مولوی اعجاز حسن خانصاحب اور حضرت شہیر کا بھی جنھوں نے ابلاغ مکاتیب میں مضائقہ نہیں فرمایا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

واضح ہو کہ اس مجموعے کی ترکیب اگست سنہ ۱۹ء میں کی گئی تھی، مگر

---

[1] حبۃ القلب، ہی العلقۃ السوداء فی جوفہ۔ العہاد، جمع عہدۃ وہی مطر اول السنۃ تولی، مدد کیا جاتا ہی
ترجمہ۔ سیاس عشق نے میرے سویدائے قلب اور اعضائے باطنی میں باران محبت برسایا جو سبب شوق عظیم کے کہ جو اس کو لوٹاتا ہے۔ مدد کیا جاتا ہی، یا مکرر برسایا جاتا ہی"

خطوط اور سوانح استاد کے انتظار میں اب نومبر ۱۹۱۰ء میں بہت کچھ ترمیم اور اضافے کے بعد شایع ہوتا ہے۔

اس کتاب کا تاریخی نام "خطوط منشی امیر احمد" ہے۔

میرا قصد تھا کہ صرف وہ خطوط کتابی حیثیت میں شایع کیے جائیں کہ جنمیں کہ ادب کی رنگینی ہو یا فن شعر کے متعلق کوئی نکتہ بحث یا کوئی بات ہو مگر شمس العلما مخدومی حضرت مولانا شبلی نعمانی دامت افاضتھم نے فرمایا کہ نہیں، تمام تحریریں جو مل سکیں بلا ترک و حذف درج کی جائیں کیونکہ مصنف کے فقرے فقرے اور لفظ لفظ سے اس کے حالات، خیالات، ذکاوت اور طبیعت کا پتہ لگتا ہے۔ پھر ایسے خط جن میں انشا کی رنگینی یا بحث فن ہو بہت کم ملسکے۔ پس جو مکاتیب استاذ مرحوم کے مجھ کو بہم پہونچے ہیں وہ سب شایع کیے جاتے ہیں۔

مخفی نرہے کہ بعض اصحاب نے مجھے اس امر پر مجبور کیا کہ مکتوبات کی ابتدا استاد مرحوم کے سوانح اور اُن کے کلام کے ریویو سے کیجائے۔ اس میں مشکل یہ واقع ہوئی کہ جو خط میں نے استاد کے فرزند اکبر منشی محمد احمد صاحب کو بطلب حالات مرحوم لکھا اس کی جانب انھوں نے کوئی توجہ نہ کی۔ خیر، جناب زاہد نے کچھ حالات استاد کے مجھے لکھ بھیجے اور خود میں نے بعض سوانح متفرق رسائل اور تذکروں سے لیکر مختصر اور ضروری تاریخ مرتب کر دی۔

کلام پر ریویو کرنے میں یہ دقت محسوس ہوئی کہ اول تو میری بضاعت

پھر ایسے کامل الفن اور اپنے ہی استادؒ کے نتائج فکر پر نکتہ چینی کرنا بڑی دشواری کا سامنا تھا، مگر چار ناچار کرنا پڑا امید ہے کہ انصاف گزین طبائع انصاف کریں گے۔

والنا

علی گڑھ

نومبر ۱۹۱۰ء

العبد المستہام اقل الانام کثیر المعائب

الراجی رحمۃ اللہ الواہب

محمد احسن اللہ خاں ثاقب احسن اللہ الیہ

(نزیل دہلی)

لہ راقم کی شاعری کی ابتدا جناب قبلہ حضرت محسن کاکوروی رہ کی خدمت مین ہوئی پھر جب میں ۱۸۸۰ء میں ملازم ہوکر رامپور گیا تو حسب سفارش جناب محسن چند اردو غزلیں اور ایک یا دو فارسی نظم جناب منشی صاحب مرحوم کو دکھانے کا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد آگرے میں فارسی نظم اور عربی نثر کی طرف میلان خاطر زیادہ ہوا اور معقول سرمایہ کلام کا جمع ہوگیا۔ جو کسی وقت انشاء اللہ تعالیٰ شایع ہوگا۔

مین پوری میں جب میں استادی حضرت محسن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا تو اسوقت مولانائے ممدوح کے والد ماجد جناب مولوی حسن بخش صاحب مرحوم بھی بقید حیات تھے انسے میں شرح جامی پڑھتا تھا، میری عمر اس وقت بارہ تیرا سال کی تھی۔ حضرت مولوی حسن بخش صاحب نے مولانا حسن علی صاحب محدث لکھنوی سے فقہ حدیث اور تفسیر کی تکمیل کی تھی، اور جناب مولانا حسن علی صاحب محدث شاگرد رشید فخر المحدثین حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رہ کے تھے، راجہ کندن لال اشکی نے جو لکھنو کے عمائد سے تھے کتاب سوانح میں جن اہل علم سے اپنی ملاقات کا تذکرہ فرمایا ہے اس خصوص میں مولوی حسن بخش صاحب مرحوم سے بھی ملاقات کا بمقام مین پوری ذکر کیا ہے تا

استاذ جناب منشی مفتی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی رح

ہے آج جو سرگذشت اپنی — کل اس کی کہانیاں بنیں گی

خاندان چھوٹے صاحبزادے مولوی کرم محمد صاحب مینائی کے تھے۔ وہ حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب قدس سرہ کی اولاد سے تھے اور اسی نسبت سے اپنے آپ کو مینائی لکھتے تھے۔ استاذ ۱۶، شعبان ۱۲۴۳ھ ہجری روز دوشنبہ کو عہد نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ میں بیت السلطنت لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔

فضائل علمی کتب درسیہ متداولہ عربیہ کی تحصیل طالبعلمانہ و مستعدانہ اپنے والد ماجد اور علمائے فرنگی محل اور دیگر علمائے نامی مثل حاجی مفتی محمد سعد اللہ[۱] صاحب مرحوم خلف الرشید مولوی محمد نظام الدین صاحب مغفور مرادآبادی کی خدمت میں کی تھی اور بعض فنون غریبہ مثل جفر و نجوم بھی حاصل فرمائے تھے خاندان چشتیہ صابریہ میں قطب الارشاد حضرت امیر شاہ صاحب قدس سرہٗ صاحب سجادہ سے بیعت تھی اور خرقہ خلافت سے بھی مشرف ہوئے تھے ایک مدت تک عہد نواب یوسف علی خاں بہادر فرمانروائے رامپور میں محکمہ افتا

۱؎ مفتی صاحب نے تحصیل علوم حضرت مفتی صدر الدین خانصاحب دہلوی آزردہ تخلص کی خدمت میں کی تھی۔ راقم ۱۲۸۸ھ میں جب رامپور گیا تھا تو مفتی سعد اللہ صاحب کے شرف ملاقات سے بہرہ یاب ہوا تھا۔ [illegible]

متعلق رہا اور اکثر مدرسہ عالیہ عربی کے ممتحن بھی ہوتے رہے۔ اردو فارسی۔ عربی السنۂ ثلاثہ میں قدرت شعر گوئی حاصل تھی اور فن سخن میں منشی مظفر علیخانصاحب آسیر لکھنوی سے تلمذ تھا۔ حضرت اسیر ارشد تلامذہ شیخ مصحفی سے تھے۔ اور سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی مصاحبت سے سرفراز تھے تدبیر الدولہ مدبر الملک خطاب بھی سلطنت لکھنؤ سے ملا تھا۔

وضع استاذ کی وضع نہایت سادہ اور درویشانہ تھی۔ سر پر لکھنؤ کی چوگوشیہ ٹوپی گھٹنوں سے نیچا کرتا کبھی کبھی اسپر صدری بھی پہن لیتے تھے۔ لکھنؤ کی قدیم وضع کا عرض کا پاجامہ اور کبھی کبھی گلبدن کا پاجامہ بھی عرض کا میں نے پہنے ہوئے دیکھا ہے۔ سیاہ یا اور کسی رنگ کی گرگابی یا سلیم شاہی ہاتھ میں پرانی وضع کے بزرگوں کی جریب، اکثر تسبیح بھی ہاتھ میں ہوتی تھی، دربار جاتے تھے تو عبا یا چغہ پہن لیتے تھے

اخلاق وعادات وہ نہایت نیک طینت، پاک صورت۔ پاکیزہ سیرت، ایک عالم نور تھے۔ جامع مکتوبات کو رامپور میں قریب تین برس کے استاذ مغفور کی حضوری کا شرف حاصل رہا کبھی نہیں سنا کہ کسی شخص کا ذکر سوائے بھلائی کے اُن کی زبان پر آیا ہو۔ مرحوم کی مجلس ادب آموز اور کاشانۂ تہذیب تھی اُن کی تقریر تحریر سے زیادہ دلکش و دلپذیر تھی۔ تلامذہ کے ساتھ شفقت و محبت سے کام لیتے تھے۔

استاذ کی تہذیب کا یہ حال تھا کہ صاحبزادوں حتی کہ خدمتگاروں کو بھی سوائے آپ کے تم سے مخاطب فرماتے تھے۔

حضرت زاہد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ لکھنؤ سے آتے ہوئے حصول شرف ملاقات

کی غرض سے رامپور میں ٹھہرے اور سرائے میں جاکر مقیم ہوئے استاد کو جب یہ خبر ملی تو بیتاب ہوگئے اور خود پیادہ پا اور دو ایک شاگرد پیچھے پیچھے سرائے میں تشریف لائے اور آتے ہی تبسم آمیز لہجہ میں جناب زاہد کو مخاطب کرکے فرمایا "کیوں سید صاحب دیدار ہی نمائی و پرہیز ہی کنی۔" آخر حضرت زاہد کے شوق نے فقیر کو حجو نیر سے سے نکالا، چنانچہ ان کو اپنے کاشانۂ دولت پر لے گئے اور مہمان کیا۔

حافظ عبدالجلیل صاحب مارہروی نے مولف سے بیان کیا کہ ۱۲۹۰ھ میں وہ جب رام پور جاکر حضرت سے ملے تو ایک روز استاد نے فرمایا کہ میں نے آجتک انگریزوں کو بات کرتے نہیں سنا معلوم نہیں وہ کیونکر بات چیت کرتے ہیں اور ان کا لب ولہجہ کیا ہی۔

لطیفہ۔ ایکبار استاد نے ایک اپنا پر درد شعر پڑھ کر حضرت زاہد کو مخاطب کیا اور فرمایا "یہ میر کا رنگ ہی" انھوں نے کہا خدا گواہ ہی میر سے آپ کا ایک نمبر بڑھا ہوا ہی فرمایا کہ "ہا! ایسا نکہو" انھوں نے کہا کہ تخلص ہی گواہ ہی" پھر کیا تامل ہی اس پر مسکرا کر چپ ہو رہے۔ میر سے امیر میں الف کا ایک عدد زیادہ ہی۔

لطیفہ۔ محبی حضرت شوکت بلگرامی حافظ عبدالجلیل صاحب مارہروی کی زبانی ناقل ہیں کہ استاد غدر کی تباہی سے پریشان اور خستہ حال ہوگئے تھے۔ احباب مصر تھے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کی ملازمت اختیار فرمالیں۔ چونکہ اس زمانے میں علماء کیلئے صدر امین اور صدر الصدور ہونا دشوار نہ تھا بلکہ ایسے کاملین کیلئے یہ عہدے مخصوص ہوگئے تھے اس لئے بارسوخ احباب نے جج صاحب کو اس امر پر بآسانی رضامند کرلیا کہ وہ آپ کے واسطے صدر امینی کی رپورٹ

کردیں اور جناب امیر کے درپے ہوئے کہ آپ کچہری میں چلکر جج صاحب سے مل لیجئے۔ استاد کو انکار شدید تھا مگر جب دوستوں نے نہ مانا تو حضرت نے فرمایا کہ کہ میں اس شرط پر چلتا ہوں کہ عدالت میں پہونچکر جو آواز سب سے پہلے میرے کان میں آئیگی اس سے در باب اختیار و انکار ملازمت تفاول کروں گا چنانچہ احباب نے اس کو قبول کر لیا اور حضرت ججی کو تشریف لے گئے، کچہری کے احاطہ میں داخل ہوئے تھے کہ سنا ایک چپراسی آواز دے رہا ہے کہ "گیا دین حاضر ہے" یہ سنکر استاد الٹے پاؤں واپس آئے اور دوستان ہمراہی سے فرمایا کہ جس نوکری میں دین گیا وہ ملازمت میرے بس کی نہیں ہے۔

اس سے ان کی احتیاط، تورع اور خیالات مذہبی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ابتدائے عمر ہی سے وہ صاحب صلاح و تقوی تھے۔

لطیفہ۔ آتشبازی سے نفرت تھی۔ ایکبار شب برات کے موقع پر اطفال کے اصرار سے جو عیدی تصنیف فرمائی تھی اس میں قطعہ کا آخر شعر یہ تھا ؎

گولوں کو آگ دیجئے چھچھوندر کو چھوڑیئے ایسی بزرگ شب میں یہ کیا واہیات ہے

تمام عمر زبان کو کسی کی ہجو سے آلودہ نہ کیا اور نہ کسی سے اپنی ہجو کرائی۔ نہ برا کہا نہ برا سنا۔

مزاج میں انصاف بہت تھا کبھی نفسانیت یا سخن پروری کو کسی امر میں دخل نہ دیتے تھے اور امر حق کو نہایت شکر گزاری سے تسلیم کر لیتے تھے۔

امیر اللغات کی تالیف میں سارے ملک سے رائے طلب کی اور جو رائے جس نے دی اور وہ صائب ہوئی بلا تامل اس کو مان لیا۔ ہر جگہ محاورات

کی سند میں دوسرے اساتذہ کے اشعار پیش کئے اپنا ایک شعر بھی کہیں نہیں لکھا
چنانچہ سرسید مرحوم نے اپنے ریویو میں اسکا ذکر بھی کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ
"ہمارے نزدیک جناب مصنف کو یہ تکلیف اٹھانی ضرور نہ تھی کیونکہ وہ خود
ہی سند ہیں انکو دوسروں کے کلام سے سند لانیکی ہرگز ضرورت نہ تھی"

جامع مکتوبات نے ایک مرتبہ استاد کے حضور میں جناب قبلہ محسن کاکوروی علیہ الرحمہ
کی سخن آفرینی اور بلاغت کلام کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ان کا کلام ایک عالم
ہے خیالات نادرہ کا کہ اس کو دیکھ کر انسان حیران ہوتا ہے۔ اور انکا ہر شعر
معراج بلاغت ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ حضرت محسن نے زمانہ غدر سے پیشتر کاکوری
میں مرزا بیدل رضوان اللہ علیہ کے کرم خوردہ کلام کو ترتیب دیکر جہاں جہاں
کیڑا لگ گیا تھا اُن مقامات پر اپنی فکر صائب سے فقرے اور شعر ضم کیے تھے
اسطرح جب وہ کل کلام درست فرما چکے تو شب کو جناب مولانا نے مرزا ہی مرحوم
کو عالم رویا میں دیکھا اور اس بحر مواج نکتہ پروری نے مولانا کی اس محنت
پژوہی اور معنی آفرینی کی داد دی اور مسرت ظاہر کی" اور فرمایا کہ یہ نظم و نثر
اصل میں بھی اسی طرح تھی۔

ایک وقت میں نے استاد سے کہا کہ مرزا بیدل کے اکثر شعر سمجھ میں نہیں
آتے فرمایا کہ سچ ہے مگر یہ خوبی بیدل ہی کے کلام میں ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا اور
اچھا معلوم ہوتا ہے۔

مرزا داغ کی ایک غزل کو پسند فرمایا اور خود بھی اس زمین میں گوہرافشانی کی
اور مقطع میں مرزا کے کلام کی اس طرح داد دی ہے

امیر اچھی غزل ہے داغ کی جسکا یہ مصرع ہے   بھویں تنتی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تنکے بیٹھے ہیں
کسی کی برائی سننا گوارا نہ تھی اور تعریف سے خوش ہوتے تھے۔

آخر زمانہ میں ایک وسیع سرکاری مکان میں سکونت تھی جو پرانی کھنڈسار کے نام سے مشہور ہے۔ زنانہ مکان ملحق تھا اور باہر نہایت وسیع صحن اور متعدد مکانات تھے۔ وسط صحن میں ایک بنگلیا بنا رکھی تھی۔ بیشتر اسی میں نشست رہتی تھی۔ دن کو شغل اصلاح اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ رہتا تھا اور کچھ وقت ملاقات احباب میں صرف ہوتا تھا۔ شب کو بقدر ضرورت استراحت فرماتے تھے۔ باقی وقت ذکر و عبادت کے لیے مخصوص تھا۔

یاد وطن

رام پور کے قیام دراز کی وجہ سے لکھنؤ کی آمد و رفت اور تعلقات بہت کم ہو گئے تھے اور یہاں وطن کی سی کیفیت اور تعلقات پیدا ہو گئے تھے نیز نواب خلد آشیاں کلب علیخاں بہادر کی توجہ اور قدردانی سے ہر طرح کا سامان راحت و دل بستگی استاد کے لیے رام پور میں مہیا تھا مگر پھر بھی وطن کی یاد ان کو بیچین کرتی تھی جیسا کہ انکے اکثر اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔ رام پور آنے سے پیشتر لکھنؤ میں سلطان عالم واجد علیشاہ کے دربار سے تعلق ہو گیا تھا اور وہاں کے مشاعرے اور قیصر باغ کے جلسے جناب مرحوم کے پیش نظر تھے جنکو وہ ہمیشہ یاد کیا کیے جب کبھی لکھنؤ کا ذکر آجاتا تھا تو ایک ٹھنڈی سانس بھرتے تھے اور آنکھوں میں آنسو بھر لاتے تھے، اور کس طرح اس لکھنؤ کو یاد نہ کرتے جس کے در و دیوار عیش و عشرت کے زندہ مرقعے تھے۔ اس غزل کو دیکھیے۔

کس کے چمکے چاند سے رخسار قیصر باغ میں   چاندنی ہے سایۂ دیوار قیصر باغ میں

فی الحقیقت یہ بھی کم گلزار جنت سے نہیں
حوریں پھرتی ہیں سر بازار قیصر باغ میں

لوٹتا پھرتا ہی یہ مارے خوشی کے صبح و شام
وجد میں ہی سایۂ دیوار قیصر باغ میں

چار نغموں میں ہو سعدی کی گلستاں کا جواب
بلبلیں کھولیں اگر منقار قیصر باغ میں

زیر شاخ گل اگر سبزہ کبھی سونے لگا
شور بلبل نے کیا بیدار قیصر باغ میں

تشنگان شوق ہیں شیریں لبوں کے میہماں
بٹ رہا ہی شربت دیدار قیصر باغ میں

کہ رہی ہی یہ صنوبر قامتوں سے فاختہ
آؤ بھی بہر علم بردار قیصر باغ میں

اے دل مایوس بے برگی سے افسردہ نہو
لائے گا نخل تمنا بار قیصر باغ میں

دور ہونگی کلفتیں مٹ جائینگی سب کاہشیں
لالہ ہی بیداغ، گل بیخار قیصر باغ میں

سایۂ بال ہما کیا ڈھونڈتا ہی اے اسیر
بیٹھ زیر سایۂ دیوار قیصر باغ میں

اور بادشاہ کو اسطرح یاد کرتے ہیں ؎

ہر لکھنؤ کی جان تو کلکتے میں اسیر
خاک آئے میری آنکھ کو اب لکھنؤ پسند

اور کبھی جا بجا یاد وطن میں اشک ریزی کی ہی۔ فرماتے ہیں ؎

گردش بخت کہاں سے ہمیں لائی ہی کہاں
منزلوں وادی غربت سے وطن دور رہا

اک عمر ہو گئی کہ اقامت سفر میں ہے
نقشہ مگر وطن کا ابھی تک نظر میں ہے

شام غربت میں یہ ہر روز خیال آتا ہے
اے خدا ہم بھی کبھی صبح وطن دیکھیں گے

تعلق ریاست رام پور اگرچہ ابتدا ہی سے طبیعت موزوں واقع ہوئی تھی اور فکر سخن سے دلبستگی تھی، مگر بعد تحصیل و تکمیل علوم درسیہ استاد مرحوم کو شعر کی جانب میلان خاطر زیادہ ہوا اور حضرت اسیر کا تلمذ اختیار فرمایا استاد اسیر سلطان عالم واجد علیشاہ کے مصاحب خاص تھے اس لیے جناب امیر

بھی دربار شاہی میں پہونچے۔ وہ پہلے پہل ۱۲۶۹ھ ہجری میں باریاب دربار شاہی ہوئے اور دو کتابیں، ارشاد السلطان وہدایۃ السلطان تصنیف فرماکر پیش کیں اور خلعت فاخرہ اور انعام سلطانی سے شرف حاصل کیا مع ہذا، چونکہ بادشاہ خود سخن سنج و سخن شناس تھے، حضرت بادشاہ نے استاد کی یہ قدردانی بھی فرمائی کہ شاہی شاعروں میں شریک کیے گئے۔

ہر چند زمانہ شیخ ناسخ و خواجہ آتش کو رخصت کر چکا تھا مگر ان دونوں باکمالوں کے بہت سے شاگرد جو بجائے خود استاد تھے لکھنؤ میں موجود تھے اور مشاعروں سے کوئی دن خالی نجاتا تھا۔ جناب مرحوم بھی طرح مشاعرہ پر غزل کہکر پڑھتے تھے اور اساتذہ فن سے داد سخن لیتے تھے۔ بادشاہ کی مدح میں بھی بلیغ قصائد کہکر سناتے تھے۔ اس طبع آزمائی اور مشق سخن کے زمانہ میں ایک ضخیم و حجیم دیوان غزلیات و قصائد اردو کا مدون ہو گیا تھا لیکن انتزاع سلطنت اور دہداوہ حوادث دار و گیر غدر اور بربادی لکھنؤ کے ساتھ جہاں اور سامان و اسباب غارت ہوا وہ بھی تلف ہو گیا۔

غدر کے فرو ہونے کے بعد ۱۲۷۵ھ میں نواب یوسف علیخاں بہادر متخلص بناظم فرمانروائے ریاست رام پور نے جو مومن، غالب اور امیر کے شاگرد تھے حضرت مرحوم کا آوازۂ سخن سنکر کمال آرزو اور عزت کے ساتھ رام پور طلب فرماکر حاکم دیوانی جسکا لقب مفتی عدالت تھا مقرر کیا، اور آخر میں انسے مشورۂ سخن بھی فرمانے لگے۔

نواب ناظم کا پہلا دیوان جو عرصہ ہوا چھپا تھا اور اب کم یاب ہے وہ مرزا غالب کا دیکھا ہوا ہے۔ شادابی خیال، نوا ی ترکیب، جدت مضمون، لطافت زبان اور متانت بیان اس دلفریب کا زیور ہے۔ دیوان نہیں، معنی زار خوبی اور نگارستان محبوبی

ہے۔ اس دیوان میں ایک بات مرزا کے اردو کلام سے زیادہ ہے کہ اخلاق نہیں مگر خیال اچھا، زبان پاکیزہ، طرز ادا دل نشین ہے۔ یہ سخن سرائی معنی آرائی ہزار اور صد ہزار آفریں کے[1] شایاں ہے

اس دیوان کے علاوہ جو کلام حضرت اسیر اور استاد مرحوم کا دیکھا ہوا ہے وہ بھی متانت سے خالی نہیں ہے۔

جب نواب ناظم نے رحلت کی اور ۱۲۸۲ھ میں نواب کلب علیخاں بہادر مسند نشین ہوئے تو ان کو فن شعر میں باپ سے بھی زیادہ انہماک اور شغف تھا اور رام پور انکے عہد مبارک میں رشک شیراز و صفاہاں ہو رہا تھا۔ صلحا، علما، شعرا، خوشنویس غرض ہر فن کا کامل نواب کی قدردانی اور فیض گستری سے کامیاب تھا جو لوگ نظر دوربین رکھتے ہیں اور زمانہ شناس ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں کہ اکبر اعظم کے دربار کا ہلکے رنگ کا خاکا بہادر شاہ ظفر کا عہد اور مٹی ہوئی دلی کا نشان خلد آشیانی رام پور تھا۔ آداب دربار، مجالس سخن، محافل دانش و فن میں فر و شوکت سلاطین مغلیہ کی جھلک رام پور ہی میں پائی جاتی تھی۔

---

[1] خاکسار کو جولائی ۱۹۱۰ء میں خوابیدگان نزہت گاہ تقدس کی تربت اور رباعی[?] فرخندہ جہان بے مثال و ممدوح ادانی و اعالی + پیرایہ صدق و مایہ فضل مد شمس العلما جناب حالی مد کا اشتیاق زیارت پانی پت لے گیا۔ میں ایک روز یہ مسودہ ان کو سنا رہا تھا۔ جب اس مقام پر پہونچا تو مولانا نے فرمایا کہ " نواب مصطفے خان صاحب شیفتہ فرماتے تھے کہ " ایک روز مرزا غالب نے مجھے یہ مطلع سنایا " میں نے بہت تعریف کی تو فرمایا کہ " سچ کہا " میں تو یہ شعر ناظم کو دے چکا " مطلع
خوشی جینے کی کیا مرنے کا غم کیا + ہماری زندگی کیا اور ہم کیا ۔ ۱۲ ثاقب

شعراء میں اسوقت حیا۔ اسیر۔ بحر۔ قلق۔ داغ۔ جلال۔ منیر۔ عروج۔ تسلیم کے سے اساتذہ فن نواب کے خوان بذل واحسان سے فیض پذیر تھے۔

مرزا غالب بھی کبھی کبھی آکر مہینے دو دو مہینے نواب کے مہمان رہتے تھے، اک بار رام پور سے رخصت ہوتے ہوے کہتے ہیں ؎

اب ہے دلی کی طرف کوچ ہمارا غالبؔ — آج ہم حضرت نواب سے بھی مل آئے

اسی غزل کا یہ شعر ہے۔

دیدہ خوں بار ہے مدت سے ولے آج ندیم — دل کے ٹکڑے بھی کئی خون کے شامل آئے

مومن مرحوم بھی رام پور آئے تھے، وہ نواب ناظم کا عہد تھا، چنانچہ فرماتے ہیں

دلی سے رام پور میں لایا جنوں کا جوش — ویرانہ چھوڑ آئے ہیں ویرانہ تر میں ہم

دربار مسائل معقول ومنقول اور شعر وسخن کے فروغ واصول کا جولان گاہ تھا مشاعرے بھی ہوتے تھے اور نواب وامیر اس انجمن کے میر مجلس تھے۔

نواب نہایت بااستعداد اور نقاد سخن تھے۔ استاد مرحوم سے مشورہ سخن اور نواب کی ناز برداری اور قدر افزائی نے ان کو رام پور کا پابند کر رکھا تھا اور اسی کو وہ اپنا وطن سمجھتے تھے۔ ۴۳ برس رام پور استاد کا مسکن رہا۔

نواب کی رحلت نواب کے انتقال کے بعد جنرل عظیم الدین خاں بہادر مرحوم مدار المہام رامپور نے امیر اللغات کی سرپرستی فرمائی اور استاد اس کی ترتیب میں مصروف رہے۔ مگر نواب کی مفارقت اور بزم سخن کا درہم برہم ہو جانا ان کے دل پر نہایت شاق تھا چنانچہ اسی دلکش صحبت کی یاد میں فرماتے ہیں۔

کہاں ہم اے امیر اب اور کہاں داغ　　　یہ جلسے ہو چکے خلد آشیاں تک

حضور نظام سے ملاقات

اس دوران میں حضور نظام والی دکن کیطرف سے متواتر تحریکیں طلب میں شروع ہوئیں۔ استاد کیجانب سے امروز فردا ہوتا رہا۔ اور ضعف پیری اور حلبس بول کے دورے بھی مانع سفر رہی۔ لیکن حضور نظام جناب امیر کو نہیں بھولے اور بالآخر انھوں نے آغاز سنہ ۱۹ء میں کلکتے تشریف لے جاتے ہوے، باصرار تمام لکھا کہ ہم سے بنارس میں ملو۔ چنانچہ استاد بنارس میں شرف حضوری سے بہرہ ور ہوے۔ نظام نہایت عزت واحترام سے پیش آئے۔ جناب مرحوم نے ایک نظم جو اثناء راہ میں بندگان عالی کے لیے لکھی تھی۔ پڑھکر سنائی جو اسقدر مطبوع طبع اشرف ہوئی کہ بکمال شوق خود ہاتھ بڑھا کر لے لی، اور ہمرکاب چلنے کے لیے اصرار فرمایا۔ استاد نے بلطائف الحیل ٹالنا چاہا مگر حضور کے سامنے کیا پیش جا سکتی تھی۔ مجبوراً کہنا پڑا کہ میں ریاست رام پور کا نمک پروردہ قدیم ہوں بغیر حصول اجازت یہ مبادرت وجسارت نہیں کر سکتا۔ وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ آغاز گرما میں بعد حصول اجازت شرفیاب حضوری ہونگا۔ اور اپنے عوارض وضعف کی بھی شکایت کرتے ہوے ہمراہی سے معذوری ظاہر کی۔

اس موقع پر بنارس میں جو مسدس بندگان عالی کے سامنے پڑھا تھا اسکا ایک بند ہم کو ملا ہے فرماتے ہیں:۔

یہ سخن وہ ہی جو ہے روح سخن جان سخن　　　مدح سلطان کی ہی کیوں نہو سلطان سخن
شان دربار یہ کہتی ہی بڑھے شان سخن　　　ہاں سخنور یہی گو ہی یہی میدان سخن

ہوں سب اشعار رسیلے کہ بنارس یہ ہی
شش جہت میں ہو یہ شہرہ کہ مسدس آیہی

سفرِ دکن بنارس سے واپس ہونے پر ایفائے وعدہ کا خیال ہوا، اور بڑی مشکل سے اجازت حاصل کرنیکے بعد تہیۂ سفر کیا اور خلف اوسط منشی لطیف احمد صاحب اختر اور تلمیذ رشید حافظ جلیل حسن صاحب، مانکپوری اور چند ملازمین کو ساتھ لیکر حیدر آباد روانہ ہوے۔ چونکہ اہالی حیدر آباد کو استاد کی روانگی کی اطلاع مل چکی تھی اس لئے ۱۰ جمادی الاول ۱۳۱۸ھ کو حیدر آباد کے اسٹیشن پر اراکین و عمائد شہر کا استقبال کیلئے ہجوم تھا اور وہ سب بڑی شان و آبرو کیساتھ جناب مرحوم کو شہر میں لائے، اعیان حیدر آباد کی جانب سے مہمانداری کا اصرار ہوا، مگر استاد نے نواب مرزا خانصاحب داغ کے اصرار بجد سے انھیں کی مہمانی قبول فرمائی اور انھیں کے مکان میں فروکش ہوے اور مروت و ہمدمی نے کسی دوسری جگہ رہنے کی اجازت نہیں دی۔

انتخاب مسدس در مدحِ نظام راہ میں ایک مسدس مدح سرکار نظام میں نظم کیا تھا افسوس کہ قضا نے پیش کرنیکی نوبت نہ آنے دی اسکے چند بند یہاں لکھے جاتے ہیں۔

آج کیسا راس آیا انقلاب آسماں — کر گیا تسکین خاطر اضطراب آسماں
اُٹھ گیا آنکھوں کے آگے سے حجاب آسماں — گر گئے نظروں سے ماہ و آفتاب آسماں
اپنی گردش دیکھکر خود آسماں چکرا گیا
گردش چشم حسیناں کا مہیں لطف آ گیا

لی مقدر نے یہ کروٹ یا کسی دلدار نے   لے لیا بوسہ جبیں کا دولت بیدار نے
رخ سے برقع کو ہٹایا شاہد اسرار نے   منہ چھپایا دامن اقبال میں ادبار نے
باغ امکاں میں بہار کامرانی آگئی
پیر گردوں پیر نے سر سے جوانی آگئی

سرو قد تعظیم دیتے ہیں بگولے دشت میں   گرد اٹھتی ہے کہ دامن جھٹکے چھوڑے دشت میں
انس کی بو ہر رہی ہے پھول پھولے دشت میں   خضر ہے یہ بولتے جو راہ بھولے دشت میں
دشت ایمن کی طرح ہر سو ہے بارش نور کی
شاخ آہو ہے کہ ڈالی ہے نہال طور کی

پتی پتی ہاتھ اٹھاتی ہے دعا کے واسطے   ڈالیاں جھکتی ہیں عرض مدعا کے واسطے
کہتا ہے صرصر کہ ہے چلیے خدا کے واسطے   دے رہا ہے سبزہ خضر رہنما کے واسطے
پر لگے قدرت سے اڑ چلنے کا ساماں ہو گیا
موجۂ ریگ ساواں تخت سلیماں ہو گیا

سخا

ابر کیا برسے گا دامان کرم کے سامنے   مہر کیا چمکے گا خورشید علم کے سامنے
جود حاتم گرد ہے فیض اتم کے سامنے   قطرۂ ناچیز ہے کیا چیز یم کے سامنے
جس کسی کو اک نظر دیکھا خزانہ مل گیا
جس زمیں پر پڑ گیا سایہ گلستاں کھل گیا

لے اس مصرع میں ردیف نے کیا لطف دیا ہے ۱۲

عدل

عدل کے خنجر سے نخل ظلم کی جڑ کٹ گئی
دولت امن و اماں سائے سے جہاں میں بٹ گئی

جوش عشرت بڑھ گیا کلفت کی قوت گھٹ گئی
جو بلا آئی وہ عشرت سے پیچھے ہٹ گئی

ہے عملداری خزاں کی گلشن بیداد میں
چین سے سوتے ہیں فتنے دیدۂ حساد میں

سخن

ہر سخن میں ہے نگاہ ناز کی جادوگری
چلبلے مضموں ہیں اگر سیکھی ہے شوخی پری

چھین لی اس شاعری نے دلبروں کی دلبری
عیب و نقصاں سے بری ہے حسن و خوبی سے بھری

لوحش اللہ کیا رسا ہے فکر عالی کی کمند
بچ کے مجھ سے جا نہیں سکتا ہے مضمون بلند

وفات لیکن ہنوز صعوبات سفر اور کسل راہ سے ہوش بجا نہوے تھے کہ زمانہ فسوں ساز اپنی چال چلا اور جناب مرحوم ایک ہیضے نو روز مبتلائے آلام رہکر ۳۰ برس ۱۰ ماہ کے سن ہیں بتاریخ ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۰ء بمقام حیدر آباد دکن رخصت فرمائے خلد بریں ہوئے۔ افسوس! وہ نورانی پیکر جہاں فن و ہنر زیر خاک، اور وہ صحبت دل آرا و جاں پرور خواب فراموش ہو گئی کسی نے لسان صدق فی الآخرین تاریخ رحلت کہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حالت مرض میں نواب فصیح الملک مرزا داغ اور پنڈت رتن ناتھ سرشار تیمارداری میں مصروف رہے۔ مہاراجہ کشن پرشاد وزیر بھی کئی بار مزاج پرسی اور عیادت کیلئے تشریف لائے۔ اس عیادت کے شکریے میں جناب مرحوم نے

چند رباعیاں حالت مرض میں مہاراجہ صاحب کو لکھکر بھیجی تھیں ایک یہ ہے۔

ہے آپ کا اخلاق جو ہمدرد مرا — رشک دم عیسیٰ ہے دم سرد مرا
فرماتے ہیں ہر روز عیادت میری — درماں مرے حق میں ہو گیا درد مرا

حضور نظام کو جب اس حادثے کی خبر ہوئی تو بہت رنجیدہ ہوئے اور بار بار اظہار تاسف کیا۔

مرزا داغ کو کمال پریشانی اور اضطراب ہوا اور اسی عالم سراسیمگی میں یہ حسرت انگیز مطلع ان کی زبان پر آیا ؎

خاک اس سے عشق نے چھنوائی تھی — دشت میں مجنون کی مٹی لائی تھی

اور تین تاریخیں وفات استاد میں نظم فرمائیں جنکے مادہ ہائے سال رحلت یہ ہیں

ہے دعا بھی داغ کی تاریخ بھی — قصر عالی پائے جنت میں امیر ۱۳۱۸ھ
آج اس غم کی یہ کہی تاریخ — اب ہوا آہ دل پہ داغ امیر ۱۳۱۸ھ
ل گئی تاریخ دل سے داغ کے — آہ لطف شاعری جاتا رہا ۱۳۱۸ھ

اور راجہ راجایاں مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شاد تخلص وزیر اعظم دولت آصفیہ نے یہ قطعۂ وفات نظم کیا۔

از دار جہاں امیر رفتہ فریاد — گفتہ رضواں کہ گشت فردوس آباد
گفتم دعائیہ چنیں سال وفات — محمود بود آخرت او ۱۳۱۸ھ اے شاد

تاریخ وفات حضرت جلال لکھنوی

کجا امیر کجا سرزمین ملک دکن — کہاں تھا مسکن مدفن کہاں ہے اے نصیب
جلال لکھدو یہ تاریخ ان کی رحلت کی — امیر ہو گئے صد وائے ، ایک مرد غریب ۱۹۰۰ء

تاریخ وفات از سید حافظ عبدالجلیل صاحب مارہروی

رفت امیر شاعراں منشی امیر احمد امیر   آنکہ فقر و شعر را در ذات او بود اجتماع

منکسر نفسے کہ با ادنیٰ ملازم ہم گہے   جز بہ الفاظ ادب ہرگز نہ شد زو استماع

از جوانی تا ضعیفی مسکنش شد رامپور   داشتہ در محفل نواب عز و ارتفاع

مولد و ہم منشاء او بود شہر لکھنؤ   حیدرآباد دکن شد جائے دفن و اضطجاع

نقش بند کاف و نون از قدرتش در ذات او   حسن صورت حسن سیرت ہر دو بنمود اجتماع

در حق ارباب حاجت سعی وافر می نمود   از درم ہم از قلم ہم از قدم ہم از ذراع

با مخالفانش ہم ہدی فی عمرہ قطعًا نہ کرد   ماسوائے خیر باشد زو نہ رویت نے سماع

در فنون مختلف تصنیف و تالیفش بسی ست   بیشتر حصہ از انہا آمدہ در انطباع

شد بہندستان در استادی علم لاریب فیہ   یافت شہرت ہمچو مہر نیمروز از التماع

آخر عمرش قضا گردید دامن گیر حال   در پئے عزم دکن افتاد و بربستہ متاع

ماند غافل زیں کہ باشد ایں سفر آخر سفر   می نماید از اقارب ذرا جانب انقطاع

الغرض تا منزل مقصود رفتہ شد مریض   ظاہرا حاصل ز رایش شد بجائے انتفاع

میل در باطن بلا شک حکمت ایزد بود   گو نمی فہمند کنہش مردم ناقص طباع

ام الانسان ابتدایش ما تمنّی انتہاش   زائیہ قرائیہ این شبہہ باید اندفاع

زحمت امراض تا ایام معدودہ کشید   الخلاصہ در میان جسم و جاں شد انتزاع

نوزدہ تاریخ از ماہ جمادی الاخرہ   لیل یکشنبہ بہ ابنائے زماں گفت الوداع

مصرع تاریخ رحلت حسب حالش خواں جلیل   ہاں نیابد ہیچ کس بر مدفن خود اطلاع

جامع مکتوبات سنہ ۱۹۰۰ء میں بمقام رامپور حاضر خدمت استاد ہوا تھا اثنائے

گفتگو میں فرمایا کہ عنقریب حیدرآباد کا قصد ہی۔ راہ میں بمقام آگرہ تیرے پاس قیام ہوگا اور قبل روانگی اطلاع دیجائیگی۔ مگر پھر معلوم ہوا کہ جب آگرہ کے اسٹیشن پر پہونچے تو گاڑی سے بوجہ ضعف نہیں اُترے، اور بلا توقف راہی حیدرآباد ہوسے۔

جب رحلت استاد کی خبر ہندوستان میں منتشر ہوئی تو اہل فن پر حسرت و افسوس کا عالم طاری ہوا، اور بزم سخن بزم ماتم بن گئی اور ہر گوشۂ ملک سے اظہار ملال کی آوازیں بلند ہوئیں۔ جہیقوں مضامین تعزیت اخبارات اور رسائل میں چھپتے رہے اور لوباب سخن نے کثرت سے تاریخہاے وفات لکھکر اپنا رنج و غم ظاہر کیا۔ اور ایک مجموعہ بہت سی تاریخوں کا کتابی صورت میں شایع کیا گیا۔

تصنیفات وتالیفات

جناب مرحوم کی تصنیف وتالیف سے بہت سے رسائل ومسودات غیر مرتب ہنگامۂ غدر میں شایع و برباد ہوے اور کچھ ۱۸۹۰ء میں مکان مسکونہ میں آگ لگ جانے سے تلف ہو گئے جنکا ہمکو تفصیلی علم نہیں ہی۔ البتہ جو تحریریں ترتیب پا گئیں اور جو کتابیں مکمل ہوکر شایع ہو گئیں ان کا ذکر یہاں کیا جاتا ہی۔

ارشاد السلطان وہدایتہ السلطان یہ کتابیں دونوں جناب مرحوم نے قبل از غدر تصنیف فرماکر واجد علیشاہ بادشاہ اودھ کے حضور میں پیش کی تھیں انکے صلہ میں سرکار شاہی سے خلعت اور انعام مرحمت ہوا۔

دیوان اول یہ ابتدائی کلام تھا اور ایام غدر میں تلف ہو گیا، لکھنؤ کے مشاعروں کی طرحی غزلیں اور بادشاہ اودھ کی شان میں قصائد اور مختلف

نظمیں تھیں۔ اس دیوان کا نام غیرت بہارستان تھا۔

سرمۂ بصیرت الفاظ عربی وفارسی جو غلط زبان زد اور مستعمل ہیں اُن کی تصحیح وتنقیح فرمائی تھی۔ اور کلام اساتذہ متقدمین اور متاخرین سے سندیں دی تھیں ۲۰ یا ۳۰ جزو کی کتاب ہے۔

بہار ہند اس میں اردو مصطلحات ومحاورات کو ایک جگہ جمع کیا تھا اور سندمیں اساتذہ کا کلام درج کیا تھا۔ اسی لغت کو وسعت دیکر امیر اللغات کو مبسوط شکل میں لانے کا قصد تھا۔

نور تجلی / **ابر کرم** یہ دو مثنویاں کلام سابق سے مشتمل برحکایات وروایات اخلاق ومعرفت ہیں۔

ذکر شاہ انبیا نعتیہ مسدس ہے مشتمل براحوال ولادت ورضاعت وفضائل وشمائل ومعراج ووفات حضرت انبوی یہ بھی قدیم تصنیف ہے۔

صبح ازل حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کے بیان ولادت میں ایک مسدس ہے۔

شام ابد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان وفات میں ایک مسدس ہے

مضامین دل آشوب ایک نظم ہے اسکا ذکر خطوط میں بھی ہوا ہے۔

لیلۃ القدر بیان معراج میں ایک مسدس ہے۔

مجموعۂ واسوخت واسوخت اردو۔ شکایت رنجش۔ غبار طبع۔ حسد اغیار۔ سفیر آشنا۔ بانگ اضطرار۔ یہ چھ واسوخت ۱۲۷۸ھ کی تصنیف ہیں اور سب نام تاریخی ہیں۔ منشی نولکشور نے جو مجموعہ واسوختوں کا شعلہ جوالہ کے نام سے

طبع کیا تھا۔ اس میں یہ سب داسوخت داخل تھے اب مولوی محبوب علی صاحب ناظم دائرۂ ادبیہ نے اس مجموعہ کو اہتمام کے ساتھ شائع فرمایا۔ اور مینائے سخن سے موسوم کیا ہے۔

محامد خاتم النبیین | یہ اردو دیوان نعت میں ہے مشتمل بر قصائد و غزلیات و مخمس و تضمین سنہ ۱۲۸۹ھ میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔ نام بھی تاریخی ہے۔

انتخاب یادگار | شعرائے رام پور کا تذکرہ ہی۔ ۳۰/۳۵ جزو کا حجم ہی سنہ ۱۲۹۰ھ میں تالیف ہوا تاریخی نام ہی۔

نماز کے اسرار | احکام و ادعیۂ نماز کا ذکر ہے۔

زاد الامیر فی دعوات للبشیر النذیر | یعنی ادعیۂ مسنونۂ سراپا تاثیر۔

خیابان آفرینش | نام تاریخی ہی اور سنہ ۱۳۰۰ھ کی تصنیف ہی۔ جناب رسالت مآبؐ کی ولادت باسعادت کا ذکر ہے۔

مرآۃ الغیب | دیوان عاشقانہ ہی۔ شروع میں کچھ قصائد بھی ہیں۔

صنمخانۂ عشق | اردو غزلیات کا دیوان ہی سنہ ۱۳۰۳ھ میں مرتب ہو کر شایع ہوا۔

جوہر انتخاب | مفردات اردو کا مجموعہ ہی جسمیں منتخب اشعار درج ہیں۔

گوہر انتخاب | دوسرا مجموعہ مفردات اردو کا ہی۔

آخری دیوان | صنمخانہ کے بعد اسکے طبع کی نوبت نہیں آئی اس میں قصائد رباعیات، مخمسے، تضمین اور مختلف نظمیں ہینا

امیر اللغات جلد اول | اردو زبان کا نہایت حاوی و مبسوط و بے مثل لغت جسمیں الف ممدودہ کے الفاظ و محاورات ہین اور چھپ گیا ہے۔

امیر اللغات جلد دوم | اس میں الف مقصورہ کے الفاظ و محاورات جمع کئے ہیں اور چھپ گئی ہے۔

امیر اللغات جلد سوم | اس میں بائے موحدہ اور مثلثہ اور کچھ تائے فوقانی کے الفاظ و محاورات جمع کئے تھے مگر چھپنے کی نوبت نہیں آئی اس کے بعد پانچ جلدیں تالیف کے لئے اور تجویز ہوئی تھیں۔

چند خوش فکر تلامذہ

جیسے صاحب استعداد اور با سرمایہ تلامذہ استاد مرحوم کو ملے ان کے اساتذۂ معاصرین میں سے کسی کو ایسے بالیاقت شاگرد میسر نہیں آئے۔ انہیں سے ہم چند ایسے اصحاب کا ذکر کرتے ہیں جو جناب مرحوم کی توجہ سے پایۂ استادی پر فائز ہوئے اور ابھی انکے سوا اچھے کہنے والے ہیں۔

نواب ناظم فرمانفرمائے رامپور | نہایت با استعداد رئیس تھے۔ فن معقول سے طبیعت کو ایک خاص مناسبت تھی۔ مولانا فضل حق خیر آبادی سے تلمذ تھا۔ ان کو ابتدا میں مومن مرحوم اور ان کے بعد مرزا غالب سے مشورۂ سخن رہا آخر میں منشی مظفر علیخاں صاحب اسیر اور حضرت امیر کو کلام دکھایا۔ صاحب دیوان ہیں۔

نواب کلب علیخاں بہادر نواب تخلص | عربی اور فارسی کی تحصیل طالب علمانہ کی تھی اور قابل باپ کے قابل فرزند تھے

لے تذکرہ انتخاب یادگار و دیباچہ امیر اللغات جلد اول ۱۲ ثاقب۔

وہ استاد کی بہت ناز برداری کرتے تھے۔ سنا ہو کہ اصلاح کا یہ طریقہ تھا کہ چوبدار غزل لاتا تھا، جناب امیر اصلاح دیکر واپس فرماتے تھے، نواب بار بار واپس کرتے تھے اور کوئی لفظ کوئی مصرع کوئی شعر بدلنے کی فرمایش ہوتی تھی، اس طرح انکی غزل ایک شاہد رعنا بن جاتی تھی۔ اہل بصیرت پر مخفی نہیں ہو کہ یہی وجہ ہو کہ نواب کے کلام کا اور مرآۃ الغیب کی شاعری کا انداز جدا گانہ ہو۔ نواب کے اشعار کنگھی چوٹی کے مضامین سے پاک، اور بیشتر سنجیدہ اور بامزہ ہیں کئی دیوان اردو کے، اور ایک دیوان پارسی، اور چند فارسی نثر کے رسالے تصنیف فرماے ہیں۔

نواب صفدر علیخاں صفدر۔ صاحب دیوان ہیں اور طبیعت بامذاق پائی ہے۔

نواب بنیاد حسین خاں جاہ۔ صاحب دیوان ہیں۔ دو دیوان اشاعت پا چکے ہیں۔

جلیل مانکپوری۔ یہ وہی کہتے ہیں جو استاد کہتے ہیں اور استاد شاگرد کے کلام میں بہت مشابہت ہو۔ صاحب تلامذہ ہیں اور اس شرف کے اہل ہیں۔

ریاض خیر آبادی۔ یہ ایک انداز خاص کے مالک ہیں جو داغ سے مشابہ ہو۔ انکے چند شعر لوگوں کی زبان پر بطور ضرب المثل کے جاری ہیں جس سے قبول عام کا نشان ملتا ہے۔ طبیعت میں جدت اور معنی آفرینی ہے۔

کلام تلامذہ پر اصلاحیں

جناب مرحوم کلام تلامذہ کو نہایت غور و فکر سے ملاحظہ فرماتے تھے اور جا بجا تھوڑی اصلاح جو ضروری ہوتی تھی، دیتے تھے، یہ نہیں کہ شاگرد

کا کلام استاد کا ہو جائے۔ اصلاح کے چند نمونے درج کیۓ جاتے ہیں۔ جن سے اس بات کا اندازہ ہو سکے گا۔

جلیل القدر نواب فصاحت جنگ بہادر حضرت جلیل جانشین امیر مینائی رح

جلیل رنگت یہ رخ کی اور یہ عالم نقاب کا — دامن میں کوئی پھول لئے ہو گلاب کا

اصلاح رنگت یہ الخ — دامن میں تم تو پھول لئے ہو گلاب کا

لسان الملک حضرت ریاض

ریاض نسیم آئی ہے شمع مزار گل کرنے — وہ اسکے آنیسے پہلے ہی بجھ گئی ہوگی

اصلاح۔ نسیم آئی ہی شمع مزار گل کرنے — وہ اسکے الخ

ریاض ہنگام نزع گریہ یہاں بیکسی کا تھا — آئی بتائیں کون یہ موقع ہنسی کا تھا

اصلاح ہنگام نزع الخ — تم ہنس پڑے یہ کون سا موقع ہنسی کا تھا

ریاض زرداروکو تمنا کو تم اپنی — یہ میری جان کے پیچھے پڑی ہی

اصلاح تمنا کو تم اپنی منع کردو — یہ میری الخ

لے اڑے گیسو پریشانی مری — آئنے لے بیٹھے حیرانی مری

لے اڑے الخ — آئنے لے بھاگے حیرانی مری

شاہزادہ مرزا ولی الدین فدا خلف شاہزادہ مرزا رحیم الدین حیا دہلوی

فدا تو پچھتاؤ گے ویران کر کے خانۂ دلکو — یہ وہ کعبہ نہیں جو پھر کبھی ہو تعمیر کے قابل

اصلاح تم پچھتاؤ گے ڈھا کر ہمارے کعبۂ دلکو — یہ وہ کعبہ الخ

سید زاہد حسین صاحب زاہد۔ رئیس سہارنپور۔

زاہد یارب بتان ہند جو اسدرجہ سخت ہیں — انکے مگر بنائے ہیں دل سل تراش کے

اصلاح- ایسے جو سنگدل ہیں الٰہی بتان ہند　　انکے جگر بنا ہے ہیں دل سل تراش کے

بیان میں زرا روانی آگئی اور سنگدل سے مضمون مصرع ثانی کا ثبوت قوی ہو گیا

امیر فقیر ۱۸۸۶ء

زاہد- اسطرح محفل میں کیوں آئے کہ رسوائی ہوئی　　بال بکھرے مسی چھوٹی آنکھ شرمائی ہوئی

اصلاح- کیوں بھری محفل میں یوں آئے کہ رسوائی ہوئی　　بال بکھرے الخ

سلاست بیان کے غرض سے بدلا گیا اور کوئی سقم نہیں تھا-

زاہد- اُف وہ جوبن ابھرا ابھرا چال اٹھلائی ہوئی　　اٹھتی پڑتی ہی جوانی جوش پر آئی ہوئی

اصلاح- اف ترا جوبن یہ ابھرا چال اٹھلائی ہوئی　　ابلی پڑتی ہی- الخ

سلاست بیان کے غرض سے بدلا گیا- اور کوئی سقم نہیں تھا ۱۸۸۶ء

زاہد- گل میں جو تمسا ناز نہیں ہی نہیں سہی　　اچھا بگڑتے کیوں ہو تمھیں ناز نیں سہی

اصلاح- نازک جو تمسے پھول نہیں ہیں نہیں سہی　　اچھا بگڑتے الخ

گل کی صفت نازک چاہیئے اور تمسا ناز نہیں کی جگہ تمھارا سا ناز نہیں چاہیئے-

زاہد- تم کہتے ہو کہ زاہد ونکا کام کیا یہاں　　یونہی تو میں بھی زاہد ہوں زاہد نہیں سہی

اصلاح- تم کہتے ہو کہ کام یہاں زاہد ونکا کیا　　یوں ہی- الخ

زاہد ونکا نون دبتا تھا اسلئے بدلا گیا　　امیر فقیر- اپریل ۱۸۸۶ء

زاہد- دم بوسہ ہوئی خواہش یہاں تک　　کہ ہمنے لب تو لب چوسی زباں تک

اصلاح- دم بوسہ بڑھی خواہش یہاں تک　　کہ ہمنے لب الخ

مضمون مابعد کی ترقی بڑھی سے خوب ظاہر ہوتی ہی-

زاہد- نہ بڑھ اے آہ جا کر لامکاں تک　　خدا سے ڈر بس اب آگے کہاں تک

اصلاح ٹھہر اے آہ جا کر لامکاں تک — خدا سے ڈر بس اب آگے کہاں تک

ٹھہر میں زیادہ سلاست ہے — امیر فقیر اکتوبر ۱۸۹۸ء

زاہد جب یہ پوچھا دھیاں کیا بالکل مرا جاتا رہا — بولے جھنجھلا کر کہ ہاں جاتا رہا جاتا رہا

اصلاح جب کہا کیا دھیان بالکل ہی مرا جاتا رہا — بولے ۔ الخ

روانی کے لئے بدل دیا ہے ۔

زاہد ۔ آہ ہمسے دوستوں نے دشمنی کی اسقدر — دشمنوں کی دشمنی کا سب گلہ جاتا رہا

اصلاح دوستوں نے دوست بنکر دشمنی کی اسقدر — دشمنوں کی ۔ الخ

بیان میں سلاست اور بندش میں ذرا چستی آگئی اور الفاظ کا تناسب بھی ٹھیک ہو گیا

فروری ۱۹۰۰ء

زاہد تقاضا ہے کہ اک دل اور دو اور اسپہ یطرہ — کہیں سے لا کے دو چوری کرو جا ہو کہیں ڈھونڈھو

اصلاح تقاضا ہے کہ اک دل اور دو ہم بیکے چھوڑینگے — کہیں سے الخ

(اسپہ یطرہ) کا مقام نہیں ہے دوسرے مصرع میں اسی (اک دل اور دو) کا تکملہ ہے اسپر جداگانہ مضمون سے ترقی نہیں ہے مصرعٔ اولی کی ترمیم سے معشوقانہ ضد اور مچلنے کا اظہار ہو گیا

زاہد گیا جو وقت اسے سمجھو گیا ۔ پھر کر نہیں آتا — نہ پاؤگے نہ پاؤگے کہیں دیکھو کہیں ڈھونڈھو

اصلاح گیا جو وقت وہ پھر کر نہیں آتا نہیں آتا — نہ پاؤگے نہ پاؤگے الخ

مصرعٔ ثانی میں جو (نہ پاؤگے) کی تکرار مفید تاکید ہے اُسکے مقابل مصرعٔ اولی میں (نہیں آتا) کی تکرار زیادہ مناسب و موزوں ہے — امیر فقیر ۱۲۔ نومبر ۱۸۹۹ء

زاہد ۔ صدقے اس لطف کے کیا لطف ہے یارب تیرا — اپنے ہر بندے کو دو وقت برابر دینا

اصلاح ۔ صدقے اس دین کے کیا دین ہے یارب تیری — اپنے ہر بندے کو الخ

چونکہ دوسرے مصرع میں برابر دینے کا بیان ہے اسلئے پہلے مصرع میں بھی دین کی تعریف زبان و تناسب الفاظ کے لحاظ سے مستحسن و مطبوع ہے

امیر فقیر ۷- اپریل ۱۸۹۰ء

زاہد۔ یہ ضعف ہے کہ پانو مرا اب تو راہ میں　　اٹھتا ہے ہاتھ رکھ کے سر دوش نقش پا

اصلاح یہ ضعف ہے کہ پانو مرا اب قدم قدم　　اٹھتا ہے الخ

تناسب الفاظ کے علاوہ قدم قدم دوسرے کے دوش پر ہاتھ رکھکر اٹھنا غایت ضعف کو ظاہر کرتا ہے۔

زاہد۔ زاہد نے نقش پائے صنم کو مٹا دیا　　کچھ ایسے ہوش اڑے نہ رہا ہوش نقش پا

اصلاح زاہد نے الخ　　کچھ شوق سجدہ میں نہ رہا ہوش نقش پا

نقش پائے صنم کے مٹانے کی علت پوشیدہ تھی شوق سجدہ نے ظاہر کر دیا اور احترام نقش پا اور پرستش بیخودی شوق بھی ثابت ہو گئی

امیر فقیر ۲۶- فروری ۱۸۹۱ء

زاہد۔ بدن میں آگ بھڑک جائے جس سے وہ شے لا　　دو آتشہ کوئی کھنچوا کے ساقیا ے لا

اصلاح۔ بدن میں الخ　　دو آتشہ کوئی سرجوش ساقیا ے لا

ترکیب ذرا اور تیز ہو گئی۔

امیر فقیر ۲۴- جولائی ۱۸۹۱ء

زاہد۔ ہاتھ تک اُسکے جو ہو دست رس جام شراب　　کیوں نہ اُس ہاتھ سے ہو پھر ہوس جام شراب

ہاتھ تک الخ　　کیوں نہ میخوارونکو ہو پھر ہوس جام شراب

دوسرے مصرع میں (ہاتھ سے) کی جگہ (میخوارونکو) بنا دیا ہے کیونکہ لطف اسی قدر ہی تو شعر میں ہے کہ جب جام شراب کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُسکے ہاتھ تک پہونچا ہے تو ایسے جام شراب کی ہوس میخواروں کو کیوں نہو اور جب (اس ہاتھ) کہنے گا تو جام شراب کے اُس ہاتھ تک پہونچنے کا کیا فائدہ رہیگا۔

زاہد۔ قافلے ہوش کے رخصت ہوئے میخواروں سے — شب جو میخانے میں کھڑکا جرسِ جام شراب

اصلاح۔ قافلے ہوش کے الخ — سنکے میخانے میں شور جرسِ جام شراب

جرس کا کھڑکنا فصحا نہیں کہتے اسلئے بدلا گیا۔ امیر فقیر ۲۰۔ جنوری ۱۸۹۲ء

زاہد۔ ساقیا لاکھ پلا جام پس جام شراب — نہ مٹے گی نہ مٹے گی ہوس جام شراب

اصلاح۔ ساقیا لاکھ الخ — نہ مٹی ہے نہ مٹے گی ہوس جام شراب

(نہ مٹے گی نہ مٹے گی) سے محض زمانہ آیندہ پایا جاتا تھا اب گزشتہ و حال و آیندہ سب زمانے آ گئے۔

زاہد۔ چاٹتا رہتا ہے پیالے ہی کو میخانے میں — بن گیا شیخ تو بالکل مگسِ جام شراب

اصلاح۔ کیا بری چاٹ ہے چاٹے ہی چلا جاتا ہے — بن گیا شیخ تو الخ

مصرعۂ اول میں پیالے کی چنداں ضرورت نہ تھی معہذا بندش بھی ذرا چست ہو گئی۔

امیر فقیر ۱۲۔ فروری ۱۸۹۳ء

زاہد۔ شہرے ہے نزاکت سے یہ دھوکا ہے انہیں بھی — جھک جھک کے وہ خود اپنی کمر دیکھ رہے ہیں

شہرے ہے نزاکت سے یہ دھڑکا ہے انہیں بھی — جھک جھک کے الخ

اس محل پر دھوکے سے دھڑکا زیادہ موزوں ہے۔ امیر فقیر ۱۱۔ فروری ۱۸۹۳ء

زاہد۔ کم نہیں درد مے صاف سے ساقی ہرگز — شیشۂ قلب پہ زنگِ ہوس جام شراب

اصلاح۔ درد مے عالم مستی میں نظر آتی ہے — شیشۂ قلب پہ گرد ہوس جام شراب

مے صاف میں درد کہاں۔ اور زنگ کو آئینے سے علاقہ ہے نہ شیشے سے

زاہد۔ مست و مدہوش سے امید ہدایت ہے عبث — رہنما کب ہے صدائے جرس جام شراب

اصلاح۔ کیا خرابات نشینوں سے ہدایت کی امید — رہنما کب ہے الخ

جام تو دوسروں کو مست کرنیوالا ہے خود مست و مدہوش نہیں۔ امیر فقیر ۲۵ اگست ۱۸۹۳ء

زاہد۔ وفور سوزش دل سے بدن میں آگ لگی — یہ آگ گھر کی جو پھیلی وطن میں آگ لگی

اصلاح بڑھی جو قلب کی سوزش بدن میں آگ لگی — یہ آگ گھر کی الخ

ردانی ترکیب کی وجہ سے بدلا گیا معہذا سوزش قلب کا بڑھنا آگ پھیلنے کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ امیر فقیر ۲۲ جون ۱۸۹۴ء

زاہد۔ عرق جبیں بت شعلہ رنگ پر یوں ہے — عیاں ہو آگ میں جیسے طلائے خام کی بوند

اصلاح عرق جبیں الخ — بھڑکتی آگ میں جیسے طلائے خام کی بوند

"عیاں ہو" سے "بھڑکتی آگ میں" زیادہ گرمی و زور ہے۔

زاہد۔ ہوا ہے سرد مجھے سوز دل شراب چلے — پڑے اگر کوئی ابر سیاہ خام کی بوند

مینھ کی بوند۔ پانی کی بوند سب درست مگر ابر کی بوند مستعمل نہیں امیر فقیر ۳۰ ستمبر ۱۸۹۴ء

تحریر مابعد۔ ابر کی بوند بے شک شعرا نے اور شاہ نصیر اور داغ نے کہا ہے۔ اس سے یہ غلط نہیں کہا جا سکتا لیکن اپنی اپنی پسند ہے زبانوں پر مستعمل نہونے سے میری طبیعت اسکو پسند نہیں کرتی اور اگر آپ اپنے کلام میں لکھنا چاہتے ہیں تو چنداں مضائقہ بھی نہیں۔

زاہد۔ جگر کو گرمی بنت عنب نے پھونک دیا — حلال کر دیگی زاہد کو یہ حرام کی بوند

جگر کو گرمی الخ — حلال کر گئی زاہد کو یہ حرام کی بوند

کردے گی۔ کی بجائے اول کا گرنا ناپسند کر کے اسکی جگہ کر گئی ابنانا ٹھیک سا ہے

امیر فقیر ۱۹ دسمبر ۱۸۹۵ء

زاہد۔ ٹپک ٹپک کے نہ سرعندلیب رہ جائے — صبا قفس میں نہ پیغام ہمیں دے لا

اصلاح ٹپک ٹپک کے الخ — صبا چمن میں نہ پیغام ہمیں دے لا

چمن و دے خزاں کے معنے ہیں شعر کے معنی اس صورت میں بھی درست ہو سکتے ہیں۔ مگر ماہہائے بہار اگر ہوتے تو وہ بلبل کی بیتابی کے واسطے زیادہ تر مناسب ہوتے جیسا کہ شعرا کہا کرتے ہیں آپ بجائے قفس کے چمن کر دیا گیا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ بلبل جو چمن میں مصروف عیش بہار ہے اسکو آکر پیام خزاں نہ سنا مبادا امر شکستہ بیٹک کر مرجائے۔

آمیر فقیر ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۸ء

زاہد۔ سنگ در حرم پہ اسے جا کے کیا رگڑیں | جو سر کہ گھس چکا ہے ترے سنگ در کی چوٹ
اصلاح۔ سنگ در حرم پہ لئے کیا جھکائیے | جو سر کہ الخ

رگڑیں اُس میں آپ تخفیف کاف کو نفی خلاف فصاحت جانتے ہیں۔

زاہد۔ وہ جو رنگ رنگ کے نقش تھے وہ عمارتیں جو عجیب تھیں | ہاں صرف اب ہیں کھنڈر پڑے نہ وہ نقش ہے نہ نگار ہے
وہ جو رنگ رنگ کے الخ | کھنڈر اب وہاں نظر آتے ہیں نہ وہ نقش ہے نہ نگار ہے

الفاظ ہندیہ میں سے آخر کا حرف گرتا ہے بیچ کا حرف نہیں گرتا فلہذا وہاں کی تصحیح کر دی گئی۔

جنھیں شوق نام و نشان تھا یہی فکر تھی یہی دھیان تھا | انھیں یوں فلک نے مٹا دیا نہ نشاں ہے نہ مزار ہے
جنھیں شوق تھا کہ نشاں رہے کوئی یادگار مکان ہے | انھیں یوں الخ

اضافت کی حالت میں اعلان نون جائز نہیں۔ امیر فقیر ۱۲ جولائی ۱۸۹۹ء

زاہد ارم ہو حرم ہو و یا دیر ہو | ہمیں صرف ذوق نظر چاہیئے
ارم ہو حرم ہو کہ بتخانہ ہو | ہمیں صرف الخ

ویا اب بالکل متروک ہے اس جگہ صرف یا بولتے ہیں یا کا کاف سے کام لیجئے جو یا کے معنی میں آتا ہے۔

زاہد۔ حقیقت ہی ہر نی الحقیقت مجاز نگاہ حقیقت نگر چاہیئے۔
حقیقت الخ مگر دیدۂ حق نگر چاہیئے
یہ دونوں مصرعے اچھے ہیں مگر تناسب الفاظ کے لحاظ سے مصرعۂ اول اول ہے۔

امیر فقیر ۱۲۔ جولائی ۱۹۰۶ء

زاہد۔ حیران ہوں اسد عجب آفات ہے تیری پوشیدہ نگاہوں سے بھی اور نور نظر بھی
اصلاح۔ حیران ہون الخ پوشیدہ نگاہوں سے بھی اور پیش نظر بھی
نگاہوں سے پوشیدہ کے مقابل پیش نظر چاہیئے نور نظر ہونے سے سامنے ہونا تو بنایا گیا
زاہد۔ شب ہو چکی پیری کی نمایاں ہے سحر بھی اٹھو کہیں زاہد کہ ہے درپیش سفر بھی
اصلاح۔ شب ہو چکی الخ بیدار ہو زاہد کہ ہے درپیش سفر بھی
بیدار ہو کہنا زیادہ مناسب مقام ہے اور اٹھو کے ساتھ کہیں کچھ بے ضرورت بھی تھا
زاہد۔ تھا کون جو سنکر مرے مرنیکو نہ رویا ہاں ایک وہ کافر کہ ہوئی آنکھ نہ تر بھی
اصلاح۔ تھا کون الخ ہاں ایک وہ کٹر کہ ہوئی آنکھ نہ تر بھی
بیدردی اور سنگدلی کٹر کہنے سے زیادہ واضح ہو گئی معہذا آنکھ کی بھی صفت ہے۔
زاہد۔ گو خوش ہوں یہ سنکر کہ ہے تم سے بھی محبت نشتر سے سوا کر گئی ہے کام "مگر" بھی
اصلاح۔ گو خوش ہوں یہ سنکر ہمیں تم سے بھی ہے الفت نشتر سے الخ
بندش زرا صاف ہو گئی اسلئے بدل دیا ورنہ اور کوئی عیب نہ تھا۔ شعر ہذا کی ردیف نے کیا لطف دیا ہے۔ بارک اللہ۔
زاہد وہ کہتے "مگر" چپ ہیں اقرار سے ہیں کچھ کم نہیں انکار سے انکی یہ مگر بھی
اصلاح۔ وہ چپ ہیں اقرار "مگر" کہتے ہیں توبتا کچھ کم نہیں۔ الخ

تمام قافیے نے کیا لطف دیا ہے ۔ سبحان اللہ

زاہد ۔ مرغان گلستاں پہ بلا کچھ تو ہے آئی — سونا ہے چمن پھرتے ہیں اُڑتے ہوئے پر بھی

اصلاح مرغان گلستاں پہ بلا آئی ہے کچھ تو — سونا ہے چمن الخ

زاہد ۔ تقدیم و تاخیر سے ترکیب ذرا صاف ہو گئی ۔

زاہد ۔ دھڑکا شب تاریک لحد کا ہی نہیں ہے — سنتے ہیں کہ اس شب کی قیامت ہے سحر بھی

اصلاح ۔ دھڑکا شب تاریک لحد ہی کا نہیں ہے — سنتے ہیں ۔ الخ

ہی کلمہ لفظ لحد کے بعد چاہیے ۔ سبحان اللہ کیا شعر ہوا ہے ۔ امیر فقیر ۳۰ ۔ دسمبر ۱۸۹۹ء

زاہد ۔ یوں عیاں تر دامنی سے پاکدامانی ہوئی — مے بھی پی تو جامۂ احرام میں چھانی ہوئی

اصلاح ۔ یوں بہم تر دامنی سے پاکدامانی ہوئی — مے بھی پی الخ

تر دامنی و پاکدامانی کا اکٹھا ہونا عیاں ہونے سے زیادہ لطیف ہے ۔

زاہد ۔ ہے اگر غیرت نہ آئیگی حیا پھر وصل میں — رات اس ناخواندہ مہمان کی مہمانی ہوئی

اصلاح ۔ باحیا ہے تو نہ آئیگی حیا پھر وصل میں — رات اس الخ

ترکیب ذرا صاف ہو گئی اور لفظی تناسب بھی ہو گیا

زاہد ۔ دبگئی چوٹی جو کروٹ میں تو بول اٹھکر کہا — کیوں مری پیچھے پڑی ہے کیوں تو دیوانی ہوئی

اصلاح دبگئی چوٹی جو کروٹ میں تو جھنجھلا کر کہا — کیوں مرے الخ

جھنجھلا کر زیادہ مناسب اور صاف ہے ۔ امیر فقیر ۲۲ ۔ جولائی ۱۹۰۰ء

ظہیر ۔ خم سند کھدیا لا کر اگر مانگی پیالی ہے — خدا رکھے مری ساقی کو کیا ہی ظرف عالی ہے

اصلاح ۔ خم ہی رکھدیا ہے لا کر جب مانگی پیالی ہے — خدا رکھے الخ

دونوں جگہ فعل بھی یکساں ہو گیا اور ترکیب بھی صاف ہو گئی ۔

زاہد۔ بڑھا جاتی تھی خم کے خم کبھی اور اب حالت یہ ہی — دوا کیطرح پی جاتی فقط آدھی پیالی ہے

اصلاح۔ بڑھا جاتے تھے الخ — دوا کیطرح پی جاتی کوئی آدھی پیالی ہے

فقط سے کوئی زیادہ اچھا ہی کیونکہ فقط سے تعین مقدار ضمناً ہوتا ہی اور کوئی سے تقریباً۔

امیر فقیر ۱۲۔ مارچ ۱۸۹۹ء

زاہد۔ واقف نہیں کوئی مرے انداز بیاں سے — جو ہی وہ یہاں بولتا ہی اپنا ہی بھاکا

اصلاح۔ واقف نہیں الخ — ہر شخص یہاں بولتا ہی اپنا ہی بھاکا

بیان و ترکیب زرا صاف ہوگئی — امیر فقیر۔ ۲۔ اپریل ۱۸۹۹ء

زاہد۔ جب کہتا ہوں بھلا دل وں تھیں کیا دیکھکر — ہنس کے فرماتے ہیں وہ اپنا کلیجا دیکھکر

اصلاح۔ جب یہ کہتا ہوں الخ — ناز سے کہتے ہیں وہ اپنا کلیجا دیکھکر

اس محل پر ناز زیادہ موزوں ہے۔

زاہد۔ ہائے خم پر آج زاہد خم ہیں کیوں انسے کہو — آپ یہ سجدہ کدھر کرتے ہیں قبلا دیکھکر

اصلاح۔ ہائے خم پر حضرت زاہد ہیں خم کہدے کوئی — آپ یہ سجدہ الخ

بیان و ترکیب کی صفائی کے لئے بدل دیا۔

زاہد۔ تیغ ناحق کھینچتے ہو دم ہی بسمل میں نہیں — ہاتھ روکو کیا ستم کرتے ہو۔ ہا ہا۔ دیکھکر

اصلاح۔ تیغ کسپر تولتے ہو دم ہی بسمل میں نہیں — ہاتھ روکو الخ

تولنے میں جو خوبی ہی وہ کھینچنے میں نہیں۔ ماشاء اللہ چشم بددور کیا قافیہ اور کس خوبی سے نظم کیا ہی۔ اب تو آپ زبان اور محاورات خوب ہی لکھتے ہیں۔ امیر فقیر یکم اکتوبر ۱۸۹۹ء

زاہد۔ مانع ہیں مرے قاضی و مفتی و محتسب — پیدا ہوئے ہیں حلق کے دربان نئے نئے

اصلاح۔ مانع ہیں مرے شحنۂ قاضی و محتسب — پیدا ہوئے الخ

مفتی فتویٰ دیدیتا ہی روکنے کے لئے شحنے کا ہونا ضروری تھا قافیہ نئے پہلو سے کہا ہی۔ بارک اللہ۔

امیر فقیر ۱۰۔ مارچ ۱۹۰۰ء

زاہد۔ ادائیں یہ ساقی کی زاہد کو بھائیں | کہ جھٹ توڑ بیٹھا وہ وبندار توبہ

بھانا پسند آنا کے معنی میں فصحائے لکھنو نہ بولتے ہیں نہ لکھتے ہیں اگر اہل دہلی بولتے ہیں تو آپ شوق سے لکھیئے توسیع زبان کا بھی آپ کو بہت خیال ہے۔

امیر فقیر ۲۶۔ اگست ۱۹۰۰ء

حکیم برہم صاحب اڈیٹر و پروپرائٹر اخبار مشرق گورکھپور

برہم۔ غضب کی شوخیاں کرنے لگی ہے | نظر کس سے ارے ظالم لڑی ہے
اصلاح۔ غضب کی الخ | ارے ظالم نظر کس سے لڑی ہے
برہم۔ نکلتی ہی نہیں دل سے یہ ظالم | نظر انداز سے ایسی گڑی ہے
اصلاح۔ نکلتی ہی الخ | نگاہ یار کچھ ایسی لڑی ہے
برہم۔ درباں سے پوچھتا ہی یہ دشمن کہ سچ بتا | کل تک یہاں پڑا تھا وہ بیمار کیا ہوا
اصلاح۔ درباں سے پوچھتا ہی یہ عیسی نفس بتا | کل تک یہاں پڑا تھا جو بیمار کیا ہوا
برہم۔ ہوحق کی اب صدا ہی نہ شور نشاط ہی | تیرا عروج خانہ خمار کیا ہوا
اصلاح۔ ہوحق کی اب صدا ہی نہ جوش نشاط ہی | سنسان کیوں ہی خانہ خمار کیا ہوا
برہم۔ پھولو میں غیر کے تو نہیں وہ چلا گیا | باسی گلے کا ہار ترے یار کیا ہوا
اصلاح۔ پھولو میں غیر کے تو نہیں لگ گیا کہیں | اترا ہوا گلے کا ترے ہار کیا ہوا
برہم۔ آبرو گر کے تو قدمو نپہ بڑھانا اپنی | دیکھکر انکو نہ اے اشک فنا ہوجانا
اصلاح۔ آبرو لوٹا کے قدمو نپہ بڑھانا اپنی | دیکھکر اُن کو۔ الخ

برہم۔ ہوگئی غیر اسے دیکھ کے حالت میری ‏‏ جان جاتی ہے کہ آتی ہے طبیعت میری

اصلاح۔ ہوتی ہے غیر اسے دیکھ کے حالت میری ‏‏ جان جاتی ہے الخ

برہم۔ کسکے حسن کے پرتو نے کردیا مہتاب سا ‏‏ جو آج برق سر طور تلملاتی ہے

اصلاح۔ یہ کسکے حسن کے پرتو نے کردیا بیتاب ‏‏ جو آج الخ

برہم۔ بہت قریب مگر ہے بہار کا موسم ‏‏ کلی کلی مرے دامن کی مسکراتی ہے

اصلاح۔ بہت قریب ہے شاید بہار کا موسم ‏‏ کلی کلی الخ

جناب عابد حسین صاحب عابد سہسوانی

عابد۔ دل کیا دیا ہے پہلو سے نقد وفا دیا ‏‏ ہم خود بگڑ گئے مگر اُن کو بنا دیا

اصلاح۔ دل کیا دیا خزانۂ نقد وفا دیا ‏‏ ہم خود بگڑ گئے الخ

عابد۔ سبب نہ پوچھو سبب کلیجے پہ داغ کھانیکا ‏‏ نتیجہ ہے یہ حسینوں سے دل لگانیکا

اصلاح۔ سبب پوچھو الخ ‏‏ یہ پھل ملا ہے حسینوں سے دل لگانیکا

عابد۔ نکلا ہے ابھی مرا جنازہ ‏‏ یہ بھی کوئی وقت ہے خوشی کا

اصلاح۔ ہے آنکھوں کے سامنے مری لاش ‏‏ یہ بھی کوئی وقت ہے ہنسی کا

عابد۔ نظر اُنسے لڑا کے دیکھ لیا ‏‏ دل پہ تلوار کھا کے دیکھ لیا

اصلاح۔ نظر اُنسے الخ ‏‏ برچھیاں دل پہ کھا کے دیکھ لیا

عابد۔ تھام کر ہم جگر کو بیٹھ گئے ‏‏ تمنے جب آنکھ اٹھا کے دیکھ لیا

اصلاح۔ ہم کلیجا پکڑ کے بیٹھ گئے ‏‏ تمنے جب الخ

عابد۔ بدگماں کیوں ہے تو دیکھ نہ لو داغ وفا ‏‏ چاک کرتے ہیں ابھی ہم جگر و دل اپنا

اصلاح۔ بدگماں کیوں الخ ‏‏ ہم ابھی چاک کیے ڈالتے ہیں دل اپنا

عابد۔ رکھنا اچھی طرح دیکھو یہ نہ کھونے پائے — دیتے ہیں اپنی نشانی تمھیں ہم دل اپنا

اصلاح۔ کھو نہ دینا کہیں اے جان وعدہ کرلو — دیتے ہیں الخ

عابد۔ خبر کچھ ایسی سنائی ہے جا کے حیرتناک — کہ نامہ بر اٹھے وہ نامہ بر کو دیکھتے ہیں

اصلاح۔ بہم ہوئی ہے خدا جانے گفتگو کیسی — کہ نامہ بر الخ

عابد۔ تری گلی سے پھرا ہے اسی گھڑی سے ہم — پھرا ہوا نظر نامہ بر کو دیکھتے ہیں

اصلاح۔ تری گلی سے یہ کیا دیکھکر پھر آئے کہ ہم — پھرا ہوا الخ

عابد۔ نہ ہم آبرو نہیں دلکی ہم آرزو نہیں — داغ دل عدد نہیں دی ہمیں مٹائے کیوں

اصلاح۔ عزت و آبرو نہیں حسرت و آرزو نہیں — داغ دل عدد الخ

عابد۔ داب دینے سے غرض لاش ہماری یارو — دیر کی خاک سہی کعبہ کی مٹی نہ سہی

اصلاح۔ ہے غرض لاش کی پیوند زمیں ہو سو — دیر کی۔ الخ

عابد۔ نزع کیوقت کوئی غیر نہ پہچانیگا — موت کے پردے میں کر جاؤ عیادت میری

اصلاح۔ نزع کیوقت الخ — موت کے بھیس میں کر جاؤ عیادت میری

عابد۔ یہی غمخوار ہے اپنا شب تنہائی میں — داغ کو ہمنے کلیجہ سے لگا رکھا ہے

اصلاح۔ یہی دلسوز ہے اپنا شب تنہائی مین — داغ کو الخ

عابد۔ دفن کر کے مجھے ہٹ جاؤ کہ تم سے پہلے — نوحہ گر میری لحد پر سر ساماں ہونگے

اصلاح۔ دفن کر کے مجھے ہٹ جاؤ کہ تم سے چھپکر — نوحہ گر الخ

عابد۔ جس نے پہلو سے دل چرایا تھا — اب وہ آنکھیں چرائے جاتا ہے

اصلاح۔ اس نے پہلو سے دل چرایا تھا — یہ جو آنکھیں چرائے جاتا ہے

عابد۔ دیکھے دینے میں جھگڑا ہے نہ قضا کوئی — بس غرض یہ ہے کہ چھوڑے نہ تقاضا کوئی

اصلاح۔ دلکے دینے الخ   بات اتنی ہی کہ چھوڑ ہی نہ تقاضا کوئی
عابد۔ غسل تکفیں کو ہم بعد فنا یہ سمجھے   یار نہلاتے ہیں پوشاک بدلنے کیلئے
اصلاح۔ دم تکفیں جو دیا غسل تو ہم یہ سمجھے   یار نہلاتے الخ
عابد۔ گرمیاں وصلت کی یاد آئیں جو فرقت میں کبھی   دل جلانیکو ہماری داغ حرماں ہوگئیں
اصلاح۔ ہجر میں جب یاد آئیں وصل کی وہ گرمیاں   دل جلانیکو ہماری آہ سوزاں ہوگئیں
عابد۔ دیکھتے ہی جلوۂ رخسار حیراں ہوگئیں   آتے ہی آگے ترے دیوانی پریاں ہوگئیں
اصلاح۔ دیکھتے ہی الخ   تیرا سایہ پڑتے ہی دیوانی پریاں ہوگئیں
عابد۔ طرہ وجیغہ و سرپیچ ہیں طرفہ لیکن   طرہ خوبی میں ہے ان تینوں کے اوپر سہرا
اصلاح۔ طرہ وجیغہ و سرپیچ ہیں سب بڑھ کے   دلکے لینے میں مگر طرہ ہے سب پر سہرا
عابد۔ نہیں ہلتا یہ ہوا سے ترے رخ پر سہرا   پڑھ رہا ہے سبق مصحف اطہر سہرا
اصلاح۔ نہیں ہلتا یہ الخ   پڑھ رہا ہے سبق مصحف انور سہرا
عابد۔ نامہ ہمارا دیکھ کے اسنے عتاب میں   قاصد کا سر اتار کے بھیجا جواب میں
اصلاح۔ نامہ ہمارا الخ   قاصد کے ہاتھ کاٹ کے بھیجے جواب میں

جناب حکیم عابد علیصاحب کوثر۔ خیر آبادی ہ

کوثر۔ بند محرم کے نہ کس کر باندھو   دیکھو یہ فتنے ابھر آئیں گے
اصلاح بند محرم کے الخ   اور یہ فتنے ابھر آئیں گے
کوثر۔ کہا جو اسنے عنایت کبھی کبھی ہوگی   بگڑ کے بولے اگر جان پر بنی ہوگی
اصلاح۔ کہا جو۔ الخ   تو ہنس کے بولے کہ جب جان پر بنی ہوگی
کوثر۔ مری خوشی سے عدو کو ملال ہوتا ہے   مری ملال سے اس شوخ کو خوشی ہوگی

اصلاح. مجھے ملال سے اپنے ملال ہے تو یہ ہے — کہ میرے رنج سے اغیار کو خوشی ہوگی
کوثر. لحد پہ چادر گل رنت نئی پڑی ہوگی — ہماری قبر دلہن کیطرح سجی ہوگی
اصلاح. لحد پہ چادر گل زور اک نئی ہوگی — ہماری قبر الخ
کوثر. کسے نہ رونے ہیں ای چشم تر اٹھا رکھنا — ذرا جو تھم گئے آنسو تو کرکری ہوگی
اصلاح. جھپک نہ جائے مری آنکھ ابر تر سے کہیں — زرا جو تھم گئے آنسو بڑی ہنسی ہوگی
کوثر. خدنگ ناز کے ٹھہرے دل و جگر طالب — جو تیر آئیگا کیا کیا کشاکشی ہوگی
اصلاح. خدنگ ناز کے طالب ہیں دل جگر دونوں — بڑی مزے کی کشاکش میں دل لگی ہوگی
کوثر. کبھی تو بیٹھیں گے زانو دبا کے خلوت میں — وہ دن بھی آئیگا انسے کھلی ڈلی ہوگی
اصلاح کبھی تو بیچ سے اٹھے گا شرم کا پردہ — کبھی تو انکی مری بے تکلفی ہوگی
کوثر. مری طرح مری شمع لحد بھی روتی ہے — تمام عمر میں شاید کبھی ہنسی ہوگی
اصلاح مری. الخ — مجھے تو یاد نہیں ہے کبھی ہنسی ہوگی
کوثر. ہمارے ہاتھوں نے لوٹی ہے وصل کی دولت — ضرور شرم و حیا انکی کوستی ہوگی
اصلاح شرارتوں سے جلایا ہے وصل میں اسکو — ضرور ان کی حیا ہم کو کوستی ہوگی
کوثر. نہوگا گوشۂ دل مہماں سے خالی — سدھاریگا جو الم غم کی چھاؤنی ہوگی
اصلاح. نہوگا گوشۂ الخ — سدھار گئی جو خوشی غم کی چھاؤنی ہوگی
کوثر. یاس و حسرت درد و غم رنج و الم — اے فلک اتنی مصیبت ایکدم کیو اسطے
اصلاح یاس و حسرت الخ — اے فلک اتنے مصائب ایکدم کیو اسطے
کوثر. جسقدر تقدیر میں ہے وہ پہونچتا ہے ضرور — سعی لاحاصل تلاش بیش و کم کیو اسطے
اصلاح جسقدر الخ — سعی لاحاصل ہے رزق بیش و کم کیو اسطے

کوثر۔ اقرار وصل پر وہ ڈھٹائی سے کہتے ہیں
لیکن ہاں رنج ہوگیا اقرار کیا ہوا

اصلاح۔ جب عہد وصل یاد دلاتا ہوں میں انھیں
کہتے ہیں مری جڑ ملوئی اقرار کیا ہوا

کوثر۔ کسکی خدنگ ناز نے گھایل کیا تجھے
ہر دم کراہتا ہے دل زار کیا ہوا

اصلاح۔ کسکی خدنگ الخ
کیوں تو کراہتا ہے دل زار کیا ہوا

کوثر۔ نظارۂ جمال سے غش کھاکے گر پڑے
تم کو خبر نہیں سر دربار کیا ہوا

اصلاح۔ موسیٰ نقاب اٹھتے ہی غش کھاکے گر پڑے
پوچھا تو ہوتا طالب دیدار کیا ہوا

کوثر۔ آنکھوں سے مثل باغ ارم چھپ گیا نہ ہو
کھلتا نہیں ہے آج در یار کیا ہوا

اصلاح۔ خلوت ہے کس سے لا تو خبر اے نگاہ شوق
کھلتا نہیں جو آج در یار کیا ہوا

کوثر۔ چسکا پڑی شراب کا واعظ کو تو کہوں
بندہ نواز برسوں کا انکار کیا ہوا

اصلاح۔ توبہ کیطرح ٹوٹ پڑے مے پہ شیخ جی
وہ اتقا کا پاس وہ انکار کیا ہوا

کوثر۔ ہم گر کے جھکے زمیں پر تو آئے وہ پوچھنے
ہر دم کراہتا تھا جو بیمار کیا ہوا

اصلاح۔ جب دم نکل چکا تو کہا اس مسیح نے
اب کیوں کراہتا نہیں بیمار کیا ہوا

کوثر۔ بادہ کشی کی ناک میں ہے نذر مے فروش
زاہد سے پوچھو خرقہ و دستار کیا ہوا

اصلاح۔ کیا کردیا لباس تقدس بھی رہن مے
زاہد سے پوچھو جبہ و دستار کیا ہوا

کوثر۔ نگاہ مہر سے وہ وصل کا انکار کرتے ہیں
یہی میٹھی چھری عاشق کے حق میں زہر قاتل ہے

اصلاح۔ نگاہ لطف انکی دیکھکر کہتا ہے دل مجھ سے
یہی میٹھی چھری الخ

کوثر۔ بھٹکے ماندے مسافر قافلہ چھوٹا مگر لٹی دلی
گھٹا گھنگھور اندھیری رات کالی کوسوں منزل آگے

اصلاح۔ بھٹکا ماندہ مسافر راہ گیسو میں مرا دل ہے
گھٹا الخ

کوثر۔ فسون ساحری میں سامری شاگرد خاص انکا
لگا دیتے ہیں وہ خشم نسمہ [illegible]

اصلاح۔ فنونِ ساحری الخ — فسونسازی میں چشمِ فتنہ زا استاد کامل ہے

کوثر۔ کہیں خود قیس بنکر نالہ و فریاد کرتا ہے — پہنکر حسن کا جامہ کہیں لیلیٰ محمل ہے

اصلاح۔ کہیں ہوتا ہے سرگرم فغاں قیس حزیں بنکر — پہنکر۔ الخ

کوثر۔ بشکل وامق محزوں کبھی دل تنگ و نالاں ہے — برنگ عارض عذرا کبھی وہ زیب محفل ہے

اصلاح۔ بشکل وامق نالاں کبھی ہوتا ہے فریادی — برنگ عارض الخ

کوثر۔ چھپانا راز الفت مارڈالنیوالو سے مشکل ہے — گواہ درد فرقت خود مری بیتابی دل ہے

اصلاح۔ چھپانا۔ الخ — گواہ درد الفت خود مری بیتابی دل ہے

کوثر۔ ایماں سمجھ کے مصحف رخ کو لیا جو چوم — انصاف کیجئے میں گنہگار کیا ہوا

اصلاح۔ قرآں سمجھ کے بوسۂ عارض اگر لیا — انصاف کیجئے۔ الخ

مولوی برکت اللہ صاحب رضاؔ فرنگی محلی لکھنوی

رضا۔ ہر گلی کوچے ترے ظلم کا شہرا ہوگا — ایسا قاتل تو مری قتل سے رسوا ہوگا

اصلاح۔ انگلیاں اٹھینگی وہ شہر میں شہرا ہوگا — ایسا قاتل الخ

حکیم محمد افتخار علیصاحب جگرؔ بسوانی

جگر۔ خوش نصیبی ہے جو لبریز ہوا ساغر عمر — لب بلب ہوتے ہی ساقی تری پیمانے سے

اصلاح۔ خوش نصیبی الخ — لب بلب ہو کے چھلکتے ہوے پیمانے سے

جگر۔ کسی بت کے یہ خستہ حالو نہیں ہے — جگر ہی تو اللہ والو نہیں ہے

اصلاح۔ کسی بت کے آشفتہ حالو نہیں ہے — جگر ہی الخ

جگر۔ تمھارے سامنے تو ہم انگوٹھی پہنے لیتے ہیں — ہمیں فرقت میں ظالم نشانی مار ڈالیگی

اصلاح۔ تمھارے۔ الخ — مگر فرقت میں یہ ظالم نشانی مار ڈالیگی

جگر۔ جاگا ہوں میں تو پوچھ رہا ہوں ہر ایک سے جو ہمکنار خواب میں تھے وہ کدھر گئے
اصلاح۔ چونکا ہوں میں تو پوچھ رہا ہوں ہر ایک سے جو ہمکنار الخ

جگر۔ اٹھنے کو روز حشر اٹھے میری آہ سے او سونیوالے تو نہ اٹھا خوابگاہ سے
اصلاح۔ اٹھنے کو لاکھ حشر اٹھے میری آہ سے او سونیوالے۔ الخ

جگر۔ کیوں دیکھتے ہو سوے فلک وہم ہے مجھے بجلی چرا نہ لے کہیں شوخی نگاہ سے
اصلاح۔ کیوں دیکھتے ہو سوئے فلک مسکرا کے تم بجلی چرا۔ الخ

جناب ضمیر حسن خانصاحب دل شاہجہانپوری

دل۔ جسکی قسمت میں کجی ہو وہ نہیں مٹ سکتی بل نکلجائے تری زلف کا ممکن ہی نہیں
اصلاح۔ جسکی خلقت میں کجی ہو وہ نہیں مٹ سکتی بل نکلجائے الخ

دل۔ جان و دل ناز کو نہ دینگے ہم مستحق نصف کی ادا بھی ہے
اصلاح۔ جان و دل دونوں دو نہ غمزے کو مستحق نصف الخ

دل۔ دل کی امید بر نہیں آتی موت آتی نظر نہیں آتی
اصلاح۔ دل کی الخ ہم کو آتی نظر نہیں آتی

دل۔ قیس پہنچا ہے دور ناقہ سوار گرد بھی اب نظر نہیں آتی
اصلاح قیس کیا دیکھتا ہے ناقے کو گرد بھی۔ الخ

دل۔ مجھ سے بیمار پر یہ ظلم و ستم تجھکو اے چارہ گر نہیں آتی
اصلاح مجھ سے بیمار پر یہ ظلم افسوس تجھکو اے الخ

دل۔ نکلجائیں گے اسطرح میرے ارماں کوئی آہ بن کر کوئی جان بن کر
اصلاح۔ نکلجائیں گے رفتہ رفتہ سب ارماں کوئی آہ۔ الخ

دل۔ یہ داغ کہتا ہے میں بھی ہوں کوئی چیز ضرور	جو دلمیں رکھتے ہیں عاشق چھپا چھپا کر مجھے
اصلاح۔ یہ داغ کہتا ہے میں بھی ہوں کوئی چیز ضرور	جو دلمیں الخ
دل۔ آبلوں کو پھوٹنے کا شوق ہے۔	ٹوٹتے رہتے ہیں نوک خار پر۔
اصلاح۔ آبلوں کو الخ	ٹوٹ کر گرتے ہیں نوکِ خار پر
دل۔ شمع تھی بالیں پہ وہ بھی ہے خموش	کون روتا ہے ترے بیمار پر
اصلاح۔ شمع تھی الخ	کون اب روئے ترے بیمار پر
دل۔ میخانہیں واعظ نے جو توڑے خم داغ	شیشہ کیطرح دل بھی مرا ٹوٹ گیا ہے
اصلاح۔ میخانہیں واعظ نے جو ٹپکا ہے زمیں پر	شیشہ کی۔ الخ
دل۔ جو کچھ تھا یہاں پہلے ہی وہ لیگیا غمزہ	اِک جان ہی باقی تھی تو وہ نذر ادا ہے
اصلاح۔ جو کچھ الخ	اِک جان ہی باقی تھی وہ اب نذر ادا ہے

جناب سید تصدق حسین صاحب قرار شاہجہانپوری

قرار۔ دل جل بجھا ہے سوز تپ غم عیاں نہیں	یا رب یہ کیسی آگ ہے جسمیں دھواں نہیں
اصلاح۔ دل جل بجھا الخ	یہ کس غضب کی آگ ہے جسمیں دھواں نہیں
قرار۔ سجدہ دبا رہے ہیں ہمیں تختۂ لحد	ہم جانتے ہیں زیر زمیں آسماں نہیں
اصلاح۔ کیا کیا دبا رہے ہیں ہمیں تختۂ لحد	ہم جانتے ہیں الخ
قرار۔ تری ناوک دانے یہ نہ کہہ کہ کچھ خطا کی	جو ہے دلنشین عاشق وہ جگر کے پار ہوتا
اصلاح۔ تری ناوک دانے یہ نہ کہہ کہ کچھ کمی کی	جو ہے الخ
قرار۔ حلق پر خنجر وہ پھیریں گے قرار	یوں تری حسرت نکالی جائیگی
اصلاح۔ حلق پر الخ	دل کی حسرت یوں نکالی جائیگی

قرار۔ جان کر زلف پریزاد کا مائل مجکو ‏ چھوڑے بیٹھے ہیں اسیران سلاسل مجکو
اصلاح۔ جان کر گیسوی پرپیچ کا مائل مجکو ‏ گھیرے بیٹھے ہیں اسیران سلاسل مجکو
قرار۔ ٹپکتا ہے نگاہ شرمگیں سے ‏ اٹھائیگی کوئی فتنہ زمیں سے
اصلاح۔ ٹپکتا ہے الخ ‏ اٹھیگا اب کوئی فتنہ زمیں سے
قرار۔ احباب چارہ ساز بنی ہیں شب فراق ‏ تبدیل ہو نہ صورت زخم جگر کہیں
اصلاح۔ ہمدرد چارہ ساز بنی ہیں شب فراق ‏ تبدیل ہو۔ الخ

نظم و نثر جناب امیر مرحوم

شعر المراد من الشعر قیل ہو عبارۃ عن الکلام الموزون المقفیٰ والقی بعضہم لفظ المقفیٰ، پس قافیے کی قید کے رفع ہو جانے سے جیسا کہ بعض کا مشرب ہی بلینک ورس بھی داخل شعر ہو جائے گی۔ پھر اس پر متکلم کا بالارادہ موزوں کرنا اضافہ ہوا جس سے بعض آیات کلام الٰہی جو موزوں واقع ہوئی ہیں، حد شعر سے خارج ہو گئیں۔

شعراے فارس کے نزدیک شاعری تخیل کا نام ہی۔ نظامی عروضی سمرقندی چہار مقالہ میں لکھتا ہی "شاعری صناعتےست کہ شاعر بداں صنعت اتساق مقدمات موہومہ کند والتیام قیاس نتیجہ، براں وجہ کہ معنی خرد را بزرگ کند و بزرگ را خرد و نیکو را در لباس زشت و زشت را در حلیۂ نیکو جلوہ دہد۔ و با ایہام قوتہاے غضبانی و شہوانی برانگیزد تا بداں ایہام طبع را انبساطے و انقباضے بود و امور عظام را در نظام عالم سبب گردد"

ارسطو کے نزدیک شعر عبارت ہی مصوری اور نقالی سے، فرق صرف یہ ہے کہ مصور مادی اشیاء کی تصویر قلم سے کھینچتا ہے، اور شاعر ہر قسم کے خیالات اور جذبات اور احساسات کو الفاظ سے دکھاتا ہی۔

شعر کا اثر فطری ہی کیونکہ وہ مصوری اور موسیقی سے مرکب ہی اور یہ دونوں اثر کرنیوالے ہیں۔ شاعر جانتا ہی کہ جب وہ شعر کہتا ہی تو عالم تصور میں اول کسی خیال یا مضمون کی تصویر کھینچتا ہی اور پھر شعر گوئی کے وقت فطرتاً زمزمہ پیرائی بھی کرتا ہی یا گنگناتا ہی۔ جس سے طبیعت کو مدد ملتی ہے اور شعر آسانی موزوں ہو جاتا ہے۔

اسی طرح نثر بھی ایک طرح کی شاعری ہی۔ صرف وزن اور قافیے کی قید سے بری ہی۔ چنانچہ عربی کے خطبے دل آویزی میں نظم کی عشوہ پردازی سے کم نہیں ہیں۔ ظہوری کی رنگین نوائی اور علامی ابو الفضل کی دانش آرائی پر نظم قربان ہوتی ہے۔ اس بحث پر بہت کچھ خامہ فرسائی کی جا سکتی ہی لیکن ہم اب اصل مقصود یعنی جناب امیر کے کلام کیجانب متوجہ ہونا چاہتے ہیں۔

یہ بالکل سچ ہی کہ جناب امیر اردو زبان کے بڑے پایہ کے استاد، اور اس دور آخر کے باکمال شاعر بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ اس صدی کے میر و مصحفی تھے تمام ہندوستان میں مرحوم کی سخن سنجی اور معنی آفرینی کی دھوم ہی اور اکثر تلامذہ انکے فیض سخن سے کامیاب اور مراتب استادی پر فائز ہوے۔

استاد کے زمانہ میں اگر کوئی انکا مدمقابل تھا تو وہ مرزا داغ تھے۔ پس ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں استادوں نے فن شعر میں کہانتک کامیابی حاصل

کی ہے۔ اور ان کے رنگ کلام اور انداز طبیعت میں کیا فرق ہے۔

چونکہ یہ مجموعہ جناب امیر سے متعلق ہے اس لیے اول ہم ان کے کلام سے بحث کرتے ہیں۔

امیر | جناب امیر کو اگرچہ مرزا داغ کے مقابلے میں شہرت کم ہوئی لیکن معنی آشنا طبائع میں انھیں کا کلام مقبول ہوا۔ استاد کا دیوان اول مرآۃ الغیب اسیر و ناسخ یا اہل لکھنؤ کے رنگ میں ہے۔ اور صنمخانۂ عشق میں صفائی اور خوبی زبان کیطرف زیادہ توجہ فرمائی ہے۔

حضرت کی طبیعت میں جدت کم ہے اور کلام میں سوز و گداز بھی۔ البتہ شکوہ الفاظ متانت بیاں، اور شاعرانہ لطافت ان کے اشعار میں ایسی ہے کہ جو داغ کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔ وہ اصناف سخن پر قادر اور استاد ماہر ہیں۔ قصائد باشوکت و فر کہتے ہیں، اور سخنور باسرمایہ صاحب علم و فضل ہیں۔ داغ ان اوصاف سے معرا ہیں[۵]۔

آخر عمر میں استاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھکر زبان کی صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی اور اس میں وہ ایک حد تک کامیاب ہوے تاہم صنمخانۂ عشق کی جلوہ آرائی گلزار داغ کی شادابی کو نہیں پہونچی۔ واقعی بات یہ ہے کہ امیر کی استادی میں کلام نہیں کرسکتا لیکن اسیر کا تلمذ اساتذہ لکھنؤ کی ہم بزمی اہل لکھنؤ کے کلام کا پیش نظر رہنا، پھر لکھنؤ کی صحبت کا

---

[۵] مولانا حالی نے میری اس نگارش کی تائید کی اور فرمایا کہ "امیر کا کلام غلطی سے پاک ہے اور داغ غلطی کر جاتے ہیں" ثاقب

اثر، یہ سب امور مانع ترقی وکامیابی ہوے۔ اگر وہ دلی میں پیدا ہوتے۔ دلی کے ارباب کمال کی ہمنشینی میسر آتی، اساتذہ دہلی کا کلام سامنے رہتا اور شاہجہان آباد کی سوسائٹی سے مستفید ہوتے تو وہ سخنور بے مانند اور استاد ارجمند ہوتے۔ پھر بھی اکثر شعر انکے لاجواب ہیں مثلاً ؎

اُن کو آتا ہے پیار پر غصہ — مجھ کو غصے پہ پیار آتا ہے

باغباں کلیاں ہوں ہلکے رنگ کی — چاہیئے ہیں ایک کمسن کے لئے

بیمار غم کی حالت کچھ تم بھی جانتے ہو — ایک ایک غش کو دیکھو دو دو پہر کو دیکھو

باقی نہ کوئی دل میں آئی ہوس ہے — بارہ برس کے سن میں لاکھوں ہوس ہے

انگور میں تھی یہ پانی کی چار بوندیں — جسدن سے کھنچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے

یہ سب سہی، مگر کوئی شک نہیں کہ لکھنؤ کی شاعری بعد آتش وناسخ کے جناب مرحوم سے، اور دلی کی شاعری ذوق وغالب کے بعد مرزا داغ سے زندہ تھی۔ اب شاعری مرچکی اور ماتم باقی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نظم میں ان کی بلاغت اور استادی کے لئے برہان قاطع تضمین قصیدۂ استادی مرحومی جناب محسن کاکوروی ہے۔ اسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس پایہ کا وہ قصیدہ ہے اسکی تضمین کا حق حضرت مغفور ہی کو حاصل تھا۔ اور نثر میں انکی فصاحت اور قوت بیان کا اندازہ ان فقروں سے ہوتا ہے کہ جو بطور مثال امیر اللغات میں تحریر فرمائے ہیں۔ یہ فقرے نثر بلیغ کے نہایت پاکیزہ نمونے ہیں، اور ہر فقرہ ایک شعر کا ہم سنگ ہے۔

داغ۔ مرزا داغ مرحوم کی شوخ طبیعت نے ایک ایسا رنگ اختیار کیا جس کو

غزل کی جان اور اردو شاعری کی روح وروان کہنا سراسر انصاف ہے مذاقِ عام نے اس رنگ سے اپنے آپ کو خوب رنگا اور ہر طرف سے اس پر تحسین و آفرین کے پھول برسائے گئے۔

اعلیٰ جذبات اور خیالات سے استاد امیر کا کلام مالامال ہے۔ برخلاف اسکے ادنیٰ جذبات اور خیالات مرزا داغ کی شاعری کا سرمایہ ہے۔ داغ نے عشق سے مراد ہوسناکی اور نفس پرستی لی ہے اس لئے ان کی شاعری ہیچ جذبات عالیہ نہیں ہے۔ جذبات عالیہ کا تعلق حسن وعشق سے ہے اور داغ کے اشعار خواہشات نفسانی اور جذبات حیوانی سے لبریز ہیں، مرزا کی شاعری ادنیٰ ہے، البتہ زبان ان کے مضمون کے لئے جان ہے، زبان کی بے تکلفی اور شوخی عیاشانہ ان کی شراب کو دو آتشہ کر دیتی ہے۔

مگر اب کہ زمانہ کے ہاتوں قدیم شاعری کا دفتر آب رسیدہ اور گداختہ ہو چکا ہے، داغ سا شاعر بھی خاک ہندوستان کو نصیب ہونا دشوار ہے ؎

تو بھولنے کی چیز نہیں خوب یاد رکھ ۔۔۔ اے داغ کس طرح تجھے دل سے بھلائیں ہم[1]

[1] مولانا حالی فرماتے ہیں کہ جناب مفتی صدر الدین خانصاحب آزردہ دہلوی صاف شعر کو پسند کرتے تھے اور اس لئے اشعار داغ کے مداح تھے ۱۲ ثاقب

لطیفہ۔ پہلے یہ جان لینا چاہئے کہ مرزا داغ سیاہ فام تھے، تخلص کا رنگ بھی ایسا ہی تھا۔ مزاج میں ظرافت تھی، کلام شیریں تھا۔ اب سنئے۔

دلی میں یادگار رفتہ، مخدومی جناب کرم اللہ خانصاحب شیدا نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ تھا کہ حضرت حالی یہاں موجود تھے، مرزا داغ انھیں ایام میں رامپور سے رخصت لیکر دلی آئے۔ مولانا نے کوئی رقعہ مرزا کو بھیجا اور اسمیں یہ شعر خواجہ شیراز کا سرنامے پر تحریر فرمایا ؎

آن سیہ چردہ کہ شیرینی عالم با اوست ۔۔۔ چشم میگون، لب خندان، دل خرم با اوست ۔[illegible]

فراق مراتب جناب امیر کے کلام میں اگرچہ سوز وگداز کم ہے مگر مرزا داغ تو اس دولت سے بالکل ہی محروم ہیں۔

استاد کی جامعیت اور اصناف سخن پر قدرت ایک امر مسلم ہے اور اُن کے کامل الفن ہونے میں کوئی کلام نہیں، ان کی شاعری ہمارے لئے دلیل راہ ہوگی اور ان کی تصانیف سے ہمکو بہت کچھ امید نفع کی ہے۔

مرزا داغ کی غزل سے اگر ہم کچھ سیکھ سکتے ہیں تو وہ شوخی اور زبان کی صفائی ہے۔

اب ہم جستہ جستہ جناب امیر کا کلام مع مختصر نوٹ کے پیش کرتے ہیں۔

پست وبلند اشعار از مراۃ الغیب اگر لکھنؤ کی شاعری یا آتش و ناسخ کا انداز کلام دیکھنا، اور اس زمانہ کے خیالات اور احساسات کا پتا لگانا ہو تو مراۃ الغیب دیکھو لیکن میرا یہ انتخاب اہل دہلی کے مذاق کے موافق ہے۔ اور ایسے اشعار دیوان میں کم ہیں۔

مری ہی سامنے دامن اٹھا کر ناز سے چلنا ۔۔۔ مجھی سے پھر گلہ الٹا مری چاک گریباں کا

جگر کو دو کہ دل کو دو دن تباں اے ناوک قاتل ۔۔۔ کہ دو پیاسوں میں ہے یہ ایک قطرہ آب پیکاں کا

بہادیں میرے دلکو نہ لے درد کر تلاش ۔۔۔ مدت ہوئی غریب وطن سے نکل گیا

داور محشر کو بھائی میری اسکی چھیڑ چھاڑ ۔۔۔ چھیڑ کو پوچھا نکر، کیا ہوا، کیونکر ہوا؟

ہر جگہ جوش محبت کا نیا عالم ہوا ۔۔۔ آنکھ میں آنسو، جگر میں داغ دلمیں غم ہوا

رو کنا فرقت میں آنکھ نکا نہیں اچھا امیر ۔۔۔ چار دن کے ضبط میں دیکھو تو کیا عالم ہوا

ہوا شہید تبسم جگر کہ دل یارب ۔۔۔ گرہی تڑپ کے یہ بجلی کدھر نہیں معلوم

اے برق تو ذرا کبھی تڑپی ٹھہر گئی | یاں عمر کٹ گئی ہے اسی اضطراب میں

گم گشتہ دل کی تا بکجا جستجو کریں | ہاں اور دل ملے تو تری آرزو کریں

خنجر کو جوس جوس کے کہتے ہیں میرے زخم | ظالم مزے بھری ہوئی تجھ میں کہاں کے ہیں

وہ اور وعدہ وصل کا قاصد نہیں نہیں | سچ سچ بتا یہ لفظ انھیں کی زبان کے ہیں

مزا لے لیکے رگڑا ہی گلا شمشیر قاتل سے | برنگ زخم ہم ہنس ہنس کے روئے ہیں لہو برسوں

پتلیاں تک بھی تو پھر جاتی ہیں دیکھو دم نزع | وقت پڑتا ہی تو سب آنکھ چرا جاتے ہیں

کانٹوں سے کہو سنبھال لینا | آتا ہے غش ایک برہنہ پا کو

اس دل پہ ہزار جان صدقے | جس دل میں ہو آرزو تمھاری

سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل | کہ آسرا ترے امیدوار کھو بیٹھے

آنکھ کہتی ہی یہ دل سے کہ کریگی برباد | خواہش وصل تجھے حسرت دیدار مجھے

میں مٹ گیا تو وہ بھی مرے ساتھ مٹ گیا | سایہ سے خوب حق رفاقت ادا ہوا

کیا بلا تھی نگہ ہوشربا ساقی کی | اٹھ گئی آنکھ تو کوسوں کوئی ہشیار نہ تھا

قریب ہی یارو روز محشر چھپیگا کشتوں کا خون کیونکر | جو چپ رہیگی زبان خنجر لہو پکاریگا آستیں کا

مسٹر جسٹس سید محمود مرحوم نے اس شعر کو اپنے فیصلہ میں نوٹ کیا ہی [1]

زار ایسا میں ہوا بادیہ پیما ہو کر | ذرہ چاہے تو تحقکا دے مجھے صحرا ہو کر

دل و جگر دونوں جل گئے ہیں ذرا نگاہیں جہاں ملی ہیں۔

تمھارے سر سے ہیں لے بتو، کیا ایسی ہوئی بجلیاں ملی ہیں

میکش کے دل کا راز کسی پر عیاں نہیں | شیشہ کو دیکھ لو کہ دہن ہی زبان نہیں

[1] دیکھو اپیل فوجداری نمبر ۲۰ ہائیکورٹ الہ آباد سرکار بنام پھولے وغیرہ ویکلی نوٹس الہ آباد ۱۸۹۱ء صفحہ ۵

میکشو شیشۂ مے کی ہے حفاظت لازم | دیکھ پتھر تو کوئی ابر کے دامن میں نہیں

بت نبکی وقت نزع نہ بالیں پہ میری بیٹھ | ہوتا ہے آج خاتمہ گفت و شنید کا

شمع بالیں سے یہ کہدے اے صبا | سر پہ روتا ہے کوئی بیمار کے؟

اب اسی دیوان سے وہ اشعار لکھے جاتے ہیں کہ جن میں ترکیبیں دل آویز اور الفاظ شگفتہ نہیں، اور مضامین شان غزل کے خلاف ہیں، اور سوز و گداز جو غزل کے لئے ضروری ہے اس کا بھی نشان نہیں۔

کچھ لیگئے ہیں زاغ و زغن کچھ سگ ہما | لاش اپنی بعد مرگ ہے توشہ فرید کا

وہ یاد ابن ساقی کوثر میں مے پیوں | شامی کباب جن کے جگر ہو یزید کا

ہوں وہ مجنوں جھاڑتا ہوں جنگل میں سر اک صبح | رستہ جاروب مژہ سے کوچۂ زنجیر کا

حلقۂ گیسو میں پائی نقد دل دیکر جگہ۔ | دیدیا پہلے کرایہ خانۂ زنجیر کا

آواز صور سن کے کہا دل نے قبر میں | کس کی برات آئی یہ باجا کدھر بجا

بدل کے شکل ڈراتا ہے سانپ مجھے دشمن | مقام خوف نہیں اہو جو ہر شمشیر تبر کا

اب سیر باغ وصل کہاں اور ہم کہاں | گولر کا پھول یار کا سیب ذقن ہوا

لیلےٰ کے ناقے کو جو کیا ساربان نے تیر | سینے میں لوٹ کر دل مجنوں ہرن ہوا

بسمل تڑپ رہی ہیں نکلتا نہیں ہے دم | اک ہاتھ اور بھی نہ وہ قاتل لگا گیا

کہاں جاتا ہے اپنی فکر سے اس چشم کا مضموں | یقیں ہے صید ہوا ڈلا ہے گھوڑا ہمنے آہو پر

تیز تڑپتی ہے نظر اس ترک کی مجھ پر امیر | تل رہا ہے باز کیا گنجشک کے آزار پر

نشہ کے دوڑے ہیں یار کی آنکھوں میں ہیں امیر | یا چند سرخ پوش مکان سیاہ میں

مشاعرے سے حسیں کیوں نہ چھین لیجاتے | رباعیاں مری جو گوشیہ کلاہ ہیں تھیں

داغ کھا کھا کے کروں اپنی میں اوقات بسر | اسلئے دیتے ہیں، چھلّا وہ نشانی مجھکو
وہ چاٹ دوں کرے نہ مذمت شراب کی | واعظ کے منہ پہ مہر لگادوں کباب کی
لختِ دل رشتہ نکلتے ہیں اُچھل کے ساتھ | ہر مدِ آہ سیخ ہے گویا کباب کی
وقت تماشا نزاکتِ جاناں کو دیکھنا | موج آگئی جو لگ گئی ٹھوکر حباب کی

اِسیٔ زمین میں جناب محسن کاکوروی نے کسی زمانے میں طبع آزمائی کی تھی فرماتے ہیں:۔

حالت نہ پوچھیئے مری شیبِ شباب کی | دو کروٹیں تھیں عالمِ غفلت کے خواب کی
رُوے عرق فشاں پہ ہے سرخی شراب کی | شبنم سے ہے لگی ہوئی لَو آفتاب کی
ہونے نہ پائی خشک ابھی تر دامنی مری | محشر میں دھوپ ڈھلنے لگی آفتاب کی
اُن کو کبھی خیال ہوا میرا یہ وہم ہے | جاگیں مرے نصیب یہ باتیں ہیں خواب کی
دم توڑنے لگا جو نزاکت چشمِ نازنینؔ | رضواں نے روح کھینچ کے بھیجی شراب کی
محسنؔ بہت ہی سست لکھی تمنے یہ غزل | گویا کہ اس زمین کی مٹی خراب کی

ل؎ مولانا حالی نے اس مطلع کی اور نیز جناب محسن کے قصیدۂ نعتیہ کے اس مطلع کی ؎

مٹا نا لوحِ دل سے نقشِ ناموسِ اب وجد کا | دبستانِ محبت میں سبق تھا مجھ کو ابجد کا

بار بار تعریف کی، اور میرے قلم سے یہ دونوں شعر اپنی بیاض کے واسطے تحریر کرالئے۔

واضح ہو کہ جناب حالی قطع نظر اس کے کہ عربی، فارسی اور اردو کے مشہور ناظم و ناثر ہیں وہ سخن سنجی میں آج اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ مولانا شبلی نعمانی مجھ سے فرماتے تھے کہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ کسی استاد کے شعر کی میرے دلمیں بہت وقعت ہوئی ہے مگر جب میں نے اسے مولانا حالی کو سنایا اور انھوں نے اسکی پروانہ کی تو بس فوراً ہی وہ شعر میری نظر سے گر گیا ۱۲ ثاقب

از قصائد

در نعت شریف

الف آدم میں ہی ممدود احمد میں ہی بے مد کا — سبب یہ ہی کہ واں سایہ تھا یاں سایہ تھا قد کا
جو آنکھیں ہوں تو نام پاک سے پیدا ہی یکتائی — کہ آغوش احد میں جلوہ گر ہی میم احمد کا
وہی سایہ وہی قد تھا کہ تھی ظل خدا حضرت — جدا کرنا بہت دشوار ہے حرف مشدد کا
گماں ہوتا ہی جنت سے وہی اترا عبا ہو کر — ٹھا رکھا تھا جو اللہ نے سایہ محمدؐ کا

در بیان بہار

طوبیٰ سے جا کے خلد میں پیوند ہو گئی — ایسی بڑھی ہر ایک گل و یاسمن کی شاخ
اللہ رے بہار کہ رنگت میں بڑھ گئی — مرجاں کی شاخ سے بھی غزال ختن کی شاخ

در مدح عدل ممدوح

حکم آپ کا جس روز سے ہی محتسب شرع — ہی زخم کے بھی چور کو اندیشۂ تعذیر
عاشق کا دل آزار نہیں غمزۂ معشوق — اس درجہ ہی آوازۂ انصاف جہانگیر
دیوانۂ الفت کا ذرا دل جو گرا ہے — غل گیسوے محبوب کرے صورت زنجیر

در مدح اسپ ممدوح

تیزی کا تصور دل مجرم میں جو گزرے — ٹھہرانے سے قاصد کے نہ ٹھہرے کبھی تقصیر

تمہید در بیان شدت سرما

سرما میں آئے ابر کے لگے ورق ورق — آتشکدے کا پڑھنے لگے یخ نچے سبق
پیدا ہو طفل غنچہ تو برد عجوز بھی — آئے کہ نال کاٹنے کی میں ہوں مستحق
پہنچے نہ پہنچے لوگ بڑھائیں ضروریات — دکھلائے دور سے جو فلک آتش شفق

الکن ہیں سب کے سب یہ معلم کو ہے گماں　　پڑھتے ہیں کان پ کے لڑکے جو نام حق

از دیوان نعت

رخ آپ کا ہی مہر تو قد آپ کا ہے شمع　　پروانہ رات بھر ہوں میں ذرہ تمام دن

آئینہ ہے یہ پنجتن و چار یار کا　　نقطے ہیں چار حرف ہیں پانچ آفتاب کے

شہیدی کے مشہور قصیدہ نعتیہ پر جناب محسن نے طبع آزمائی فرمائی ہے حضرت امیر نے اس کو تضمین کیا ہے، اور حق یہ ہے کہ جس شان کا وہ قصیدہ ہے ویسی ہی اسکی تخمیس بھی ہے۔ ایسے بلیغ قصیدے پر ایسے پر زور مصرعے چسپاں کرنا استاد ہی کا کام تھا۔ دو بند اس تضمین کے لکھے جاتے ہیں۔

میں بسم اللہ آزادی ہوں سر پر تاج ہے مد کا　　الف آوارگی کا راست نقشہ ہے مرے قد کا

تجرد تختہ اول ہے میری مشق ابجد کا　　مٹا نا لوح دل سے نقش نا موس اب وجد کا

دبستان محبت میں سبق تھا مجھکو ابجد کا

دم تحریر تیرے ذوق سے بڑھ جائے تر دستی　　قلم کے نکلیں آنسو ہو یہ جوش خندہ شادی

شمول اشک شیرینی وات اتنی تو ہو بھیکی　　الٰہی پھیل جائے روشنائی میرے نامے کی

بڑھا معلوم ہو لفظ احد پر میم احمد کا

از گوہر انتخاب وغیرہ یہ دیوان مفردات ہے جس میں بعض وہ اشعار بھی داخل ہیں جو وقتاً بعد وقت تلف شدہ دیوان کے یاد آئے

سنہ ۱۳۰۱ھ کی تصنیف اور تاریخی نام ہے۔

اسقدر ہی دراز ہجر کی شب　　پر ترپنے سے جی نہیں بھرتا

غم اسکا حسرتوں نے لوچھا ہے میرے سینے میں　　کہاں ہو وہ جو دل نام اک یہاں بیمار رہتا تھا

حضرت عیسیٰ ابھی کیا دیکھتے ہو میری نبض — پہلے اسکو دیکھ آؤ پھر مجھے تم دیکھنا

پڑ گیا ہی کوئی ناسور جگر میں شاید — کہ مری آنکھ سے کل شب کو لہو پھر آیا

ہزار طرح کے ہوتے ہیں وہم ہم کو امیر — کسی کی آنکھ جہاں ہم پر آپ دیکھتے ہیں

میں جاگ رہا ہوں ہجر کی شب — پر میرے نصیب سو رہے ہیں

روتے ہیں ترے مریض پہروں — چھاتی سے لگا کے درد دل کو

مسجد میں بلاتا ہے ہمیں زاہد نافہم — ہوتا کچھ اگر ہوش تو میخانے نجاتے

دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں — دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

زبان ضعف پیری میں اب چلتی رہی — سحر ہو گئی شمع جلتی رہی

بڑی پیچ در پیچ تھی راہ دیر — خدا ہم کو لایا خدا لے گیا

نہ پھرا نامہ بر وہاں سے امیر — زندگی نے ہمیں جواب دیا۔

از صنمخانہ عشق

اس دیوان میں زبان کی صفائی کی جانب خاص توجہ فرمائی ہی اکثر ایک ایک زمین میں کئی کئی غزلیں لکھی ہیں۔

یہ آفتاب ہی گرم اس کی کبریائی کا — کہ ذرہ ذرہ ہے آئینہ خود نمائی کا

یار ادھر بدمست ہیں بیخود تکلف برطرف — ایسی صحبت میں جو آتا ہوش کیا دیوانہ تھا

واں نگاہیں تیز تیز اور یاں تھیں آہیں درد خیز — وصل کی شب اسطرف افسوں ادھر افسانہ تھا

نیند کے جھونکے چلے آتے تھے کیوں ہنگام ذبح — تیغ قاتل کی زباں پر کونسا افسانہ تھا

سنہ ۱۹۰۱ء میں راقم نے ایک مشاعرہ اپنے مکان پر بمقام آگرہ قرار دیا تھا اس صحبت کے لئے جناب مرحوم نے رامپور سے جو غزل ارسال فرمائی تھی اسی کے یہ شعر ہیں۔ چنانچہ ایک خط میں استاد نے اس غزل کی روانگی کا ذکر کیا ہی، وہ میرے

نام کے خطوط میں اس مجموعے میں ملیگا۔ اس شاعرے کیطرح میں جلال لکھنوی، میر مومن حسین مرحوم صفی امروہی شاگرد ذکی مرادآبادی، غلام محمد خاں رہا مرحوم اکبرآبادی تلمیذ اسیر ابن نظیر اکبرآبادی اور مرزا خانی رنج شاگرد خواجہ آتش لکھنوی نے بھی غزلیں کہی تھیں افسوس ہو کہ موت نے سب کو سلادیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کہا جب وصل میں میں نے کہ آنکھو لنسی لڑیں آنکھیں
تو بولے ہاں ابھی ارمان باقی ہو لڑائی کا

کیا رسوائے عالم چھپ کے پردیں مجھی تو نے
تری عصمت کے سر پر خون میری پارسائی کا

اسیر اک بات بھی واعظ نہیں کہتا خدا لگتی
خدا جانے بکا کرتا ہو کیا جھوٹا خدائی کا

بڑا ہو دیر سے مٹی خراب ہوتی ہے
لگا دو ہات جنازے کو پھر سنوار لینا

تڑپ کے منہ سے کلیجا نکل پڑے نہ اسیر
بہت جو درد اٹھے دل پہ ہاتھ دھر لینا

آفریں کہنے سے رک جاتا ہو قاتل میرا
لذت قتل گھٹا تا ہے بڑھانا دل کا

گرمیاں کرنیکا ہو خوب سلیقہ اُن کو
سیکھو آنکھوں کی شرارت سے جلانا دل کا

سر شب وزجو وحشت سے ہو چکر میں اسیر
یہ بھی شاید ہو قدم اس بت ہرجائی کا

ہاتھ میں نے جو بڑھایا تو کہا
بس بہت پاؤں نہ پھیلائے گا

تبسم ہو غنچوں میں پھولوں میں خندہ
چمن میں کوئی رنگ دیکھے ہنسی کا

گزرا مہ صیام وہی پھر ہے گرسنگی
دروازے میکدے کے کھلے کھل گیا النصیب

نالوں سے ہوا گر یہ گلشن جو ہے نکل
شبنم کے عوض رات کو تو نے جھڑی دھوپ

چٹکیاں لینے سے ڈٹیں وہ کریں تو انکار
داغ کچھ درد نہیں ہو کہ دکھا بھی سکوں

کس کے سر مار سیہ ہے یہ بار سفر
راہبر ان کوئی رہگزر میں نہیں

ان شوخ حسینوں پہ جو مائل نہیں ہوتا
کچھ اور بلا ہوتی ہو وہ دل نہیں ہوتا

جو نگاہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھ کیوں چرائی — وہی تیر کیوں نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا

غیر سے ہیں باتیں بھی عنایت کی نظر بھی — ہم کو دیکھے جاتے ہیں کنکھیوں سے ادھر بھی

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی — ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

کیوں ہنسے لب پر تبسم مجلس ماتم میں ہے — یہ ہنسی کیسی کیا مرے پھولوں میں آئی ہوئی

وہ گلعذار کہ ملتے تھے روز پھولوں میں — انھیں کی خاک شریک آج ہے بگولوں میں

کچھ اس انداز سے وہ ناز بھرے ہات چلے — آگئی نیند تہ خنجر قاتل مجھکو

ملنا تو کیا حنا کو لگائیں نہ ہات وہ — جب تک شریک خون ہمارا نہ ہو

گھڑیوں روے ہیں ہم آمیز لہو — زخم جو کوئی مسکرایا ہے

رکھتا نہیں ہیں پہ ہمارے خوشی سے پاؤں — شاید جواب خط کا نامہ بر میں ہے

مرتا ہے اسپ غیر بھی تو میں ہوں بیقرار — دشمن کے دل کا داغ بھی میرے جگر میں ہے

دل لگی سمجھے ہو دل کا آنا — جان جاتی ہے جب آ جاتا ہے

جو کہتا ہوں کہ میرا دم نکلتا ہے تو کہتے ہیں — ہمارے وصل کا ارماں تو یونہی نکلتا ہے

چمکتی نہیں ابر سے برق تاباں — لٹکتا ہے بر سے دامن کسی کا

وہ کیا جانے ہو دنی ہے کیسی جوانی — ابھی کھیلتا ہے لڑکپن کسی کا

اس دیوان میں کم وزن اور پست اشعار بھی ہیں۔ چند ان میں سے ہم یہاں لکھتے ہیں۔

چال وحشت کی کسی روز جو چل جاؤنگا — دو قدم میں میں دو عالم سے نکل جاؤنگا

مجھ سے کہتا ہے شب وصل یہ جوبن انکا — تیرے آغوش کے سانچے میں میں ڈھل جاؤنگا

چکنی چپڑی تری باتیں نہیں سنتا ناصح — ڈر رہا ہے کہ نہ سنبھلونگا پھسل جاؤنگا

حیا بولی ابھرا جو جوبن کسی کا — مٹا دونگی میں چلبلا پن کسی کا

مجھ تک کب آسکے گی سیاہ سزائے جرم — دریا ہے بیچ میں عرق انفعال کا

نزع کے وقت چھپائی تھیں نہ تمکو پلکیں — ڈوبتے وقت تو تنکے کا سہارا ہوتا

پلکیں[۵۷] چھپانا آنکھ چرانے کے معنی میں، مجھے اس محاورے کی تحقیق نہیں۔ اور استاد کے محقق ہونے میں کوئی شک نہیں۔

سنکر میں نصیحت نہیں لاتا جو حرارہ — اتنا ہے مجھے دھیان کہ جل جائیگا ناصح

سلیماں ہمکو یاد چشم گیسو نے بنایا ہے — ہما ہے طرہ میں شب ہجر تخت پریوں کے اترتے ہیں

شباب انکا غضب ہے ہاتھ پڑتا ہے جو سینے پر — نکلجاتا ہے منہ سے مار ڈالا ہائے مرتے ہیں

مرہم زخم جگر لائی وہ زبان شیریں — لب خنداں دکھا میں نمک افشانی دل

خوشامد جو کی میں نے جوبن کی بولا — ارے یار ہم بھی نکالے ہوئے ہیں

ہرن کب ہیں غصہ میں آنکھیں تمھاری — یہ دو شیر آنکھیں نکالے ہوئے ہیں

بلا کا بلانوش ہے دل ہمارا — غم دو جہاں دونو اسکے نوالے ہیں

نوالے قافیہ ہی مبتذل ہے۔ قافیہ کا انتخاب کرنا بھی ایک بات ہے اچھا اور نیا قافیہ ہو، یا ترکیب دیگر کوئی قافیہ لایا جائے تو شعر کیا غزل بھی شوخ ہو جاتی ہے مستعمل اور مبتذل قافیوں سے غزل کی شان دب جاتی ہے۔

نگہ شوق سے کہتی ہے یہ عفت اس کی — کہ اچھوتا مرا پنڈا ہے نہ چھو تو مجھکو

کیوں نہ مضمون ترے گوہر دنداں کے ملیں — طبع سنجیدہ کی ہاتھ آئی ترازو مجھکو

۵۷؎ مولانا حالی سے اس محاورے کی نسبت گفتگو ہوئی انھوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ بظاہر پلک اور تنکے کی تشبیہ کے سوا اور کوئی وجہ اس اختراع کی سمجھ میں نہیں آتی ۱۲ کاتب

دیدۂ تر سے کر کے ہم چشمی ۔۔۔ کیا سمندر نے غوطہ کھایا ہے

لقد طاعت جو روز کرتے ہیں ۔۔۔ خلد کا پیشگی کرایا ہے

ہمارے گھر میں جس دن ہوتی ہے اُس حور کی آمد ۔۔۔ چھچھوندر کٹھکو رہی آکر پر بجانے سے کستی ہے

اس قسم کے اشعار کو داخل دیوان نہیں کرنا تھا، مگر اکثر دیوانوں میں ایسے اشعار پائے جاتے ہیں، کوئی شاعر اس مجبوری کو اس طرح ظاہر کرتا ہے۔

شعر اگر اعجاز باشد بے بلند و پست نیست ۔۔۔ در ید بیضا ہمہ انگشت ہا یکدست نیست

بلند و پست اشعار داغ

اب ہم کچھ پست و بلند اشعار نواب مرزا خاں داغ کے بھی لکھتے ہیں مہتاب داغ ہمارے سامنے ہے انہیں سے بعض ابیات کا التقاط کرتے ہیں اگرچہ انتخاب اشعار داغ کا ہمارا قصد نہ تھا اس لیے کہ یہ مجموعہ استاد امیر کے متعلق ہے۔ لیکن چونکہ ہمنے جہاں حضرت امیر کے کلام سے بحث کی ہے وہاں پر مرزا داغ کی شعر گوئی کے باب میں بھی کچھ لکھنا پڑا ہے لہذا یہ اقتباس ان کے اشعار کا بے محل نہ ہوگا۔

نواب مرزا خاں داغ کے اچھے شعر جو مہتاب داغ سے انتخاب ہے۔

چڑھاؤ پھول مری قبر پر جو آئے ہو ۔۔۔ کہ اب زمانہ گیا تیوری چڑھانے کا

برا کہنے سے کہیے مدعا کیا ۔۔۔ یہ سنکر چپ رہیگا دوسرا کیا

بگڑ بیٹھے عبث ذکر عدو پر ۔۔۔ سنا کیا آپ نے میں نے کہا کیا

یہ نہ کہیئے کہ نہیں اہل وفا میری طرح ۔۔۔ نام اک شخص کا ہے میری زباں پر پھرتا

گلشن میں ترے لبوں نے گویا ۔۔۔ رس چوس لیا کلی کلی کا

فاتحہ پڑھنے بھی کوئی قبر پر آتا نہیں ۔۔۔ مر گیا میں کیا، کہ سب میری طرف سے پھر گئے

اک چیز ہو اس عالم ہستی میں بشر بھی
دنیا کا طلبگار بھی، دنیا سے حذر بھی

کیوں تجھے چپ لگی ہے اے قاصد
منہ سے تو جھوٹ کچھ لکھا بھی ہے

گو جانتا ہوں جھوٹ مگر اسکو کیا کروں
کھاتے ہیں پیار سے وہ قسم میری جان کی

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے
ایک میں ہوں اور خدا کی ذات ہو

شکوے کے بدلے کیا شکر ستم
پھر خفا ہیں کیا مزے کی بات ہو

جو کہی قاصد نے دل کو لگ گئی
یہ اسی کافر کے منہ کی بات ہو

آنکھیں چھپائیں ہم تو عدو کی نگاہ ہیں
پر کیا کریں کہ تو ہے ہماری نگاہ میں

مرزا داغ کے بعض پست اشعار بھی ملاحظہ ہوں۔

چھوڑ دنگا میں نہ ہاتھ چلے آؤ ساتھ ساتھ
نازک کلائی دکھتی ہو تو آستیں سہی

دیکھکر سانولی صورت تری یوسف بھی کہے
چٹ پٹا حسن نمکدار سلونا کیا ہے

جوش پر اور قیامت کی جوانی آتی
ہات میرا جو ترے سینے پر اکثر پھرتا

نہایت ہی فحش شعر کہا ہے۔

غیر ہو ناشاد کیوں کیسی کہی
چاہتا ہوں داد کیوں کیسی کہی

اس تمام غزل میں کوئی شعر قابل داد نہیں ہو۔

نہ پوچھ کچھ تھی کسی کی وہاں آؤ بھگت
تمھاری بزم میں کل اہتمام کس کا تھا

اس غزل کا حال بھی پچھلی ناشاد غزل کا سا ہو یعنی ایک شعر بھی دل آویز نہیں

نہ اندر کا اکھاڑا ہو نہ ایسی قاف کی پریاں
حسینوں کا تماشا خوب نینی تال میں دیکھا

دل مجبور کے نالوں سے جو ہو ہم آواز
سینہ پھٹ جائے ترا کیا تری چھاتی ہو گھٹا

نہ پوچھو اسے کون ہے کیا بتائیں
مگر ایک دیکھا ہے شیطاں سے بڑھ کر

ہات سے قتل وہ پاؤں سے پامال کریں | گھر ہی میں بیٹھے ہوئے حکم کیا کرتے ہیں

لطف کھائے جاتی ہے عشاق کی | حسینوں کو دنیا میں راحت نہیں
بڑی کشمکش میں ہے عہد وفا | کبھی ہے کبھی ان کی نیت نہیں

یہ شعر ادائے مطلب میں قاصر ہے۔

آجکل نالۂ بلبل میں بھی تاثیر نہیں | کیا عجب گل یہ پکارے کہ مرے کان گئے

کان گئے ، اِس محاورے کی تحقیق نہیں، مولانا حالی سے ذکر آیا، انھوں نے خود بھی سوچا اور فرہنگ آصفیہ میں بھی دیکھا مگر کچھ دریافت نہیں ہوا۔

اتفاق سے دلّی میں آکر میں نے ایک صاحب کی زبانی استاد امیر کا شعر مندرجہ ذیل سنا تو جس معنی میں انھوں نے "کان گئے" لکھا ہے وہ ضرور صحیح ہے ؎

چبھ گئی گونج جو بالی کی بگڑ کر بولے | ہات ٹوٹیں ترے مشاطہ مرے کان گئے

لیکن "کان گئے" "کان پھوٹ گئے" کے معنی میں محل تامل ہے۔

جانے نہ دوں گا آپ کو بے فیصلہ ہوئے | دل کے مقدمے کو ابھی چھان جائیے

یہ ٹھہری ہے آوارگان محبت | جناب خضر کی مقامی کرینگے

مقامی کرنا، خدا جانے کیا معنی ہیں، اس غزل کے تمام اشعار سوا اسکے کہ موزوں کہے جائیں اور کوئی داد ہم نہیں دے سکتے۔

کیونکر نکردوں شور مناجات سے توبہ | آغاز ہو جب چار گھڑی رات سے توبہ

توبہ کا آغاز ہو۔ المعنی فی بطن الشاعر ہے۔

اے فلک انکے علاوہ بھی حسیں ہیں کہ نہیں | جو زمانے میں ہیں مشہور نظر آتے ہیں

سینک دیتے آتش رخسار سے دلکی چوٹیں | عشق کی مار پڑی ہے ترے بیمار دنیر

یہ رشک لکھنوی کی تقلید ہے۔

تیری قسمت میں ستارے ہیں کہاں — کوڑیاں کیں تو نے چرخِ پیر جمع

حوروں کا انتظار کرے کون حشر تک — مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں

یہ شعر کسی دوسرے دیوان کا ہے مہتاب داغ میں نہیں ہے۔

مرزا[۱] داغ کا سرمایۂ علمی کم تھا مگر طبیعت با مذاق اور شوخ پائی تھی معلوم ہوتا ہے کہ آخر عمر میں پہلی سی کاوش وہ نہیں کرتے تھے اس لیے دکن چلے جانے پر ان کے اشعار کا رنگ کچھ اور ہی ہوگیا تھا ابتذال اور اہمال سے بھی آخر میں انکے اشعار محفوظ نہیں رہے۔

مرزا سے رخصت ہوتے ہوئے۔ انکا ایک مادہ تاریخ بھی سن لیجئے۔ نواب وقار الملک کی خطاب یابی کی تاریخ ہے "افزائش خطاب مبارک زیادہ باد"

امیر و داغ کے سہرے

حضرت زاہد نے یہیں دو سہرے لکھکر بھیجے ہیں، دونوں حضور نظام کے لیے لکھے گئے تھے۔ ایک استاد کا ہے دوسرا مرزا داغ کا۔ کچھ اشعار دونوں کے یہاں لکھے جاتے ہیں۔ اس زمین میں غالب و ذوق نے بھی سہرے لکھے ہیں۔

---

[۱] جب میں نے اشعار داغ کی یہ حالت دیکھی تو ایک روز مولانا حالی سے اس کا تذکرہ آیا وہ فرمانے لگے کہ "مرزا داغ کو اشعار کی پرکھ نہ تھی اور وہ خود اپنے اچھے اور بُرے شعر میں تمیز نہ کر سکتے تھے" میں کہتا ہوں یہی وجہ ہے کہ ان کے دیوان رطب و یابس سے مملو ہیں، کس کو فرصت جو ان سنگریزوں میں سے جواہر پاروں کو ڈھونڈھ کر نکالے۔ اور عروس فن کے لیے ایک خوشنما ہار ترتیب دے اِتناتبا۔

استاد مغفور

جگمگاہٹ میں ستاروں سے ہی بڑھکر سہرا
ہی کرن حور کے دامن کی یہ پرزر سہرا

ایسا تنتا نہیں خورشید سے پرزر سہرا
گوندھتا تار شعاعی سے ہی دن بھر سہرا

تجھسا نوشہ نہیں دیکھا ہی قسم کھاتا ہی
ہات رکھ رکھ کے ترے مصحف رخ پر سہرا

لوٹ عارض پہ کبھی ہی کبھی پیشانی پر
ایک صورت پہ ٹھہرتا نہیں دم بھر سہرا

واسطہ فیض کا ہی ساری خدائی کیلئے
شاہ ہی ظل خدا ظل پیمبر سہرا

ٹوٹ جاتی ہی بہی جاتی ہی کیا کیا ہی نثار
بدھی شانے پہ حمایل ہی سر پر سہرا

شوخ ایسا ہی کہ اڑتا ہی ہوا سے پاؤں
مجھکو حیرت ہی کہ باندھا گیا کیونکر سہرا

بھیج اس نظم کو دربار معلی پہ امیر
تیری قسمت کا بھی چمکیگا اختر سہرا

داغ مرحوم

یہ سجا آصف نوشاہ تجھی پر سہرا
عیش کا طرہ ہی شادی کا ترے سر سہرا

لاگ سے لڑتی ہی آ ایک لڑی مل مل کر
گل و گوہر کا جو ہی سہرے کے اوپر سہرا

گرمی حسن سے بیچین ہیں ساری لڑیاں
رخ نوشہ پہ ہوا کھائے نہ کیونکر سہرا

اپنے ہاتوں کی بھی لیتی ہی بلائیں مالن
کیسی اتراتی ہی شاہانہ بنا کر سہرا

کیا خوشی اسکو ہی پھولا یہ سماتا ہی نہیں
اپنے جامے سے ہوا جاتا ہے باہر سہرا

حق بجانب ہی اگر شاہ سے ہو داد طلب
تو لئے لے داغ کہاں سے بچا کر سہرا

چند ہم قافیہ غزلیں بھی دونوں استادوں کی ہم یہاں درج کرتے ہین جس سے فرق مراتب بخوبی واضح ہو جائیگا۔

امیر مینائی لکھنوی

سر کے وہ پاؤں ہو گئے جو ہمدوشِ نقشِ پا
فریاد کر اٹھے لبِ خاموشِ نقشِ پا

کیا جانے آئی شہرِ خموشاں سے کیا خبر
اب تک اسی طرف ہیں لگے گوشِ نقشِ پا

نسبت ہی راہِ عشق سے راہِ حرم کو کیا
یاں کثرتِ سجود وہاں جوشِ نقشِ پا

بیدردو جانیوالو ٹھہر جاؤ دم تو لو
کچھ تم سے کہتے ہیں لبِ خاموشِ نقشِ پا

یہ تو کہاں نصیب کہ ہاتھ آئیں وہ قدم
آغوشِ حور ہی مجھے آغوشِ نقشِ پا

رفعت سے تیرے خاک نشینوں کو کام کیا
افسر طلب نہیں سرِ مدہوشِ نقشِ پا

کیا چین سے ہیں خواب میں آسودگانِ خاک
دیتے ہیں یہ خبر لبِ خاموشِ نقشِ پا

وحدت کی جلوہ گاہ ہے یہ دشتِ خاک امیر
ہیں ایک چشم و گوش و بر و دوشِ نقشِ پا

ان شوخ حسینوں پہ جو مائل نہیں ہوتا
کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا

داغ دہلوی

دیکھو جو مسکرا کے تم آغوشِ نقشِ پا
گستاخیاں کرے لبِ خاموشِ نقشِ پا

شور اس خرامِ ناز کا محشر سے بڑھ گیا
کیا گوشِ خلق پھوٹ سے گئے گوشِ نقشِ پا

پھرتے ہیں بے قرار بہت تیری راہ میں
کہتا ہے صاف صاف یہی جوشِ نقشِ پا

تم شوخیوں سے پاؤں تو رکھو زمین پر
کھل کھیلتے ہیں اب لبِ خاموشِ نقشِ پا

یہ کون میرے پیچھے سے چھپ کر نکل گیا
خالی نہیں ہے فتنوں سے آغوشِ نقشِ پا

محشر میں وہ بھی فتنہ نہ دیکھیں گے اہلِ حشر
جو دیکھتے ہیں آپ کی مدہوشِ نقشِ پا

مٹ جائیگا مگر نہ کھلے گا یہ اے صبا
غنچے کا منہ نہیں لبِ خاموشِ نقشِ پا

روندی نہیں ہے آپ نے کیا قبرِ داغ کی
پھولوں کی چادروں سے چھپا جوشِ نقشِ پا

کیا لطفِ ستم یوں انھیں حاصل نہیں ہوتا
غصے کو وہ پیتے ہیں اگر دل نہیں ہوتا

امیر مینائی لکھنوی

خضرِ رہِ مقصود اگر دل نہیں ہوتا
منزل کا پتہ سینکڑوں منزل نہیں ہوتا

دھبا نہیں دیتا ہی لہو حسرتِ دل کا
اِس خون سے تر دامنِ قاتل نہیں ہوتا

ٹکڑے بھی ہی گل خون میں ڈوبا بھی ہی لیکن
اب بھی دلِ عاشق کے مقابل نہیں ہوتا

عاشق کی بہل جانیکو اتنا بھی ہی کافی
غم دل کا تو ہوتا ہی اگر دل نہیں ہوتا

اٹھنے کو کہے کوئی تو بجا تی ہی جی پر
اس بزم میں جانا مجھے مشکل نہیں ہوتا

حسرت سے ادہر اور اُدہر دیکھ رہا ہے
بھوکا تیرے دیدار کا سائل نہیں ہوتا

اڑتا بھی ہوا سے ہی تو اُڑتا ہی ادہر ہی
لیلےٰ سے الگ پردۂ محمل نہیں ہوتا

راحت کا نکلتا نہیں اسکے کوئی پہلو
مایوس بھی کمبخت مرا دل نہیں ہوتا

یہ شعر وہ فن ہی کہ امیر اس کو جو یہ تو
حاصل ہی ہوتا ہی کہ حاصل نہیں ہوتا

داغ دہلوی

ہیں اور شبِ تیرہ و صحرائے خطرناک
رہبر کا پتہ سینکڑوں منزل نہیں ہوتا

غمزہ بھی ہو سفاک نگاہیں بھی ہوں خونریز
تلوار کے باندھے سے تو قاتل نہیں ہوتا

جس آئینہ کو دیکھ لیا تھا ہے اسنے
اس آئینہ سے کوئی مقابل نہیں ہوتا

رکھ لوں ترے پیکاں کو کلیجے سے لگا کر
اپنا کبھی ہوتا ہی کبھی دل نہیں ہوتا

یہ داد ملی اسنے مجھے کاوشِ دل کی
جس کام کی عادت ہو وہ مشکل نہیں ہوتا

انکار تو کرتے ہو مگر یہ بھی سمجھ لو
بے وجہ کسی سے کوئی سائل نہیں ہوتا

منزل پہ جو پہونچے تو ہائے قیس کو لیلیٰ
ناقے سے جدا کیا کبھی محمل نہیں ہوتا

کیا عشق سے نفرت ہی کہ وہ پوچھ رہے ہیں
کوئی بھی وہ بستی ہی جہاں دل نہیں ہوتا

اے داغ کس آفت میں ہوں کچھ بن نہیں آتی
وہ چھینتے ہیں مجھ سے جدا دل نہیں ہوتا

امیر مینائی لکھنوی

ایکدل ہمدم مرے پہلو سے کیا جاتا رہا
سب تڑپنے تلملانے کا مزا جاتا رہا
چھوٹے وعدوں سے وہ راحت کا سہارا بھی گیا
وائے قسمت یاس کا بھی آسرا جاتا رہا
شربت دیدار سے تسکین سی کچھ ہو گئی
دیکھ لینے سے دوا کے درد کیا جاتا رہا
بے تکلف نشۂ مے نے تو ان کو کر دیا
پر وہ شرمیلی نگاہوں کا مزا جاتا رہا
بیخودی کا ہو برا محروم رکھا وصل سے
آپ جب آئے تو حرف مدعا جاتا رہا
تیری دشمن سوگ دشمن کا کریں جانے بھی دے
بوالہوس بدنام کن اچھا ہوا جاتا رہا
شوخیاں رگ رگ میں ہیں جمتا وہاں ہی کس کا رنگ
آتے آتے ہاتھ میں رنگ حنا جاتا رہا
آنے والا جانیوالا بیکسی میں کون تھا
ہاں مگر اک دم غریب آتا رہا جاتا رہا
گھورتے دیکھا جو ہمچشموں میں جھنجلا کر کہا
کیا لحاظ آنکھوں کا بھی او بیحیا جاتا رہا

داغ دہلوی

تو ہی اپنے ہاتھ سے جب دلربا جاتا رہا
دل کی بھی پروا نہیں جاتا رہا جاتا رہا
جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ سنگدل
جو بھروسا تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا
دل چرا کر آپ تو بیٹھے ہوئے ہیں چین سے
ڈھونڈھنے والا سے یہ پوچھے کوئی کیا جاتا رہا
مرگ دشمن کا زیادہ تم سے ہے مجھکو ملال
دشمنی کا لطف شکووں کا مزا جاتا رہا
ہو سکے مطلب نگاری کیا پریشاں طبع سے
ذہن میں آتے ہی حرف مدعا جاتا رہا
دیکھو دیکھو مجھ پہ برساتے رہو تیر نگاہ
صید جب دم آنکھ سے اوجھل ہوا جاتا رہا
کس قدر ان کو فراق غیر کا افسوس ہے
ہاتھ ملتے ملتے سب رنگ حنا جاتا رہا
اب کئی دن سے وہ رسم وراہ بھی موقوف ہے
ورنہ برسوں نامہ بر آتا رہا جاتا رہا
میں نے دیکھا انکی زلفوں کو تو فرمانے لگے
آپ کا دل کھل پڑا گم ہو گیا جاتا رہا

امیر مینائی لکھنوی

ہائے وہ صبح شب وصل انکا کہنا ناز سے
اب تو میری بیوفائی کا گلا جاتا رہا
آنکھ کیا ہے موہنی ہے سحر ہے اعجاز ہے
اک نگاہ لطف میں سارا گلا جاتا رہا
کھو گیا دل کھو گیا رہتا تو کیا ہوتا امیر
جانے دو اک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا

ترے عکس کا جو قاتل کبھی تجھپہ وار ہوتا
تو نثار ہونیوالا یہی جاں نثار ہوتا
مرے بسمیں یا تو یارب وہ ستم شعار ہوتا
یہ نہ تھا تو کاش دلپر مجھے اختیار ہوتا
میں زبانسے تمکو سچا کہو لاکھ بار کہدوں
اسے کیا کروں کہ دلکو نہیں اعتبار ہوتا
وہ مزہ دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہے یارب
مرے دونوں پہلوؤں میں دل بیقرار ہوتا

داغ دہلوی

اچھی صورت تکا کرتی تھی اکثر آنکھ
رہ گئیں آنکھیں مگر وہ دیکھنا جاتا رہا
حرص دامنگیر دنیا مال دنیا بے ثبات
جسقدر حاصل کیا اس سے سوا جاتا رہا
داغ کچھ درہم نہ تھا جسکا انھیں ہوتا خیال
ہو گیا گم ہو گیا جاتا رہا جاتا رہا

عجب اپنا حال ہوتا جو وصال یار ہوتا
کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا
کوئی فتنہ تا قیامت نہ پھر آشکار ہوتا
ترے دل پہ کاش ظالم مجھے اختیار ہوتا
جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا
تمھیں منصفی سے کہدو تمھیں اعتبار ہوتا
یہ مزہ تھا دل لگی کا کہ برابر آگ لگتی
نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا

بقیہ اشعار امیر مینائی رح

مر گیا جب میں تو ظالم نے کہا افسوس آج
ہائے ظالم ہائے ظالم کا مزا جاتا رہا
آیت لا تقنطوا اتری تو عاصی بول اٹھے
آج سب اندیشۂ روز جزا جاتا رہا
جب تلک تھی تم کشیدہ دل تھا شکووں سے بھرا
تم گلے سے ملگئے سارا گلا جاتا رہا

امیر مینائی لکھنوی

میں جیوں تو کس کا ہو کر نہیں دوست کوئی میرا
یہ جو دل ہے دشمن جاں یہی دوستدار ہوتا

دم رخصت اُنکا کہنا کہ یہ کاہے کا ہے رونا
تمھیں میری قسموں کا بھی نہیں اعتبار ہوتا

شب وصل تو جو بیخود نہ ہوا امیر جوکا
ترے آنیکا کبھی تو اُسے انتظار ہوتا

داغ دہلوی

مزہ ہے دشمنی میں نہ ہی لطف دوستی میں
کوئی غیر غیر ہوتا کوئی یار یار ہوتا

ترے وعدہ پہ ستمگر ابھی اور صبر کرتے
اگر اپنی زندگی کا ہمیں اعتبار ہوتا

تمھیں ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہے داغ کا دل
یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

میری خاک بھی لحد میں نہ رہی امیر باقی
انھیں مرنے ہی کا اب تک نہیں اعتبار ہوتا

نئی چوٹیں چلتیں قاتل جو کہیں دو چار ہوتا
کہ ادھر سے وار ہوتا تو ادھر سے پار ہوتا

پس مرگ کاش یونہی مجھے وصل یار ہوتا
وہ سر مزار ہوتا میں تہ مزار ہوتا

رہی آرزو کہ دو دو ترے تیر ساتھ چلتے
کوئی دل کو پار کرتا کوئی دل کے پار ہوتا

ترا میکدہ سلامت ترے خم کی خیر ساقی
مرا نشہ کیوں اترتا مجھے کیوں خمار ہوتا

مرے اتقا کا باعث تو ہے میری ناتوانی
جو میں توبہ توڑ سکتا تو شراب خوار ہوتا

میں ہوں نامراد ایسا کہ بلک کے یاس روتی
کہیں پا کے آسرا کچھ جو امیدوار ہوتا

نہیں پوچھتا ہے مجھکو کوئی پھول اس چمن میں
دل داغدار ہوتا تو گلے کا ہار ہوتا

ترے ناوک ادا سے کبھی ہارتا نہ ہمت
جگر اس سے آگے ہوتا تو جگر کے پار ہوتا

اثر اسقدر تو ہوتا مرے لوٹنے کا ان پر
کہ وہ کروٹیں ہی لیتے جو میں بیقرار ہوتا

مرا دل جگر جو دیکھا تو ادا سے ناز بولا
یہ ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا!

امیر مینائی لکھنوی

گھر میں تمھارے غیر سے جایا نہ جائیگا
آغوش نور میں کبھی سایا نہ جائیگا
دل گیسوؤں میں ہم سے پھنسایا نہ جائیگا
اس چاند کو یہ داغ لگایا نہ جائیگا
جلوہ ہی سے پلا دے مجھے ساقیا شراب
ہوں ناتواں جام اٹھایا نہ جائیگا
لاکھوں کو خاک میں تو ملادیگا آسماں
ظالم سے دو دلوں کو ملایا نہ جائیگا
مجھ روسیہ کو قبر میں رہنے دے ای کریم
یہ منھ کسی کو مجھسے دکھایا نہ جائیگا

داغ دہلوی

اس بزم میں شریک تو جایا نہ جائیگا
میں جاؤنگا اگر مرا سایا نہ جائیگا
دل لیکے اسکی بزم میں جایا نہ جائیگا
یہ مدعی بغل میں دبایا نہ جائیگا
اے حشر امتیاز کہ ہیں ہم شہید ناز
مردوں کیطرح[۱] ہم کو اٹھایا نہ جائیگا
دل کیا ملاؤگے کہ ہمیں ہوگیا یقیں
تم سے تو خاک میں بھی ملایا نہ جائیگا
جو دل دکھا رہا ہے مزا ہر گھڑی مجھے
آنکھوں سے سو برس بھی دکھایا نہ جائیگا

بقیہ اشعار صفحہ ۷۶

سر قبر آتے ہو تم جب بڑھا کے اپنا گہنا
کوئی پھول چھین لیتا جو گلے میں ہار ہوتا
ترے تیر کی خطا کیا مری حسرتوں نے روکا
نہ لپٹتیں یہ بلائیں تو وہ دل کے پار ہوتا
میں نثار تجھپہ ہوتا تو رقیب جان کھوتا
میں ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا
مرے دلکو یوں مٹایا کہ نشان تک نہ رکھا
میں لپٹ کے رو لیتا جو کہیں مزار ہوتا

۱ مصرع اول درست ہے مصرع ثانی میں البتہ یہ غلطی ہے کہ صیغۂ مجہول کے ساتھ علامت مفعول (کو) استعمال کی ہے یہ اسطرح ہونا چاہئے "مردوں کی طرح ہم اٹھائے نہ جائیں گے" یا "مردوں کی طرح ہمکو نہ اٹھائیں" ۱۲ ثاقب

۲ استاد نے جو مصرع ثانی میں "بھی" کو استعمال کیا ہے ہر چند کہ وہ بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت "ملایا نہ جائیگا" فعل مجہول کے مفہوم میں مستعمل نہیں ہوا ہے۔ بلکہ "ملانا ممکن نہ ہوگا" کے معنی میں آیا ہے ۱۲ ثاقب

امیر مینائی لکھنوی

لاؤں میں انسے دلمیں کدورت محال ہے
یہ لعل خاک میں تو ملایا نہ جائیگا

تیرے ہزار غمزے میں قاتل اٹھاؤنگا
خنجر کا تیرے ناز اٹھایا نہ جائیگا

دوزخ نے مجھکو دیکھکے مالک سے یہ کہا
مجھ سے تو یہ غریب جلایا نہ جائیگا

وہ غنچہ اس چمن میں مرا دل ہے اے امیر
بادِ بہار سے بھی کھلایا نہ جائیگا

داغ دہلوی

دشمن کے آگے سر نہ جھکے گا کسیطرح
یہ آسماں زمیں سے ملایا نہ جائیگا

فتنہ نہیں ہوں جسکو اٹھایا کرے فلک
مجھ سے گرے ہوے کو اٹھایا نہ جائیگا

زلفیں نہیں کہ شانے سے آراستہ کیا
بگڑا ہوا مزاج بنایا نہ جائیگا

اے داغ تجھکو رزق کی خواہش ہے جرخ سے
اتنا یہ غم کھلائیگا کھایا نہ جائیگا

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

دل میں خیال اُن آنکھوں کا لایا نہ جائیگا
مے خانہ گھر خدا کا بنایا نہ جائے گا

آہوں سے سوزِ عشق مٹایا نہ جائے گا
آندھی سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بے خود نہ کر وصال میں اے جلوۂ صنم
ہوں ناتواں پھر آپ میں آیا نہ جائے گا

پہنائے جنکو پھولونکے ہار انسے بعد مرگ
دو پھولوں سے کفن بھی بسایا نہ جائیگا

ترک ادب ہے انسے مٹاؤں جو داغ عشق
مسجد کا ہے چراغ بجھایا نہ جائے گا

کیوں ایس توڑتی ہو مرے دل کا آسرا
یہ گھر اُجڑ گیا تو بسایا نہ جائے گا

دکھلاکے سبکو دست حنائی وہ کہتے ہیں
عاشق کا یہ لہو ہے چھپایا نہ جائے گا

سو غمگسار لاکھ ہوں غمخوار آس پاس
دل میں جو درد ہے وہ بٹایا نہ جائیگا

دیدار یار کا نہ اٹھے گا مزا امیر
جب تک دوئی کا پردہ اٹھایا نہ جائیگا

امیر مینائی لکھنوی

لیا کسی نے جو نام دوائے درد جگر
تڑپ کے دل یہ پکارا کہ ہائے درد جگر
نہ کوئی دوڑنیوالا نہ مہرباں ہے طبیب
کہاں سے آئے الٰہی دوائے درد جگر
اٹھا کے آنکھ بھی دیکھا نہیں کسی کیطرف
ہوا کہاں سے یہ بیٹھے بٹھائے درد جگر
دیا ہے قسمت بد نے عجیب مرض ہے مرض
کہ درد سینے میں بھی ہے سوائے درد جگر
ہمارے دل کا وہی درد امیر کچھ سمجھے
ہوا ہو عشق میں جو مبتلائے درد جگر
اٹھیں وہ مجمع اغیار سے کیا بن کے بیٹھے ہیں
وہاں دشمن ہی سب اٹھتے ہوئے جوبن کے بیٹھے ہیں
یہ آہو چشم جتنے گھر کیوں نہیں نکلے بیٹھے ہیں
یہ سب مارے ہوئے ظالم تری چتون کے بیٹھے ہیں
عداوت ہمسے کیجاتی ہے پردہ میں محبت کے
اٹھا کر ہمکو وہ خود سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں
رہے ہیں وصل میں کیا کیا نیاز و ناز کے جھگڑے
کبھی ہم روٹھ کر اٹھے کبھی وہ من کے بیٹھے ہیں

داغ دہلوی

بیاں کس سے کروں ماجرائے درد جگر
جگر کو تھام کے کہتا ہوں ہائے درد جگر
مرے طبیب کو مشکل یہ سخت مشکل ہے
دوائے سوزش دل پھر بتائے درد جگر
اس انجمن میں اگر جم کے بیٹھ بھی جاؤں
ہزار مرتبہ اٹھ کر اٹھائے درد جگر
نہیں غزل کی ہے لے داغ یا شفا خانہ
سنا نہ کان سے ہمنے سوائے درد جگر
جو درد دل میں گرفتار تھا ترا بیمار
وہ رفتہ رفتہ ہوا مبتلائے درد جگر
بھویں تنی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں
کسی سے آج بگڑی ہے کہ وہ یوں بن کے بیٹھے ہیں
دلوں پر سیکڑوں سکے ترے جوبن کے بیٹھے ہیں
کلیجوں پر ہزاروں تیر اس چتون کے بیٹھے ہیں
الٰہی کیوں نہیں اٹھتی قیامت ماجرا کیا ہے
ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں
یہ گستاخی یہ چھیڑ اچھی نہیں ہے اے دل ناداں
ابھی پھر روٹھ جائیں گے ابھی وہ من کے بیٹھے ہیں

امیر مینائی لکھنوی

وہ آمادہ سنورنے پر ہم آمادہ ہیں مرنے پر
ادھر وہ بنکے بیٹھے ہیں ادھر ہم تن کے بیٹھے ہیں

ملا کر خاک میں بھی ہائے شرم انکی نہیں جاتی
نگہ نیچی کئے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہیں

علاقہ میرے دشمن سے نہیں جاتا نہیں جاتا
نہیں دشمن تو اب سوگ میں دشمن کے بیٹھے ہیں

ترے توسن سے جو آیا آفتاب حشر بھی سر پر
تو ہم سمجھے کہ سایہ میں ترے دامن کے بیٹھے ہیں

کڑی منزل ہے بوڑھوں کی جو ہو آئے تو یہ طے ہو
تھکے ماندے مسافر منتظر رہزن کے بیٹھے ہیں

نگاہ شوق ایسی پردہ در ہے کچھ نہیں کھلتا
کہ چلمن کے ادھر یا وہ ادھر چلمن کے بیٹھے ہیں

بگڑ کر جب وہ اٹھے ہیں تو دل بیٹھے ہیں لاکھوں کے
ہزاروں فتنے اٹھے ہیں جہاں وہ بنکے بیٹھے ہیں

وہ آئینہ میں پیاری شکل اپنی دیکھکر بولے
کہ یہ ہیں کون میرے گھر میں جو بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

وہی انصاف سے کہدیں کہ ہے کسکی جگہ اچھی
بغل میں انکی ہم پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

داغ دہلوی

اثر ہے جذب الفت میں تو کھنچکر آہی جائینگے
ہمیں پروا نہیں ہم سے اگر وہ تنکے بیٹھے ہیں

فسوں ہے یا دعا ہے یا معمہ کھل نہیں سکتا
وہ کچھ پڑھتے ہوئے آگے میرے مدفن کے بیٹھے ہیں

بہت رویا ہوں میں جب سے یہ میں نے خواب دیکھا ہے
کہ آپ آنسو بہاتے سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں

کھڑے ہوں زیر طوبیٰ وہ دم لینے کو دم بھر بھی
جو حسرت مند تیرے سایۂ دامن کے بیٹھے ہیں

تلاش منزل مقصد کی گردش اٹھ نہیں سکتی
کمر کھولے ہوئے رستے میں ہم رہزن کے بیٹھے ہیں

نگاہ شوخ و چشم شوق میں در پردہ چھنتی ہے
کہ وہ چلمن میں ہیں نزدیک ہم چلمن کے بیٹھے ہیں

یہ اٹھنا بیٹھنا محفل میں انکا رنگ لائیگا
قیامت بنکے اٹھینگے بھبوکا بنکے بیٹھے ہیں

کسی کی شامت آئیگی کسی کی جان جائیگی
کسی کی تاک میں وہ بام پر بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

قسم دیکر انہیں یہ پوچھ لو تم رنگ ڈھنگ اسکے
تمہاری بزم میں کچھ دوست بھی دشمن کے بیٹھے ہیں

امیر مینائی لکھنوی

عجب بے ساختہ ہی کیا کیا نئے گھر بنکے بیٹھے ہیں
کہیں بھادوں کے فریادی کہیں ساون کے بیٹھے ہیں
بڑی ہی قدرداں کانٹے ہیں صحرائے محبت کے
کہیں گاہک گریباں کے کہیں دامن کے بیٹھے ہیں
چھڑانا جان کا مشکل ہے کانٹوں سے علائق کے
یہاں سب کھینچنے والے مرے دامن کے بیٹھے ہیں

آزمائش میں جان لیتے ہیں
خوب آپ امتحان لیتے ہیں
ہوکے برباد تیرے خانہ خراب
لامکاں میں مکان لیتے ہیں

داغ دہلوی

کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائیں
عظیم آباد میں ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہیں
سبک ہو جائینگے گر جائینگے وہ بزم دشمن میں
کہ جبتک گھر میں بیٹھے ہیں تو لاکھوں من کے بیٹھے ہیں
یہ جوش گریہ تو دیکھو کہ جب فرقت میں رویا ہوں
در و دیوار اک پل میں مرے مسکن کے بیٹھے ہیں

صاف کب امتحان لیتے ہیں
وہ تو دم دے کے جان لیتے ہیں
یوں ہے منظور خانہ ویرانی
مول میرا مکان لیتے ہیں

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

اڑا لیجاتے ہیں عاشق کے دلکو سینہ زوری سے
غضب کے دو اچکے کھلبلیں میں جوبن کے بیٹھے ہیں
کسیکو تو نہ تاکا چوٹ آئی میرے ہی دل پر
نشانے ہی پہ سب ناوک تری چتون کے بیٹھے ہیں
اذیت سے نہیں خالی کوئی کام اپنا فرقت میں
اٹھے ہیں درد بنکر نقش حسرت بنکے بیٹھے ہیں
پڑی ہے آنکھ تیری بھی تو رونا مجھکو آتا ہے
تری محفل میں ہم تصویر حسرت بنکے بیٹھے ہیں
نہیں اے ماہوش یہ آسمانپر جابجا تارے
پتنگے کچھ تری شمع رخ روشن کے بیٹھے ہیں
امیر آتی ہے مجھکو شرم اس محفل میں کچھ پڑھتے
کہ میں ناقص ہوں اور کامل یہاں ہر فن کے بیٹھے ہیں

امیر مینائی لکھنوی

پھیر دیں دل نہیں جو اُن کو پسند
کیوں غریبوں کی جان لیتے ہیں
سوزِ دل اس پری سے کہنے کو
شمع سے ہم زبان لیتے ہیں
یہ ملا اوج خاکساری سے
کہ قدم آسمان لیتے ہیں
نقدِ دل دے کے مصرِ حسن سے ہم
کیا نکیلا جوان لیتے ہیں
چھوڑتے ہیں وہ سینے میں پیکاں
دلدہی کر کے جان لیتے ہیں
طعنے دیتے ہیں عشق میں بے مہر
چٹکیاں مہربان لیتے ہیں
ساتھ مستوں کے مفت میں قاضی
دخترِ رز کو سان لیتے ہیں
میری ہر بات پر ہیں سو سو عذر
غیر کی خوب مان لیتے ہیں
ہر قدم پر برنگِ نقشِ قدم
دم ترے ناتوان لیتے ہیں

داغ دہلوی

تم تغافل کرو رقیبوں سے
جاننے والے جان لیتے ہیں
پھر نہ آنا کوئی اگر بھیجے
نامہ بر سے زبان لیتے ہیں
اب بھی گر پڑکے ضعف سے نالے
ساتواں آسمان لیتے ہیں
تیرے خنجر سے بھی تو اے قاتل
نوک کی نوجوان لیتے ہیں
اپنے بسمل کا سر ہے زانو پر
کس محبت سے جان لیتے ہیں
یہ سنا ہے مرے لیے تلوار
اک مرے مہربان لیتے ہیں
وہ جھگڑتے ہیں جب رقیبوں سے
بیچ میں مجھ کو سان لیتے ہیں
ضد ہر اک بات پر نہیں اچھی
دوست کی دوست مان لیتے ہیں
منزلِ عشق طے نہیں ہوتی
ٹھکیاں ناتوان لیتے ہیں

امیر مینائی لکھنوی

پیر ہوتے ہیں جو شباب کے بعد
تیر دے کر کمان لیتے ہیں

وصل میں بھی جھجک نہیں جاتی
پھیر کر منہ وہ پان لیتے ہیں

نہیں ساقی یہ قلقل مینا
ہچکیاں نیمجان لیتے ہیں

سیکڑوں کو عروج مستی میں
ہاتھوں ہاتھ آسمان لیتے ہیں

ہر گلوری پہ چھیڑ ہے شب وصل
ہم یہ رخصت کا پان لیتے ہیں

ہائے وہ دن کہ گزر جاتی تھی شب باتوں میں
اب نہ باتوں میں مزا ہے نہ ملاقاتوں میں

لطف کیا آئے تکلف کی ملاقاتوں میں
کچھ رکھائی کے سوا بات نہیں باتوں میں

داغ دہلوی

یہ نہ کہہ ہم سے تیرے منہ میں خاک
اس میں تیری زبان لیتے ہیں

کون جاتا ہے اس گلی میں جسے
دور سے پاسبان لیتے ہیں

کر گزرتے ہیں ہو بری کہ بھلی
دل میں جو کچھ وہ ٹھان لیتے ہیں

مستعد ہو گئے یہ کہو تو سہی
آئیے امتحان لیتے ہیں

داغ بھی ہے عجیب سحر بیاں
بات جس کی وہ مان لیتے ہیں

راہ پر ان کو لگا لائے تو ہیں باتوں میں
اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

یہ بھی تم جانتے ہو چند ملاقاتوں میں
آزمایا ہے تمھیں ہم نے کئی باتوں میں

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

دم تو لیتے ہیں جان بوجھ کے پھر
بنکے انجان جان لیتے ہیں

تا تڑانی سے ہم حسینوں میں
چھانٹ کر دھان پان لیتے ہیں

ہم سند کے لیے لغت میں امیر
فصحا کی زبان لیتے ہیں

امیر مینائی لکھنوی

مسجدوں میں یہ ہو حق کے کہاں ہنگامے
رنگ توحید اچھلتا ہے خراباتوں میں

دل اڑا لیتے ہیں وہ کھول کے زلفوں کی لٹیں
دیکھو دن پھرتے ہیں چوروں کے اندھیری راتوں میں

چار ہی دن میں وہ بت دیکھیے کیا چل نکلا
کیسی قینچی سی زباں چلنے لگی باتوں میں

یہ سمجھ کر کبھی ناصح کی بھی سن لیتا ہوں
کہ اک بات نکل آتی ہے سو باتوں میں

وصل میں زلف سیہ نے جو کیا ہے اندھیر
یہ اندھیرا تو نہ تھا ہجر کی بھی راتوں میں

جب کہا نالہ و زاری میری دیکھو بولے
بجلیاں ہم نے بہت دیکھی ہیں برساتوں میں

ناز، ادا، آن، حیا، غمزہ، کرشمہ، شوخی
لے گیا دل کو اڑا کر کوئی ان ساتوں میں

واعظ اب چھیڑ کے رندوں سے سنا کرتے ہیں
کچھ مزا ملنے لگا ہے انھیں صلواتوں میں

دل دیا میں نے تو بولے کوئی بم بھیجی ہے
دل ہی دل روز چلے آتے ہیں سوغاتوں میں

داغ دہلوی

ابر رحمت ہی برستا نظر آیا زاہد
خاک اڑتی کبھی دیکھی نہ خراباتوں میں

یارب اس چاند کے ٹکڑے کو کہاں سے لاؤں
روشنی جس کی ہو ان تاروں بھری راتوں میں

تمہیں انصاف سے اے حضرت ناصح کہہ دو
لطف ان باتوں میں آتا ہے کہ ان باتوں میں

دوڑ کر دست دعا ساتھ دعا کے جاتے
ہائے پیدا نہ ہوئے ہاتھ میری باتوں میں

کیا قیامت ہے اس ارمان بھری کی حسرت
ایک شب جس کو میسر نہ ہو سو راتوں میں

عہد جمشید میں تھا لطف مے و ابر و ہوا
کب یہ معشوق تھے اس وقت کی برساتوں میں

ہفت افلاک ہیں لیکن نہیں کھلتا یہ حجاب
کونسا دشمن عشاق ہے ان ساتوں میں

اور سنیے ابھی رندوں سے جناب واعظ
جلد بے آپ تو دو چار ہی صلواتوں میں

بھیجتا ہے انھیں عشق متاع دل و جاں
ایک سرکار لٹی جاتی ہے سوغاتوں میں

امیر مینائی لکھنوی

کچھ اشارے جو کیے ہم نے تو جھنجلا کے کہا
تم رہا کرتے ہو دن رات انہیں گھاتوں میں

عمر رفتہ کو عبث شیخ حرم روتا ہے
ڈھونڈھ لے آکے جوانی کو خراباتوں میں

التجا ٹوٹے ہوئے دل کی وہاں ہے مقبول
درد کی ساری ہے تاثیر مناجاتوں میں

انجمن ہو کہ چمن سب ہیں اسی کے سرمست
ایک ساقی ہے ہزاروں ہی خراباتوں میں

چار ادھر لوٹتے ہیں چار ادھر اے ساقی
ہے کھنچی یا کہ نئی شمشیر خراباتوں میں

بت نہ بولیں جو نہیں بولتے ہیں ہم سے امیر
اپنے اللہ سے باتیں ہیں مناجاتوں میں

تند مے اور ایسے سن کے لیے
ساقیا ہلکی سی لا ان کے لیے

ہے جوانی خود جوانی کا سنگار
سادگی گہنا ہے اس سن کے لیے

کون ویرانے میں دیکھے گا بہار
پھول جنگل میں کھلے کن کے لیے

داغ دہلوی

دل کچھ آگاہ تو ہو شیوۂ عیاری سے
اسلیے آپ ہم آتے ہیں تری گھاتوں میں

وصل کیسا وہ کسی طرح بہلتے ہی نہیں
شام سے صبح ہوئی ان کی مداراتوں میں

جلوۂ یار سے جب بزم میں غش آتا ہے
تو رقیبوں نے سنبھالا ہے مجھے ہاتوں میں

ایسی تقریر سنی تھی نہ کبھی شوخ و شریر
تیری آنکھوں کے بھی فتنے ہیں تری باتوں میں

[illegible] لوگ تجھکو ترا دم بھرتے
[illegible] اب تو نہیں

وہ گئے دن جو رہی یاد بتوں کی اے داغ
اب تو بھر رات گزرتی ہے مناجاتوں میں

تم نے بدلے ہم سے گن گن کے لیے
ہم نے کیا چاہا تھا اس دن کے لیے

کچھ نرالا ہے جوانی کا بناؤ
شوخیاں زیور ہیں اس سن کے لیے

جلنے والوں سے کہ مطلب نہیں
آپ پھر پیدا ہوئے کن کے لیے

امیر مینائی لکھنوی

وصل کا دن اور اتنا مختصر
دن گنے جاتے تھے اسدن کیلیے

دختِ رز سی پاک دامن چاہیئے
شیخ جی سے پاک باطن کیلئے

دل کا ضامن تو ترا کیا اعتبار
بیلیے اک ضامن ہو ضامن کے لیے

جھاڑنی ہو کون سے گل کی نظر
بلبلیں پھرتی ہیں کیوں تنکے لئے

سب حسیں ہیں زاہدوں کو ناپسند
اب کوئی حور آئےگی انکے لیے

ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا
میں نے دنیا چھوڑ دی جن کے لیے

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر
آئے تھے دنیا میں اسدن کیلیے

داغ دہلوی

فیصلہ ہو آج میرا آپ کا
یہ اٹھا رکھا ہے کسدن کیلیے

دے سے بیدرد اے پیر مغاں
چاہیے اک پاک باطن کیلیے

دل کے لینے کو ضمانت چاہیے
اور اطمینان ضامن کے لیے

میکشو اب آئی شاید فصل گل
بلبلوں نے چونچ میں تنکے لیے

ہمنشینوں سے مرے کہتے ہیں وہ
یہ چھوڑ دیں غیروں کو کیا انکے لیے

وہ نہیں سنتے ہماری کیا کریں
مانگتے ہیں ہم دعا جنکے لیے

آجکل ہیں داغ ہو گے کامیاب
کیوں مرے جاتے ہو دو دن کیلیے

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

جب سے بلبل تو نے دو تنکے لیے
ٹوٹتی ہیں بجلیاں ان کے لیے

ہے نہ دی قرض اسنے دو دن کے لیے
جس نے توڑے ہیسے گن گن کے لیے

دن مرا روتا ہے میری رات کو
رات روتی ہے مرے دن کیلیے

امیر مینائی لکھنوی

کسیکی یاد بھی دلمیں مری اے نازنیں نکلی
تری تیرِ نگہ گھر بھر کی تلاشی لی کہیں نکلی
ابھی تیور کڑے کیوں ہیں ابھی کیوں تیغِ کیں نکلی
کوئی ارماں نہیں نکلا کوئی حسرت نہیں نکلی
تمنا کب ترے عشاق کی اے نازنیں نکلی
جلے دلسے جو نکلی بھی تو آہِ آتشیں نکلی
جنوں اب تک سنا تھا ساتھ چولی اور دامن کا
گریباں کو نکلتے دیکھکر کیوں آستیں نکلی

داغ دہلوی

نگہ نکلی نہ دلکی چور زلفِ عنبریں نکلی
ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری نہیں نکلی
تری خلوت سے کہدیں آرزو ہے نازنیں نکلی
نہیں نکلی نہیں نکلی نہیں نکلی نہیں نکلی
دعائے بے اثر کی جیسے ہم بھی کچھ سر دربار ہی
کلیجے سے ہمارے جلکے آہِ آتشیں نکلی
اٹھے دستِ دعا کیا ضعف نے ایسا گھٹایا ہے
جسے ہم ہاتھ سمجھا تھا وہ خالی آستیں نکلی

بقیہ اشعار صفحہ ٨٦

جائیے سو بیا خدا کو جائیے
پی بھی لے زاہد جوانی میں شراب
وائے قسمت وہ بھی کہتے ہیں بُرا
کھا گئی پیری جوانی کو مری
چھاؤنی چھائیگی کیا فصلِ خزاں
مجھ سے رخصت ہوا عہدِ شباب
باغباں کلیاں ہوں ہلکے رنگ کی
صبح کا سونا جو ہاتھ آتا امیر

تھا یہ سارا حسن ضامن کیلیے
عمر بھر ترسے گا اس دن کے لیے
ہم برے سب کے ہوئے جنکے لیے
ہائے تھی یہ رات اس دن کیلئے
صرصر آئی باغ میں تنکے لیے
یا خدا رکھنا نہ اس دن کے لئے
بھیجتا ہیں ہلکے گلشن کیلیے
بھیجتے تحفہ موذن کے لیے

امیر مینائی لکھنوی

اسیدن کیلئے آنکھوں میں ہمنے تجکو پالا تھا
بڑی تو بےمروت اے نگاہ واپسیں نکلی

الٰہی قتل پر میرے وہ اتراتے ہیں کیوں اتنا
بدن سے جان نکلی یا زباں سے آفریں نکلی

کیا اقرار بھی اسنے تو وہ انکار ہی ٹھہرا
مری قسمت سے اسکی ہاں بھی در پردہ نہیں نکلی

ہوا دیدار اسکا خواب میں باتیں تصور میں
کوئی حسرت کہیں نکلی کوئی حسرت کہیں نکلی

اڑا کر لیگئی دل آنکھ میں ساری محفل کے
بڑی ہی شوخ دیدہ تیری چشم سرمگیں نکلی

مری بالیں پہ ایسا سنگدل بیدرد چیخ اٹھا
عجب حسرت بھری اک آہ وقت واپسیں نکلی

کیا خون اسنے کن کن حسرتوں کا وصل میں آکر
بڑی کٹر بڑی ظالم تری چین جبیں نکلی

تن بیجاں کو زیر خاک کیا دھر دھر کے میا ہے
ستمگر زمیں استاد آسماں کی بھی نہیں نکلی

دل مجنوں سے نکلی آہ یا بجلی کوئی چمکی
کہ محمل سے نکلکر لیلی محمل نشیں نکلی

داغ دہلوی

رسائی ضعف سے مشکل تھی اسکے روئے زیبا تک
ہماری آہ سے ملکر نگاہ واپسیں نکلی

وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہیں
نگہ نے نیمچہ مارا زباں سے آفریں نکلی

کہوں کیا پہلے ہی آنکھیں نکالیں آپنے مجھپر
ابھی کمبخت پوری بات بھی منہ سے نہیں نکلی

مجھے خوش دیکھکر تم کیوں بسار کیا دیتے ہو
نہ پوچھو وصل کی حسرت کہاں نکلی کہیں نکلی؟

ہمارا حال دنیا میں کوئی کب دیکھ سکتا ہے
توقع چشم جاناں سے تھی وہ بھی شرمگیں نکلی

زمانے کو تو یہ ارمان مجھکو اسکا رونا ہے
وہ بھی کیا بیوفا حسرت جو وقت واپسیں نکلی

مرے ہی سامنے باد صبا کیوں نقاب الٹی
چھری کھینچے ہوئے ہم شوخی چین جبیں نکلی

ٹھکانا خانہ ویران محبت کا کہاں ہوتا
نہ اس قابل فلک نکلا نہ اس قابل زمیں نکلی

نیاز و ناز عشق و حسن دیکھا قیس و لیلی میں
جو یہ صحرا نشیں نکلا تو وہ محمل نشیں نکلی

امیر مینائی لکھنوی

ترے انکار کے انداز نے بھی مار ہی ڈالا
ادھر منہ سے نہیں نکلی ادھر جان حزیں نکلی
الٰہی کس شہید ناز سے سر اپنا ٹکرایا
کہ ننگے پاؤں فردوس بریں سے حور عیں نکلی
وفا کی داد دینے میں نئی شرمیلی اٹھتی ہیں
دلھن ہو دیسے نکلی یا زبان آفریں نکلی
امیر ابھرا جو وہ جوبن ہلا دل کا پتا مجھکو
یہی دونوں اُچکے چور تھے چوری یہیں نکلی
ہیں اشارے یہ تیغ قاتل کے
آؤ ارمان نکال دوں دل کے
سوتے کیا ہیں پڑے ہیں تکیے میں
تھکے ماندے غریب منزل کے
پوچھتے ہیں وہ مجھ سے عید کے دن
کہو کیا مل گیا گلے مل کے
ہوں جو واقف جزائے احساں سے
ہاتھ چومیں کریم سائل کے
دل میں آکر نہ دل سے پھر نکلے
تم تو ارمان بن گئے دل کے

داغ دہلوی

اجل نے دی نہ مہلت بات کی بھی رہ گئی حسرت
اُدھر گھر سے وہ نکلی تھی ادھر جان حزیں نکلی
تمھیں دعویٰ تھا ہم ہونگے مقابل ماہ کامل سے
خدا کی شان ہے لو وصل کی شب چودھویں نکلی
بہت آنکھیں لگی رہتی ہیں اسکی چشم پرفن پر
ہماری تاک میں بیٹھی تھی وہ خود زیر کمیں نکلی
مری طبع رواں اے داغ جسدم جوش پر آئی
وہی بات ہوئی جو شعر کی تیری زمیں نکلی
ایسے تنگ آئے ہاتھ سے دل کے
رو دیے ہم غیر سے گلے مل کے
عرش سے آگے آگے ملتے ہیں
کچھ کچھ آثار اپنی منزل کے
ہاتھ گردن میں ڈال کر بولے
کس سے ملیے ترے گلے مل کے
بوسہ دینے کا لطف تو یہ ہے
ہونٹ ہلنے نہ پائیں سائل کے
عشق پر زور حسن زور شکن
رہ گئے آج ہاتھ مل مل کے

امیر مینائی لکھنوی

فیصلہ کر رہے ہیں مجنوں کا
بیچ میں پڑ کے بڑے محمل کے
اس کی رحمت سے لو لگا کہ امیر
آڑے آئے گی وقت مشکل کے

ارے بانکے یہ تیغ ابرو خمدار کیسی ہے
پڑے ہیں سینکڑوں بل آہنی تلوار کیسی ہے
بت عیار تیری آنکھ بھی عیار کیسی ہے
ہزاروں مار ڈالے اسنے یہ بیمار کیسی ہے
کھڑی رہتی ہے شب بھر شمع اور جب صبح ہوتی ہے
سر منزل پہونچ جاتی ہے یہ رفتار کیسی ہے
خدا جانے گھمنڈ انکو ہے کیوں شمشیر ابرو پر
نہ چلتی ہے نہ چل سکتی ہے یہ تلوار کیسی ہے
یہاں ہونٹوں پہ دم ہے اور وہ بیدرد کہتا ہے
طبیعت تیری سچ کہہ اے مری بیمار کیسی ہے
ضرور اس گھر میں کوئی بن سنور کر آنیوالا ہے
یہ رونق آج تم پر اے در و دیوار کیسی ہے
یہاں تو حسرت دیدار ہی میں عمر گزری ہے
تم آئینہ سے پوچھو لذت دیدار کیسی ہے

داغ دہلوی

شوق سے آپ آئینہ دیکھیں
ہوش اڑ جائیں گے مقابل کے
داغ کے عشق پر یہ ناز کرو
ہم ہیں معشوق فرد کامل کے

یہ پوچھو دل سے ہے تیر تسلی نگاہ یار کیسی ہے
کرے جو میاں ہی میں کام وہ تلوار کیسی ہے
نزاکت سے حیا سے نشے سے جھک کر نہیں اٹھتی
وہ سوچھو کی اچھی آنکھ ہے بیمار کیسی ہے
تمھاری چال کی ہم مٹنے والی داد کیا دینگے
قیامت سے ذرا پوچھو میری رفتار کیسی ہے
نگاہ تیز میں اسکی چمک جاتی ہے بجلی سی
الٰہی خیر یہ تلوار میں تلوار کیسی ہے
مری سینے پہ رکھکر ہاتھ دلسے پوچھتے ہیں وہ
بتا تیری طبیعت اے مرے بیمار کیسی ہے
جب اس کوچے میں جاتا ہوں اچھلتا ہے یہی دل
ذرا سر پھوڑ کر دیکھوں تو یہ دیوار کیسی ہے
ترستی تھیں کسیکی دید کو یہ ایک مدت سے
اب ان آنکھوں سے پوچھو لذت دیدار کیسی ہے

امیر مینائی لکھنوی

حسیں آئینہ کے دربار میں ہر روز آتے ہیں
صفائے قلب کی جھکی ہوئی سرکار کیسی ہے
صبا پھرتی ہے گھبرائی ہوئی گلچیں ہے افسردہ
خدا جانے چمن میں نرگس بیمار کیسی ہے
چمکتی ہے جو بجلی جھٹکے وہ شوخی سے کہتے ہیں
سنبھلکر پاؤں رکھ لغزش دم رفتار کیسی ہے
ہنسے بولے نہیں تم غیر سے مجکو یقیں آیا
دم انکار ہونٹوں پر ہنسی اے یار کیسی ہے
غضب کرتے ہو ایسی ہے کسی ہے تم جو ناخوش ہو
امیر انصاف سے دیکھو تو یہ غمخوار کیسی ہے

داغ دہلوی

الٰہی کیوں نہ چاہوں دولت دارین میں تجھسے
بڑی فیاض ہے لکھ لٹ تری سرکار کیسی ہے
کوئی کرتا ہے باتیں ایسی کی بیمار کے منہ پر
ارے ظالم یہ تسکین دل بیمار کیسی ہے
سماتی ہی نظر میں صاف اتری ہے مری دلمیں
تری تصویر کی بھی شوخی رفتار کیسی ہے
تغافل ہی نہو پرسش تو پھر اے داغ کیا کہیے
بتاؤں حالت ایسی ہے جو پوچھے یار کیسی ہے

تاریخیں استاد مرحوم نے تاریخیں بھی بہت کہی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ سال تاریخ اکثر بلا تعمیہ داخلی و خارجی ہر واقعہ کا نہایت مناسب الفاظ میں نکالتے تھے۔ ہم نمونے کے طور پر ذیل میں چند قطعات تاریخ درج کرتے ہیں۔

تاریخ مخزن الاخبار

مخزن الاخبار کو پایا جو مالا مال حسن
لوٹنے کا ڈر غلطاں کو بہانہ ملگیا
سال سے ہے اوج نجم مشتری پر شن امیر
جس کو پرچہ مل گیا سمجھا خزانہ ملگیا
۱۲۸۲ھ

تاریخ رسالۂ معرفت و سلوک مولفہ حضرت شاہ معصوم صاحب مجددی

ہدایت ہیں اسکے مضامین عالی — خضر ہیں پے کاردان طریقت
امیر اسکی تاریخ میں نے یہ لکھی — زہے رہبر سالکان طریقت ۱۳۱۰ھ

تاریخ دیوان نواب عبد العزیز خاں عزیز بریلوی مرحوم

یکتا ہی فصاحت میں بلاغت میں یہ دیواں — تعریف کرے اسکی یہ کیا منھ ہی دہن کا
زیبا ہی امیر اسکے لیے مصرع تاریخ — ہر صفحہ نیا آئینہ ہے بزم سخن کا ۱۳۱۰ھ

تاریخ دیوان فارسی نواب کلب علیخاں بہادر

در انجمن معنی سلطان سخن آرا — شمعے عجبے افروخت از شعلہ زبانی ہا
آں شمع بود دیوان آں شعلہ بود مضموں — پیداست ز المعانش رنگ ہمہ دانی ہا
از ہند با یراں شد و ز پارس بہند آمد — ہر ملک معطر گشت از عطر فشانی ہا
در پارس ہمی بالد زیں نظم زبان دانی — در ہند ہمی جوشد زیں بحر روانی ہا
مطبوع شد و گفتیم تاریخ امیر آنرا — چوں ہند عجم نازند از شوخ زبانی ہا

تاریخ مثنوی نشتر تیز مصنفہ جامع مکتوبات

گفت چوں مثنوی نشتر تیز — ثاقب تیز فہم و تیز نظر
گشت محمود خلق و گفت امیر — دل حاسد مقام ایں نشتر ۱۲۹۹ھ

تاریخ ولادت فرزند آنریبل رائے جے پرکاش لال بہادر مدار المہام ریاست ڈمراؤں

ہوا فرزند پیدا خانۂ فرزندی شمائیں — مبارک ہو کہ گلشن دولت کی موہر سلراج جوگ آیا
امیر اچھی ولادت کی ہی یہ تاریخ نسبت میں — بکر باجب تکے گھر نیک صورت راج جوگ آیا

تاریخ کدخدائی دختر و پسر نواب شرف الدولہ بہادر وزیر سلطنت اودھ

نواب باحشم شرف الدولہ ذی ہمم   چمن کی بہار رہی یہ ہے شمشیر تک گواہ

ابھی کے اچھی ہوتے ہیں یہ ہی جہانئیں   وہ آسمان جاہ تو اولاد مہر و ماہ

ہیں رنگ و بوے باغ شرف دختر و پسر   دونوں در یگانہ دریاے عز و جاہ

دونوں کی شادیاں ہوئیں ایوان تو یبائی زیبا   گلشن کا رنگ جشن سے بحفل اشتباہ

تاریخ خامۂ دو زباں نے لکھی امیر   یہ مہ قرین بزہرہ و زہرہ قرین ماہ

۱۲۷۳ھ

تاریخ کتاب سبعہ سیارہ مصنفۂ جامع مکتوبات

رقم زد حضرت ثاقب کتابے جامع و نادر   دبیر آسماں ہم چوں امیر از مدح او قاصر

چو گیر د اول و آخر کسے از سبعہ سیارہ   اگر نافہم نبود سال تاریخش شود ظاہر

۱۲۹۷ھ

تاریخ عقد دختر و پسر نواب شرف الدولہ

اے خوشا نواب والا مرتبت   جن کے رخ سے مقتبس ہر بار چاند

ان کے دخت و طفل دونوں ارجمند   ایک سورج ایک ہے پرکار چاند

عقد دونوں کے ہوے دل نے کہا   آگئے ہیں گھر میں اب شرف کے چار چاند

۱۲۷۳ھ



نثر

از زاد الامیر

اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کے لیے زمین کو قرارگاہ بنایا ہی تو اس سے یہ غرض نہیں کہ اس پر اونچے اونچے مکان بنائیں اور عیش و عشرت میں پڑکر غفلت میں بسر کریں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ آرام پائیں اور نفع اٹھائیں اور موانع عبادت و بندگی کو دفع کریں اور ہر نعمت کو دیکھ کر نعماے اخروی کو پیش نظر رکھیں اور اپنے آپ کو مسافر اور دنیا کو سراے فانی جانیں اور زمین کو اپنی کھیتی کی جگہ بنائیں اور اس سے ایسا توشہ حاصل کریں جو وطن اصلی کے سفر میں کام آئے یعنی نیک اعمال کے تحفے دنیا سے اپنے لیے ذخیرہ کریں اور دنیا کے پھندوں اور مکروں سے بچے رہیں، اور خوب سمجھ لیں کہ عمر ان کو یوں لیے جاتی ہی جیسے کشتی اپنے سواروں کو تمام عالم یہاں مسافر ہے جو پیدا ہوا اس کی پہلی منزل گہوارہ ہی اور دوسری منزل لحد ہے اور وطن دار آخرت اور عمر سفر کا فاصلہ ہے۔ ہر برس عمر کا ایک مرحلہ ہے اور ہر مہینہ ایک فرسنگ اور ہر آن ایک میل اور ہر سانس ایک قدم اور اللہ کی بندگی اس سفر کی پونجی اور اوقات راس المال اور نفس کی خواہشیں اس راہ کے ڈاکو اور نفس و شیطان ڈاکوؤں کے سردار ہیں، یہاں آنے کا اصل نفع یہ ہے کہ جنت میں بڑی سلطنت اور پائدار نعمت کے ساتھ خداے تعالیٰ کا دیدار ہو اور نقصان یہ ہی کہ خداے تعالیٰ سے دور اور عذاب میں گرفتار ہو

اس صورت میں جو شخص اپنی ایک سانس بھی غفلت میں کھوئیگا تو وہ قیامت کے دن خسارہ اٹھائیگا اور حسرت میں روئیگا۔ اسی ڈر سے توفیق پانے والوں نے مستعد ہو کر نفسانی لذتوں کو چھوڑ دیا اور عمر کو غنیمت جان کر دن رات ذکر و فکر الٰہی میں بسر کرنے لگے اور مختلف اوقات کے واسطے مختلف وظیفے اختیار کیے اس لیے کہ آخرت کی عمدہ سے عمدہ نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے اور اس کے حصول کی صورت یہی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محب اور عارف ہو اور اسی حال پر مرے اور محبت وانس محبوب کے ساتھ ذکر و دوام سے میسر ہوتا ہی اور معرفت اسکی ذات اور صفات میں فکر سے حاصل ہوتی ہی۔ آدمی کو چاہیے کہ ذکر و فکر الٰہی میں ڈوبا رہے اور چونکہ ایک ہی طرح پر ذکر و فکر کرنے سے اکتا جاتا ہے تو اسلیے ہر وقت کے لیے جدا گانہ ورد مقرر کرنا بہتر ہے کہ پریشانی جائے اور طرح طرح کی لذت پائے اور دوام کی رغبت کے سبب سے التزام بھی آسان ہوجائے، جو شخص بیحساب جنت میں جانا چاہے تو اپنے سارے اوقات طاعات میں مصروف رکھے اور جو کوئی اپنی نیکیوں کا پلہ بھاری رکھنا چاہے تو وہ اپنے اکثر اوقات کو عبادت میں صرف کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو باوجودیکہ وہ سب بندوں سے مقرب اور درجات میں سب سے برتر ہیں ارشاد فرماتا ہے

اِن لك فی النھار سبحاً طویلا واذکر اسم ربك وتبتل الیه تبتیلا واذکر اسم ربك بکرۃ واصیلا ومن اللیل فاسجد له وسبحه لیلا طویلا ۵

از رسالہ اسرار نماز	حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ ارحم الراحمین نے اپنے رحمت کاملہ سے تمام مخلوقات کو کیا کیا نعمتیں عطا فرمائیں

اور تمام کائنات میں انسان ضعیف البیان کو بڑی نعمت یہ دی ہے کہ اسے اشرف المخلوقات کیا۔ غور کرنا چاہیے کہ انسان اشرف المخلوقات کیوں ہے اور کس صفت سے اس کو ولقد کرمنا بنی آدم کا خلعت پہنایا ہے اس سے تو بحسب ظاہر زیادہ عاجز اور ناقص کوئی چیز نہیں کہ نہ اسکو گرمی سردی کی برداشت ہے نہ بھوک پیاس کا تحمل، ذراسے درد میں تڑپ جاتا ہے، ذراسی مصیبت کی تاب نہیں لاتا ہے، اس کے علم کی طرف دیکھیے تو بالکل بے حقیقت ہے اگر ایک رگ بھی اسکے دماغ میں بے محل ہو تو صحت میں ایسا خلل ہو کہ دیوانوں کی طرح تنکے چننے لگے اور ہزار سر ٹپکے مگر یہ نہ سمجھے کہ اس کا سبب کیا ہے۔ دوا اس کے درد کی سامنے رکھی ہو اور نادانی سے نہ جانے کہ یہ میرے درد کی دوا ہے۔ اور اگر اس کی قوت کا خیال کیجئے تو اس سے عاجز تر کوئی نہیں ایک پشو ایک بھنگے تک سے جیت نہیں سکتا نمرود سے طاقت ور بادشاہ کو مچھر نے ہلاک کر ڈالا اور اس کے اتنے بڑے لشکر کو تباہ کردیا، اور اگر ہمت کو خیال کیجیے تو ذرا سا نقصان اسکو پریشان کر دیتا ہے بھوک کے وقت غذا نہیں ملتی تو بدحواس ہو جاتا ہے ......

...... جب یہ معلوم ہوا کہ علم و قدرت، ہمت و صورت سب میں نقصان ہے تو سمجھنا چاہیے کہ شرف و بزرگی کا سبب کچھ اور ہے وہ کیا ہے؟ قلب مستقیم و عقل سلیم۔ عقل سلیم سے مراد وہ عقل ہے کہ جو انسان کو اور حیوانات سے ممتاز کرے اور قلب سلیم سے مراد وہ قلب ہے جو شرف معرفت سے سرفراز کرے۔ معرفت ہی تمام مخلوقات سے فضل و شرف انسان کا سبب ہے

اور اسی بزرگی کی بدولت اشرف المخلوقات اس کا لقب ہی۔ سوچنا چاہیے۔ کہ میری حقیقت کیا ہی۔ میں کون ہوں۔ کہاں سے آیا۔ ملکوت سے ملک میں کیوں پہونچا۔ انجام کار مجکو کہاں جانا ہی اور جہاں لیجائیں گے وہاں کیا معاملہ پیش آنا ہے۔ نیکبختی میری کن باتوں میں ہی اور بدبختی کن باتوں میں۔ ان سب سوالات کے جوابات اگر مجمل بھی بتائے جائیں تو اس رسالے میں جو کچھ مقصود ہی وہ رہجائے۔ ناچار مختصر سی تمہید لکھکر اصل مطلب شروع کیا جاتا ہے۔

سونے والو! چونکو! اور سمجھو کہ تم دنیا میں مسافر ہو۔ پہلی منزل تمھاری پشت پدر ہے دوسری رحم مادر تیسری فضائے دنیا۔ چوتھی لحد پانچویں میدان قیامت چھٹے جنت ہو یا دوزخ۔ جب معلوم ہوچکا کہ ابتدا اور انتہا یہ ہی تو ضرور ہی انسان اپنی راہ سعادت کو پہچانے اور جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہی اسکو حق جانے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔

جناب مرحوم نے ۱۸۵۶ء میں ایک مناجات تحریر فرمائی تھی جو رسالہ دلگداز لکھنؤ میں شایع ہوئی تھی۔ غالبًا اردو کی نثر میں یہ پہلی مناجات ہی۔ اس کے پڑھنے سے شان تقوی ظاہر ہوتی ہی، جو فقرہ ہی خوف کی تصویر ہے۔ یہی زاد الامیر ہی۔ امید قوی ہی کہ یہ تضرع و زاری درگاہ باری میں مناجاتی کے لیے وسیلۂ نجات ہو۔

مناجات | خداوندا بندہ گنہگار ہی، تیری ذات غفار ہی، وہ معاملہ کر جو

آمرزگار گو گنہگار کے ساتھ سزاوار ہے، نہ وہ معاملہ جو عادل ظالم کے ساتھ کرتا ہی۔ خداوندا خلقت تیری شان تمہاری سے کانپتی ہی اور یہ عاجز تیری شان عدالت سے بھی ڈرتا ہی۔ خداوندا اگر تو عفو و کرم کو چھوڑکر فقط انصاف و عدالت سے کام فرمائیگا تو کوئی گنہگار نجات نہ پائے گا۔ خداوندا جب تیری تیغ عدالت پر نگاہ جاتی ہی تو اپنی عاجزی سپر بنکر سامنے آتی ہے۔ خداوندا اعمال بد پر سزا عین انصاف ہی، مگر امیدواران رحمت پر نظر عدالت انکی امید کے خلاف ہی۔ خداوندا جو تیری رحمت پر آس لگائے ہی اس کا آسرا نہ توڑ، خداوندا گنجشک ضعیف کو شہباز عدالت کے منھ پر نچھوڑ۔ اسے دادرس خطرات نفسانی کے ہاتھ سے دادخواہ ہوں میری داد کو پہنچ دردمند ہوں دوا بھیج، مریض ہوں شفا بھیج، خس طوفانی ہوں گرداب بلا سے نجات دے تشنۂ جگر سوختہ ہوں دریاے رحمت سے آب حیات دے۔ فرشتونکو بال و پر دیے میری بے بال و پری پر ترس کھا۔ نوح کو طوفان سے نکالا میری تباہ کشتی پر بھی رحم فرما۔ خداوندا غریب ہوں مسکین ہوں میری دعائیں مقبول کر، سائل ہوں، فقیر ہوں میری التجائیں قبول کر، خداوندا دل میں جو داغ پڑے اسکو جنت کا پھول بنا دے، خداوندا کلیجے میں جو کانٹا چبھے اس میں مژگان حور کا جلوہ دکھادے۔ خداوندا دنیا میں عافیت کے ساتھ رکھ اور ایمان کیساتھ رکھ اور ایمان کے ساتھ اٹھا۔ خداوندا سکرات موت کی مشکل سہل۔ خداوندا فشار گور کی منزل آسان۔ خداوندا قبر کی تنگی فراخی سے اور وحشت موانست سے بدل جائے خداوندا اس بے زبان کی کیا مجال کہ نکیرین کے سوالونکا جواب

دے سکے اسوقت تیرے محبوب خاص شفیع المذنبین انیس الغریبین مدد کو آئیں۔ خداوندا جس وقت زمین بوریے کی طرح لپٹے، آسمان دُھنکی ہوئی روئی کیطرح اڑیں، پہاڑ متزلزل ہوکر خاک سیاہ ہوں، ستارے آنسو کیطرح گریں، انبیاو اولیا خوف سے تھرائیں، آنکھیں روئیں دل دھڑکیں، جن والنس کے کلیجے پانی ہوں، جہنم کی آگ ہر امت کے گھیرنے کا ارادہ کرے، گنہگاروں کے بدن عریاں ہوں اور تیری شان عدالت تخت پر جلوہ دکھاتی ہو، صدقہ اپنی ستاری کا اسوقت میرے عیوب چھپانا ہمچشموں میں برہنہ نہ بلانا بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیکر ہمچشموں میں شرمسار نہ فرمانا ہائے! وہ انبیا کا ہراس، وہ امتوں کا لرزنا، وہ زمیں کا کانپنا وہ میزان میں گناہوں کے پلے کی گرانی، وہ گنہگار دکی پشیمانی، اس وقت سوا تیرے کون ہے کہ عدالت سے رحم کیطرف تجھے متوجہ کرے یاارحم الراحمین اسی نبی کریم کا صدقہ جس کو تونے رحمۃ للعالمین خطاب دیا ہی دوزخ میں منھ کے بل نگرانا، صراط پر قدم ڈگمگائیں تو دستگیری فرمانا سوا نیزے پر آفتاب آئے تو لواے احمدؐ کے سائے میں گرمی سے بچانا۔ خداوندا جتنی کڑی منزلیں پیش آئیں سب باسانی طے ہوجائیں، خداوندا اگر تونے سیہ کار کی نافرمانیوں پر نظر کی تو جہنم بھی انتقام کو کافی نہو گا خداوندا دل حسرتوں سے بھرا ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ میرے حق میں بہتر کیا ہے؟ ڈر لگتا ہے کہ جو مراد مانگی جاے مبادا وہ خلاف مصلحت ہو، خداوندا اس بندۂ ناچیز کے حق میں جو بہتر ہو اسی کی طلب کی ہدایت ہو خداوندا یقین کی وہ قوت دے کہ سب وسوسوں سے نجات پاؤں، خداوندا شان رحمت کی وہ نیرنگیاں دکھا

کہ جہاں رسائی وہم سے باہر ہو وہاں پہونچ جاؤں۔ خداوندا میرا تو یہ حال ہے
کہ جیسے کوئی اندھا لنگڑا لولا عاجز بیدست وپا جنگل میں پڑا ہزاروں آفتوں
لاکھوں مصیبتوں میں مبتلا ہاتھ پاؤں مارتا ہو، اور نہ کسی فریادرس دستگیر کو
دیکھے نہ کسی غمخوار مددگار سے یاری اور غمخواری کی امید ہو مگر بے اختیار فریاد میں
پکارتا ہو۔ بار الٰہا میری تو یہ حقیقت ہے جیسے کسی بھوکے پیاسے کے ایک طرف
نعمتوں کا خوان رکھا ہوا اور دوسری طرف چشمۂ شیریں بہتا ہو مگر نہ وہ اس سے ایک
لقمہ کھا سکے نہ اس کے ایک قطرے سے پیاس بجھا سکے۔ میں ایسا ہوں جیسے
کوئی جان بوجھکر اپنے آپ کو جلتی آگ میں ڈالے یا جیسے منزل مقصود کی سیدھی
راہ جاننے والا اپنے آپ کو بیابان مصیبت میں گمراہ بنائے۔ اے بھوکوں کو
کھلانے والے مردوں کو جلانے والے تو ہی مجھے اپنی پسندیدہ نعمتوں سے سیر کر د
گناہوں کی بھڑکتی آگ سے نکال منزل مقصود کی سیدھی راہ دکھلا اے پتھر
کے کیڑے کو رزق پہونچانے والے، ایک طائر کے سیراب کرنے کو دریا جوش میں
لانے والے! اے بیکسوں کے دادرس اے غریبوں کے فریادرس! تیرے سوا
کون کسی کا سہارا ڈھونڈھے۔ میں عاصی ہوں خاطی ہوں۔ جو کچھ ہوں تیرا ہوں
مجھے اپنی درگاہ سے نہ نکال، طوق ملامت میری گردن میں نہ ڈال۔ خداوندا اگر
بندہ نابینا، اور تو اس کی نظر سے غائب ہے تیری ذات تو حاضر وناظر ہے۔ اگر
بندہ عاجز وضعیف ہے تیری ذات تو قوی وقادر ہے۔ خداوندا اپنی جملہ صفات
جمال کا صدقہ، خداوندا اپنی شان جلال کا صدقہ خداوندا اس تقرب کا صدقہ
جو دو کمانوں سے بھی کم تھا خداوندا ان آنکھوں کا صدقہ جو باوجود تیرے لطف کے

تیرے خوف سے رویا کیں۔ خداوندا اس دندان مبارک کا صدقہ جو تیری راہ میں کفار کے ہاتھ سے صدمۂ سنگ اٹھا کر شہید ہوا۔ خداوندا اس سینے کا صدقہ جو تیرے اسرار کا گنجینہ رہا۔ خداوندا اس دل کا صدقہ جو تیرے ذکر کا خزینہ رہا۔ خداوندا اپنے محبوب اور آل عترت و اصحاب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ اس بندہ ناچیز کی سیہ کاری سے درگذر کر، اپنی شان کرم پر نظر کر، میرے اصول فروع، ماں، باپ، اہل و عیال، بھائیوں بہنوں، عزیزوں، دوستوں، آقاؤں، خادموں، استادوں، شاگردوں کو مخصوص مورد رحمت کاملہ فرمادے، خداوندا اگرچہ ہر کام وقت پر موقوف ہے، مگر مژدہ قبولیت اس وقت سے پہلے سنادے، بلکہ آثار اجابت دعوات آنکھ نصیب دکھادے خداوندا سہ

کچھ ایسی یہ کڑی منزل نہیں ہے مجھے مشکل تجھے مشکل نہیں ہے

امیر اللغات

آج تک اردو زبان کے لغت میں کوئی تالیف اس جامعیت اور تحقیق کے ساتھ ملک کے ہاتھ نہیں آئی افسوس اور نہایت افسوس ہے کہ استاد کی رحلت نے ایسی جامع لغت کو ناتمام رکھا۔ یہ قابل قدر کتاب نہ صرف لغت ہے، بلکہ اردو علم ادب کی تکمیل کے لیے بہترین ہدایت ہے دل سوز رہنما شفیق اُستاد اردو فن انشا کے واسطے اس سے بڑھ کر کوئی کہاں سے پیدا کر سکتا ہے۔ اس کتاب میں سب کچھ ہے۔ دلی لکھنؤ کی زبان، مفردات مرکبات جملے، مثلیں، مشہور مقولے محاورے، اصطلاحیں، شان نزول، کنایات، صفات، تشبیہات، استعارات، شعراء کے خاص مستعملات الفاظ ومصطلحات قانون کچہری اور اہل دفتر کے خاص محاورات، پیشہ والوں کی

خاص اصطلاحیں، فقرا کی صدائیں، آزادوں کی بولی ٹھولیاں، ریختی، ٹوٹکے، عورتوں کی رسمیں، انکی منتیں، ان کی خاص قسمیں، اشعار تمثالیہ کا التزام، فصیح وغیر فصیح، مستعمل ومتروک اضداد، تذکیر وتانیث کی بحث، اور اس باب میں مؤلف کی راے، دو مرادف لفظوں کا دقیق فرق، حرف زاید کی تفصیل رسم الخط واملا اشتقاق سنسکرت اور دری وغیرہ زبانوں سے، محاوروں کا پہلوے استعمال مشہور لوگوں کے مختصر حالات، اردو صرف ونحو کے قواعد ہندی مثالوں کے علاوہ فارسی اور عربی کی مستعمل مثالیں اور مشہور مقولے، کیا ہی جو اس کتاب میں نہیں، ایسا مبسوط اور حاوی وجامع لغت اردو زبان کا امیر اللغات کے سوا نہیں ملے گا اس کے دیکھنے سے مولف کی جامعیت وسعت نظر، تحقیق اور موشگافی کا حال معلوم ہوتا ہے۔

اس کتاب پر ملک کے سربرآوردہ اصحاب نے ریویو کیا ہی اور ان کی تحریریں دوسری جلد کے آغاز میں چھپی ہیں۔ سر سید مرحوم نے اس تالیف کی بیحد تعریف کی ہی ان کے بعض فقرے ہم یہاں لکھتے ہیں فرماتے ہیں۔

"جو ڈھنگ کہ انھوں نے اس نمونے میں اختیار کیا ہی اگر اسی طرح یہ کتاب انجام کو پہونچی تو کوئی لغت کسی زبان میں باقی نہیں رہیگا۔ اگر شرط لگائی جائیگی جب بھی کوئی ایسا لغت نہیں ملنے کا جو اس کتاب میں نہو"

بہت سی زبانیں ایسی ہیں جو لغت کی کتابوں کی بدولت مہذب اور مستند اور علمی زبانوں میں داخل ہوگئی ہیں اور اب ہمارے مخدوم امیر احمد اور انکی امیر اللغات کی بدولت اردو بھی اسی درجے کی زبانوں میں داخل ہو جائیگی۔

اس تالیف میں جناب مرحوم نے جو فقرے مثالاً لکھے ہیں وہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے کسی طرح نظم کے بندوبست اور اہتمام سے کم نہیں ہیں ذیل میں ہم کچھ حصہ دیباچے کا اور تھوڑے سے فقرے نقل کرتے ہیں۔

از دیباچہ امیر اللغات حصۂ اوّل

میں نے ہوش سنبھالا آنکھیں کھولیں تو یہ دیکھا کہ اچھے اچھے اہل زبان اور زباندان سرزمین سخن کے فرمانروا ہیں انھیں صحبتوں میں اردو زبان کی چھان بنان کا شوق مجھے بھی ہوا اور اسی زمانے میں یہ آرزو پیدا ہوئی اور بڑھکر بے چین کرنے لگی کہ اردو الفاظ کے بکھرے ہوئے موتیوں کی ایک خوشنما لڑی بناؤں اتنے میں لکھنؤ کی سلطنت مٹ گئی اور غدر ہوگیا۔ وطن کی تباہی اور گھربار کے لٹنے سے جندرے جو اس ہی جمع نہو سکے الفاظ کیسے! لیکن اس آرزو کی آگ دل میں سلگتی رہی۔ یہاں تک کہ فردوس مکان نواب محمد یوسف علیخاں بہادر والی رامپور نے مجھے طلب فرما کر عزت کا خلعت اور اطمینان کا سرمایہ دیا اب میں پھر اپنی تمنا کے سلسلے کو بڑھانے لگا، مگر اس زمانے میں رامپور کی عدالت دیوانی مجھ سے متعلق تھی نواب فردوس مکان اپنے کلام میں بھی مشورہ فرماتے تھے اور فن شاعری کے مشغلے جو نئی نئی شکلوں سے پیش آتے تھے یوں بھی کم فرصتی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اتنی مہلت تو میں نہ پاسکا کہ اپنے ارادے کو پورا کروں تاہم کچھ نہ کچھ شغل چلا گیا جب خلد آشیاں نواب کلب علیخاں بہادر کا عہد آیا تب فرصت کی کمی اور بڑھی لیکن کچھ ہی ہوا یہاں وہی دھن بندھی رہی ۱۸۸۴ء میں علوم کے قدرداں سر الفرڈ لائل جناب بہادر

لفٹننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی و چیف کمشنر اودھ نے نواب خلد آشیاں طاب ثراہ سے اردو کے ایک جامع لغت کی فرمایش کی، نواب خلد آشیاں نے مجھے حکم دیا۔ یہاں تو یہ تمنا ہی تھی فورًا "آنکھ" کے لفظ کا ایک نمونہ تیار کیا جسے نواب خلد آشیاں نے جنرل محمد اعظم الدین خاں بہادر سابق سفیر حال وائس پریسیڈنٹ کونسل آف ریجنسی کے ذریعے سے سر الفرڈ لائل صاحب بہادر کے پاس بھیجا جسے جنرل صاحب بہادر نے کہ بڑے مربی اس لغت کے اُسوقت سے اس وقت تک ہیں اور ان کو اس لغت کے ساتھ پوری دلچسپی اور سچی ہمدردی بلکہ عشق ہے دوسری جون ۱۸۸۶ء کو میری درخواست کے ساتھ پیش کیا۔ ہز آنر نے نمونے کو بہت پسند فرما کے جو جو ہدایتیں کیں اور وعدے فرمائے ان کو بطور یادداشت جنرل صاحب بہادر نے لکھدیا۔

محاورات اور فقرے

"اپنا بیٹا تو کتا بھی پال لیتا ہے" فقرہ۔ وہ انسان کیا جو آپ چین کرے۔ اور اپنے متعلقیں کی خبر نہ لے اپنا بیٹا تو کتا بھی پال لیتا ہے۔

"اپنا ٹھکانا کر لینا" فقرہ۔ اب میرے یہاں گذارا نہ ہوگا آپ کہیں اور ٹھکانا کر لیجئے۔

"اپنا حساب کر لو" فقرہ۔ اپنا حساب کر لو اب میرے ذمے تمہارا کچھ نہیں باقی ہے۔

"اُترتا چاند" فقرہ۔ سنا ہے کہ اُترتے چاند ان کی شادی ہوگی۔

"اترنا" فقرہ۔ پانی نہ برسنے سے گیہوں اُتر گیا ہے۔

"اٹھنا" فقرے۔ کمرے سے ابھی پلنگ۔ تو اُٹھے نہیں فرش کیونکر بچھے۔ ۔ ۔

جہاں بیٹھ جاتے ہیں پھر اٹھنے کا نام نہیں لیتے ۔ جو مصیبت آپ اٹھا رہے ہیں کسی سے بھی نہ اٹھیگی ۔ ان کے پاس خزانہ ہو تو دو دن میں اٹھ جائے ۔ ادھر دیوار اٹھ گئی اب آمد و رفت نہیں ہے ۔ میر صاحب کا تعزیہ آٹھویں کو اٹھتا ہے رات کو ہم اٹھیں گے (اسیطرح ۱۴۹ استعمال اٹھنے کے تحریر فرمائے ہیں)

"احدی" فقرہ کیا جس کے نوکر چاکر ہوتے ہیں وہ احدی بنکر بیٹھ جاتے ہیں۔

"احسان اتارنا" فقرہ ۔ تھوڑا سا روپیہ خرچ ہو گیا تو بلا سے اوپچھے کا احسان تو اتر گیا ۔

"ادرک کا لچھا" فقرہ ۔ ادرک کا لچھا میاں فیض علی کی دکان کا بال سے باریک ہوتا ہے ۔

"ادھار" فقرہ ۔ ہمارے یہاں دمڑی کی چیز بھی ادھار نہیں آتی ۔

"ادھر کی دنیا ادھر ہو جانا" فقرہ ۔ ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے مگر وہ اپنے خیال سے باز نہ آئیں گے ۔

"ادھن" فقرہ ۔ پانی تو ادھن ہو رہا ہے اس سے خاک تسکین ہوگی ۔

"اندھا دھن" فقرہ ۔ بے سوچے سمجھے اندھا دھند روپیہ اٹھائے چلے جاتے ہیں ۔

"اوچھا ہاتھ پڑنا" فقرہ ۔ خیریت ہوئی کہ ہاتھ اوچھا پڑا ورنہ کام تمام ہو گیا تھا ۔

"اور" فقرے ۔ یاران کوٹ تو تم نہیں چھوڑے جاتے ہو اور جو پانی آجائے، تو کیا کروگے ۔ یہ منہ اور مسالا؟ تم اور شاعری جسقدر میں طرح

دیتا ہوں وہ اور شیر ہوتے جاتے ہیں۔ اتنی روشنائی کافی نہوگی اور عنایت کیجئے۔ تم اور سمجھے ہو میرا مطلب اور ہی۔ اجی ہم کو کون روک سکتا ہی جائیں اور جائیں۔ حکیم صاحب آے اور میں اچھا ہوا۔ تم وہاں گئے اور دھرے گئے (یہاں معنی میں "اور" کے استعمال کو دکھایا ہی)

مکتوبات امیر مینائی

جناب امیر مرحوم نے جو خطوط اپنے احباب اور تلامذہ کو وقتاً بعد وقتٍ تحریر کیے ہیں انکو باصرار ارباب علم میں نے اس مجموعے میں بسعی تمام جا بجا سے طلب کرکے جمع کیا ہی۔ اِن خطوط کی سلاست زبان، اور متانت بیان کا اظہار غیر ضروری ہی۔ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید"

جو لوگ طالب فن انشا ہیں انکے واسطے یہ خطوط استاد شفیق کا کام دینگے زبان کی فصاحت و متانت، معاملہ نگاری، مختصر نویسی، ہر بات کی تحقیق، صحت و خطا کی احتیاط، یہ تمام باتیں اور غور کرنے والوں کو اِن سے بہت زیادہ یہ تحریریں تعلیم دیں گی۔ اِن امور کے علاوہ احباب سے اخلاص، تلامذہ کے ساتھ شفقت، عزیزوں سے محبت، تقوی، صبر و رضا استقلال، اور دوسری صفات پاکیزہ کا سبق بھی حاصل ہوگا۔ بہر حال امید کیجاتی ہی کہ تمام پہلوؤں سے یہ مجموعہ ہر مذاق سلیم کے لیے مفید ثابت ہوگا۔

ثاقب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطوطِ منشی امیر احمدؒ

۱۳۲۸ھ

حکیم برہم صاحب اڈیٹر ریاض الاخبار (گورکھپور) کے نام

نمبر ۱ ۔۔۔ ۶۔ محرم ۱۳۰۷ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ محبت نامہ آیا آپ کی محبت آمیز عذر خواہی نے مجھکو پشیمان کیا اب اس کا ذکر ہی جانے دیجئے۔ جوش فساد آب وہوا سے آجکل ہر وقت موت کا سلسلہ بنا رہتا ہی ذرا اطمینان ہوا اور میں نے غزلیں دیکھیں، خاطر عاطر جمع رہی، یہ پوسٹ کارڈ اس لیے لکھا کہ نگرانی رفع ہو۔

امیر فقیر

نمبر ۲ ۔۔۔ ۲۸۔ مارچ ۱۸۹۱ء

پیارے برہم۔ لکھکر پچتیا رہا ہوں کہ برہمی پیارے ہونیکی چیز کہاں ہی کہ میں نے پیارے برہم القاب میں لکھا پھر یوں دل کو تسکین دیتا ہوں کہ کسی کی برہمی بھی تو کسی کو مزا دیجاتی ہی میرا مخاطب تو بعنایت الٰہی مجھ پر مہربان ہی ابتدا میں البتہ کسی قدر اثر تخلص کو کام میں لایا تھا مگر جب دیکھا کہ اس سے یہ کڑیاں نہ اُٹھیں گی تو اب رحم آگیا مہربان ہوگیا۔ اور خدا سے امید ہی کہ مہربان ہی رہیگا اس کی تقصیرات صدور سے پہلے ہی

عفو کر دے گا۔ پیارے برہم، ۷۔ فروری کا خط اس وقت نظر کے سامنے ہی
اور تاخیر و تقصیر جواب سے مجھے محجوب کر رہا ہے۔ امیر اللغات کو خدا رونق دے
ذرا میری زیر باری گھٹے تو ضرور ایک وقت اصلاح کے واسطے نکالوں گا
امیر اللغات کا پہلا حصہ چھپ گیا۔ اسی ہفتہ میں خریداروں کو پہونچے گا۔ اشتہارات
بعض ہندوستانی اخباروں میں چھپ گئے انگریزی اخبار پانیر میں اڈیٹوریل
تو ۲۶۔ مارچ کو شایع ہو گیا عنقریب اشتہار انگریزی بھی جو ایک منتخب ادیب
مسٹر فلپ صاحب ڈاکٹر ریاست رامپور نے لکھا ہی پانیر میں ملفوف
ہو کر نکلے گا تاکہ عموماً فرنگیوں کو اطلاع ہو جاے۔ صنم خانہ کو چندے
ابھی اور رہنے دو خدا ذرا اطمینان دے تو اچھا ہو کر نکلے بغیر اپنے
چھپواے ہوے خاطر خواہ نہ چھپے گا۔ منشی نظام الدین صاحب نظام کی
لیاقت سے میں بخوبی آگاہ ہوں افسوس کہ بڑی ناقدر دانی کے وقت میں
وہ پیدا ہوے اور بہت خراب مقام پر انکا قیام ہے خدا ان کو کہیں اچھی
جگہ پہونچاے۔ میری آرزو تو یہ ہی کہ امیر اللغات کو رونق ہو تو ان کو
اسی دفتر میں رونق افزائی کی تکلیف دوں میرا سلام کہیئے گا۔ محمد احمد تسلیم گزارہیں
امیر فقیر۔

۷۔ جون ۹۱ء نمبر ۳

پیارے برہم دعائیں لو۔ نور چشم ممتاز نے امیر اللغات سے متعلق تمھارے
حکموں کی تعمیل کر کے کارڈ اطلاعی تمکو لکھ بھیجا۔ اس خط میں کوئی بات
جواب طلب نہیں البتہ وہ قطعہ جس کا ایک مصرع تمنے لکھکر تین مصرع اوپر کے

ملتے ہیں وہ بھیجتا ہوں۔ ٹھیک ٹھیک وہی لفظ جو عہد واجد علیشاہ مرحوم میں کہے تھے یاد نہیں رہے اس لیے کہ عہد شاہی تک جو کلام مرتب ہوا تھا وہ غدر میں تلف ہوگیا۔ اسوقت خیال کرنے سے جو مصرع یاد آے وہ یہ ہیں۔

دیکھتا جا او مرے دمباز اپنے طور کو ۔ مجھکو حقہ دے کے ٹالا غیر کو بوسہ دیا
دو دبے حلوا مجھے حلوائے بے دود اور کو ۔ حصہ کس کا دیدیا کس کو ذرا انصاف کر

منشی نظام الدین صاحب کی تنگ حالی سے بہت دل دکھا۔ اللہ تعالی رحم فرمائے۔ ان کی صفات انشائی کا کیا حال ہے کبھی لکھئے گا مگر نہایت راستی کے ساتھ تحقیقی باتیں جو قابل اعتماد کامل ہوں۔ محمد احمد مع اخوان تسلیم رساں ہیں۔ جلیل سلام کہتے ہیں۔ وسیم ایک برس سے اس دفتر میں نہیں ہیں راجہ جونپور کی سرکار میں نوکر ہیں سال بھر کے بعد کل انکا ایک خط آیا ہے۔

امیر فقیر

نمبر ۲

۱۵۔ جون سنہ ۹۲ء

پیارے برہم۔ مدت کے بعد داغ دل کا مرہم آیا۔ تمہارے عذر کوتاہ قلمی نے مجھکو اپنی تقصیر پر اور زیادہ منفعل کیا۔ کیا ہر ادوں مگر وہاں ہیں امیر اللغات کا دوسرا حصہ عنقریب چھپنے جائے گا پر دقت تو یہی دیکھنے کو نہیں ملتا نکلیں کیونکر پہونچ سکے صرف کاپیاں آتی ہیں وہ دفتر میں مقابلہ ہوکر واپس جاتی ہیں کاپیوں کو پتھر پر ڈالکر پروف اتار کر اگر صاحب مطبع بھیجیں تو جبتک پروف واپس نہ جائیں جب تک چھاپنے سے معذوری ہو اور انکے پتھر گھرے رہیں یہ ہرج کوئی کیوں گوارا کرے گا۔ ہاں کسی مطبع کا بہت بڑا کارخانہ ہو اور

بکثرت ہوں تو شاید ایسا ہو سکے۔ اغلاط بھی اسی سے رہجاتے ہیں کہ پروف نہیں آتا کاپی میں بن بھی جاتا ہے تو مطبع میں بنانے سے کچھ رہ بھی جاتا ہے پروف آئے تو مکرر نظر ہو اور غلطی بہت ہی کم رہے۔ کاش آپ رتلام کے عوض اکبر آباد میں ہوتے یا ایسے فارغ البال الوالعزم ہوتے کہ اسی ضرورت سے اکبر آباد میں رہ سکتے تو پروف دیکھتے اور اپنے سامنے چھپواتے۔ اکمل الاخبار ایک دوست کے پاس سے اکثر یہاں آجاتا ہے میں کبھی دیکھتا نہیں ہوں اس لیے کہ مفت رنج ہوگا مگر آہ کی نظر اکثر پڑ جاتی ہے۔ جہاں کہیں آتا ہو تم بھی وہاں سے لیکر دیکھ لیا کرو تو بہتر ہے۔ مجھے یقین نہیں کہ ریاض تمسے خفا ہوں بلکہ مرگ خاتون نے ان کو اپنی زندگی سے بیزار کر دیا ہے۔

آپ کے دوست ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے امیر اللغات کے حصص آیندہ کے دیکھنے کا شوق جس پیرائے میں ظاہر کیا اس کا میں ممنون ہوا میری طرف سے بعد سلام اخلاص انضمام کہیے کہ اگر امیر اللغات کی تکمیل جلد منظور ہے تو کسی حکمت سے ایک لاکھ روپیہ دلوائیے پھر دیکھئے کتنے جلد چھپے نکلتے ہیں۔ محامد خاتم النبیین ڈاکٹر صاحب کے واسطے آج ہی کی ڈاک میں روانہ ہوتا ہے۔ صنم خانۂ عشق کے چھپ جانیکی خبر تو آپ نے سنی۔ فال نیک سے زیادہ اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے، اگر چھپا ہوتا تو پہلے آپ کو پہونچتا۔ منشی فیاض الرحمان صاحب اور قاضی خیر اللہ صاحب کیخدمت میں سلام شوق۔ فرزندان فقیر ماوجب رساں ہیں۔ میاں برہم، اب خط لکھا ہے۔ تو لکھتے رہو۔ پھر ایسا غوطہ نہ لگانا کہ مہینوں خبر نہ لو۔ میں تو پیرانہ سالی اور

خستہ حالی سے معذور ہوں مگر تم ماشاءاللہ جوان ہو میری کوتاہ قلمی کو معاف کر دیا کرو۔ سب اہل دفتر واجب کہتے ہیں۔ آپ کو جو کچھ لکھا ہے وہ اس کا جواب اپنے قلم سے دیں گے فقط
تمھاری محبت کا منت پذیر امیر فقیر

۸۔ اکتوبر ۱۸۹۲ء۔ نمبر ۵

پیارے برہم سہ
غصے میں تیرے میں نے عجب لطف اٹھایا — اب تو عمداً اور بھی تقصیر کروں گا
تمھاری تحریر آئی اسی وقت غزل دیکھی بہت اچھے اچھے شعر ہیں، دو ایک جگہ تصرف کیا۔ اس زمانے میں حبس بول کا دورہ پڑا تھا۔ میں اور بھی ناتوان ہو گیا ہوں اور عسر بول کی تکلیف تو روز ہی رہتی ہے۔ اشعار قصیدے کے آئیں گے تو بشرط امکان دیکھکر بھیجوں گا۔ آپ کے باب میں تحریک باطنی اور ظاہری چلی جاتی ہے۔ خاطر جمع رکھیے انشاءاللہ آپ بہت جلد کامیاب ہوں گے۔
زعمر خویش برخوردار باشی — بشرط آنکہ با ما یار باشی
امیر فقیر

رامپور اسٹیٹ ۶۔ نومبر ۱۸۹۲ء نمبر ۶

پیارے برہم۔ خدا تم کو تمھاری آرزوں میں کامیاب کرے۔ تمنے محض اپنی سعادت اور دلسوزی سے میرے امراض اور شکایات کی تفصیل چاہی ہے میں تمھارا شکر گزار ہوں مگر کیا لکھوں کیا نہ لکھوں اس لیے کہ سہ
خانۂ طاح در چین ست گشتی در فرنگ

تم بھوپال میں ہیں رامپور میں، اور حالات اور شکایات میں اتنا جلد جلد تغیر ہوتا ہے
کہ جب تک میں اپنا حال تم کو لکھکر بھیجوں اور تم کوئی دوا تجویز کرکے مجھے لکھواؤ اس
وقت تک وہ شکایت جاتی رہے اور ایک دو نئی شکایتیں پیدا ہو جائیں۔ مگر
تم نے دلسوزی اور محبت و سعادت سے میرا حال تفصیل پوچھا ہے، تو اب ضرور
ہوا کہ شکرگزاری کے ساتھ ان تکالیف سے تم کو مطلع کروں۔ میرے بعض
احباب نے جو طبیب ہیں میرا مفصل حال دریافت کیا تھا اور میں نے
ان کے سوالات کے مقابل میں جواب لکھوا دیئے تھے۔ اسی کی نقل تم کو
بھیجتا ہوں۔ ان کو دیکھنے کے بعد اگر اور کوئی بات دریافت طلب ہوگی
تو مجھ سے پھر پوچھ لینا، ہاں اتنا لکھ دینا اور ضروری ہے کہ پارسال جو دورہ
حبس بول کا پڑا تھا اور جس کا ذکر ان جوابات میں ہے اس کے بعد اس سال
اسی مہینے اور اسی تاریخ کو دورہ پڑا یعنی ۱۲۔ ربیع الاول تھی۔ کئی دن پھر
سخت تکلیف رہی مگر الحمدللہ کہ قاثاطیر سے کام لینے کی ضرورت نہیں پڑی بتدریج
ادرار ہوگیا اگرچہ تھوڑی تھوڑی تکلیف کا اثر کئی روز تک رہا۔ اب میری حالت
یہ ہوگئی ہے کہ چار چار پانچ پانچ منٹ کے بعد چوکی پر جاتا ہوں نہ کہیں آنے
جانے کے قابل رہا نہ کسی سے ملنے جلنے کے لائق۔ ایک مہینے سوا مہینے سے یہ شکایت
پیدا ہوگئی ہے کہ اجابت کئی کئی بار ہوتی ہے کبھی تلین کے ساتھ اور کبھی ذرا ذرا
سی بلیں۔ سینے پر ایک سوزش اور جلن رہتی ہے، ریاح نہایت جلتے ہوئے
خارج ہوتے ہیں۔ اجابت ہو جانے سے سوزش وغیرہ میں کمی ہو جاتی ہے اور
اجابت نہیں ہوتی تو بدستور بے چینی رہتی ہے۔ میں نے بعض احباب کے

اصرار سے غزل کہی ہے اب تک دفتر گلچیں میں نہیں بھیجی۔ امراض اور ضعف دل و دماغ اب مجھے فکر کرنے کی فرصت نہیں دیتے۔ کبھی نثار کے اصرار سے مجبور ہو کر کوئی غزل کہنے کا خیال کرتا ہوں تو دو چار روز میں اٹھتے بیٹھتے کچھ شعر ہو جاتے ہیں۔ اسیطرح دو تین بار اس زمین میں بھی خیال کیا جو شعر ہو گئے اس میں سے بار بار انتخاب کر کے ممتاز نے صرف پچیس پچیس شعر کی دو غزلیں رکھی ہیں اور یہی رائے ہے کہ اسی قدر گلدستے میں چھپنے کو بھیجی جائیں۔ مگر میں ان کو بھی زیادہ سمجھتا ہوں فقط امیر فقیر

رام پور اسٹیٹ ۲- مارچ ۱۸۹۳ء نمبر ۷

مجی برہم کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ تحریر تمھاری پہنچی، باوجود تپ لرزے میں مبتلا ہونے کے دو تاریخیں ایک فارسی اور ایک اردو لکھکر قاضی صاحب کی خدمت میں بھیجدیں۔ اور تمھاری نسبت بھی مختصر الفاظ لکھدیے مجھے جناب قاضی صاحب کی کوئی تحریر نہیں پہونچی۔ ورنہ کیا ممکن تھا کہ میں جواب نہ لکھتا یا تعمیل نہ کرتا فقط امیر احمد عفی عنہ

ریاست رامپور ۲۳- اگست ۱۸۹۵ء نمبر ۸

پیارے برہم۔ تم میرے زخم جگر کے مرہم ہو تمھاری سلجھی ہوئی تحریر محبت خمیر نے میرے پریشان دل کو جمعیت بخشی اور افکار و انتشار کی جماعت کو درہم برہم کر دیا۔ خدا کرے تم ہمیشہ شاد اور آباد اور تمھارے بدخواہ برباد رہیں۔ تمنے بیشک

مجھے اپنے دل سے بھلا ڈالا ہی کہ مجھے برسوں یاد نہیں کرتے ہو۔ مگر اس پر بھی میرا محبت منزل دل تم کو نہیں بھولا، گو یہاں بسبب موانع قوی تحریر کی نوبت نہیں آتی، مگر تھاری یاد بالکل نہیں جاتی۔ تم سے اور تھارے خطوط سے تھاری یاد ہی اچھی۔ اب جو تم نے اپنی ملاقات سے مسرور کرنیکا وعدہ کیا ہی خدا تھارے وعدے کو پورا کرے جو تھارا وعدہ ہی وہی میری تمنا ہی اور اپنی تمنا کو پورا ہوتے میں نے بہت کم دیکھا۔ اس لئے اس وعدے سے دل کو پوری خوشی نہیں ہوسکتی۔

میری پریشانیوں کا دفتر بہت بڑا ہی اس کے لکھنے کو فرصت اور اطمینان چاہیئے۔ اور فرصت اور اطمینان ہی کا یہاں کال ہی۔ بہرحال جس حال میں ہوں اللہ کا شکر کرتا ہوں۔ کبھی کبھی تھارا مختصر و منتخب کلام آتا تو میں باایںہمہ اس کے دیکھنے کا قصد کرتا اور پھر بھی ممکن نہوتا تو عذر کرتا۔ شکر ہی کہ عذر میرا بغیر ظاہر کئے ہوئے پہلے ہی سے تھارے یہاں مقبول ہی۔ امیر اللغات کے دونوں حصّے تھارے طلب کے موافق بھجوا سکتا ہوں مگر ویلو پی۔ ایبل تو روانہ ہو نہیں سکتے۔ اس لئے کہ قیمت فوراً ادا کرنا نہیں ہی لہذا تم کہو تو بصیغۂ بیرنگ روانہ کردیے جائیں پیڈ بھیجنے میں تلف ہونیکا اندیشہ ہی۔ کئی نسخے اس طرح بھیجنے میں تلف ہوچکے ہیں۔ سب چھوٹے بڑے ما وجب گذار ہیں۔ جلیل تھاری محبت کے علیل تسلیم بالوف التکریم والتبجیل کہتے ہیں۔

داعی خیر۔ امیر فقیر

رام پور - ۲۲ - نومبر ۱۸۹۵ء   نمبر ۹

محبی - سلام و دعا انضمام - مدت سے تمھارا محبت نامہ نہیں آیا یہ بھی تمھارا آنا ٹھہرا۔ تم کو یہ عذر ہوگا کہ ضروری کاموں سے فرصت نہیں ہوتی تو کیا تمھارے نزدیک یہ ضروری کام میں داخل نہیں ہی کہ اپنے داعی خیر کو دو کلمۂ خیریت سے کبھی کبھی مطمئن کرو خیر ہم کو یاد کرو یا نکرو ہم تو دعا سے یاد کرتے ہیں

گو نہیں پوچھتے ہرگز وہ مزاج ہم تو کہتے ہیں دعا کرتے ہیں

صنمخانۂ عشق کو نظر ثانی سے میں نے مکمل و مہذب کر لیا ہی کچھ کسر باقی ہی بعض احباب سخت مصر ہیں کہ چھپے امید ہی کہ اب کے ایسا ہی ہوگا۔ اسکو اشاعت وغیرہ میں مدد دینے اور خریدار بہم پہونچانے کی نسبت تمھیں کچھ لکھنے کی حاجت نہیں ہی۔ اتنا تم سے کہتا ہوں کہ یہ دیوان دیوان اول سے بدرجہا اولی ہی۔ باعتبار زبان اور مزے کے اور باعتبار بلاغت کے بھی۔ اور ہاں اب امیر اللغات کے روپیے تو بھیجدو۔ تم نے بڑی دیر کی۔ بڑی ضرورت ہی۔ جلیل آپ کے محبت کے علیل سلام عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر

ریاست رام پور ۱۶ جون ۱۸۹۶ء   نمبر ۱۰

دلنواز احباب، سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ میں داغ مفارقت احباب دل پر لیے ہوئے شب کو رامپور پہونچا۔ پوسٹ کارڈ اطلاع خیریت کیواسطے بھیجتا ہوں۔ جلیل ایک ہفتہ کیواسطے لکھنؤ سے ناگپور گئے اور خلیل کو ایک سفارش کا خط لکھنؤ سے مل گیا وہ رام پور پہونچے لطیف و مسعود سلام کہتے ہیں

مکرم برادران جناب قاضی صاحب کے حالات خیریت آیات سے مجھے ضرور مسرور کیجئے اور میری طرف سے بہت بہت سلام نیاز پہونچائیے اور جو بات مجھے لکھ بھیجنے کے قابل ہو وہ ضرور لکھیئے اور حسب وعدہ ہمیشہ صلاح نیک سے شاد کام رکھیئے۔ جملہ عزیزان واحباب کو نام بنام دعا و سلام کہیئے فقط

امیر فقیر۔ بقلم دیگرے

نمبر ۱۱

رام پور۔ ۱۵۔ جولائی ۱۸۹۷ء

دلنواز سلام مسنون۔ گیارھویں صفر کا لکھا ہوا خط چودھویں کو آیا اور آپ کی خیریت سے مسرت ہوئی اور اصغر علی خاں مہتمم فراشخانہ کی جوانمرگی سے عبرت وحسرت۔ قاضی صاحب کی خدمت میں عیادت نامہ مختصر لکھا ہے آپکا مورد عواطف ...... ہونا باعث مزید سرور ہوا خداوند تعالیٰ ہر جگہ آپ کو رسا اور کامروا رکھے، میں بھی موقع پر حسن یادآوری کا شکر گزار ہوں، بارش یہاں بھی دسویں صفر سے جوشا جوش ہے۔ میری طبیعت اب تک سنبھلی نہیں۔ موسم بھی خراب آگیا ہے۔ سب کیطرف سے ما وجب فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۲

رام پور ۱۳ ستمبر ۱۸۹۷ء

پیارے برہم، سلام ودعا۔ ۳۰۔ اگست کا لکھا ہوا خط آیا غزلوں کا بلندہ بھی پہونچا، آپ کی بہن کے یہاں چیچک نکل جانا اور آپ کی کچہری سے سامان مہمانی احباب اٹھ جانا باعث افسردگی دل ہوا۔ خداوند تعالیٰ

حسن نیت کے اثر سے نعم البدل عطا فرمائے۔ وزیر صاحب بہادر کو ایک خط اسیدن روانہ کر چکا تھا جس دن آپ کا خط آیا ان کا وعدہ تو اس خط میں یاد دلایا گیا ہے۔ اور اجازت چاہی گئی ہو کہ لطیف یہاں وہاں حاضر ہو کر امیدواری کریں اور سلام سے مشرف ہوا کریں۔ انسپکٹری کی تخصیص کر کے لکھنا قبل اسکے کہ اس خط کا جواب آئے مناسب معلوم نہوا اگر وہ خط یاد دہی کا میں نے نہ لکھا ہوتا تو آپ کی رائے کے موافق انسپکٹریوں کے سلسلے میں جگہ ملنے کی درخواست کرتا برابر دو خط پہونچنے پر خیال آتا ہو کہ مبادا جناب وزیر صاحب کی طبیعت پر گراں گزرے۔ نور عین لیاقت حسین کے واسطے بھی بہت خیال ہو اس واسطے کہ ان کا تکفل کثیر اور وہ بہت پریشان ہیں۔ جناب قاضی صاحب کے مژدہ صحت سے آپنے سامعہ نوازی کی میں بہت خوش ہوا میری طرف سے تہنیت صحت کسی موقع پر ادا کیجئے۔

(ج) ہے آپ کا کچھ بس نہیں چلتا اور وہ جیم کے پیٹ میں ایک نقطہ ہو اپنی فکر رسا سے کوئی اچھا اور معقول کام لو تو جی خوش ہو یوں میرے بہلا دینے کی تو تم کو ہزار راہیں آتی ہیں جب قلم اٹھاؤ گے بہلا لوگے۔ دیکھو غزلیں تمھاری دیکھیں قدر کرو تو ایک ایک اصلاح بہت قدر کے قابل ہو۔ سراسری نہ دیکھنا بہت غور کرنا۔ شعر تمنے کئی غزلوں میں بہت اچھے اچھے کہے ہیں، وجوہ تصرف اکثر جگہ تمھارے ذہن سلیم پر اعتماد کر کے نہیں لکھے۔ میں جس حال میں ہوں وہ مشغلہ شعر و سخن کے بالکل منافی ہو۔ محض تمھاری خاطر سے تمھاری غزلیں دیکھی ہیں۔ بستے کے بستے

شاگردوں کے کلام سے بھرے پڑے ہیں۔ تم پہلے مجھکو مطمئن کر دو پھر جتنا کلام چاہو بھیجو۔ حکیم صاحب حکمت کی باتیں تم کو بہت آتی ہیں۔ کام کی بات ایک نہیں آتی۔ سچی بات لکھی ہے۔ برہم نہو جانا۔ فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۳

رام پور، ستمبر ۱۹۰۶ء

پیارے برہم، اسوقت سلام و دعا سب ندارد، اس لیے کہ ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ رائے سین کے انسپکٹر ہو گئے۔ اگر یہ سچ ہے تو ہم سخت ناچار و مضطر ہو گئے۔ اب درد دل کسکو لکھیں، کسکی رسائی ذہن کے امید گاہیں رسائی تقدیر کی امید رکھیں، معلوم نہیں کیا مصلحت ہے کہ آپ نے پہلے تحصیلداری سے انکار کیا اب انسپکٹری قبول کر لی۔ ہماری نظر میں آج وہ شہر سونا ہو گیا۔ خیر، غریبوں کا اللہ والی ہے خدا سے دعا ہے کہ آپ جہاں رہیں خوش رہیں اور ہمیشہ اپنی خوشی سے خوش ہونیوالوں کا دل خوش کیا کریں، اور ہم کو بتائیں کہ اب ہم تحریکات خاص کی کیا سبیل نکالیں۔ اور کوئی مطلب اس خط میں لکھنے کا موقع نہیں رائے سین کا ٹھیک پتا ایسے خط سے کہ پڑھا جائے لکھ بھیجئے۔ لطیف و مسعود اور سب عزیزان ما و جیب گزار ہیں۔ ایک خط اور کلام تمھارا کئی روز ہوئے بھیجا ہے اس کی رسید کا انتظار ہے۔

امیر فقیر

نمبر ۱۴

رامپور، ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء

تمھیں برہم۔ دعا کے بعد مدعا یہ ہے کہ تمھاری تحریر مشعر ناچاقی طبیعت پہونچکر

سخت تشویش و ملالت افزا ہوئی جس وقت سے یہ خط آیا ہی تمھاری ہی طرف جی لگا ہی۔ دعا کے سوا بیچارے بندوں کو چارہ کیا ہی۔ خدا کرے اس خط کے پہونچنے تک تمھاری طبیعت صاف ہو گئی ہو اور مژدہ صحت دلخواہ جلد سامعہ نوازی کرے۔ اور اب خیر سے حسب دلخواہ کامیابی کے ساتھ تمھارا قیام دارالاقبال ہی میں رہی۔ امید ہی کہ اپنی طبیعت پر جبر کر کے جلد جلد حالات خیر آیات سے رفع نگرانی کرتے ہو۔ کئی روز ہوئے۔ ایک خط میں نے تمھارے مستقر حکومت اسنکیٹری کے پتے سے روانہ کیا ہی کیا عجب وہاں سے واپس ہو کر بھوپال میں تم کو ملے سب کی طرف سے سلام و مزاج پرسی۔

امیر فقیر

نمبر ۱۵

رامپور۔ ۱۴۔ نومبر ۹۷ء

محب دلنواز۔ سلام مستون دعا مشحون۔ آپ اب کس حال میں ہیں کیسا مزاج ہی؟ میرے خط کا جواب بھی نہ دیا جو خبر علالت سنکر فی الفور لکھا تھا۔ میں آپ کی صحت کے لئے ہر وقت دست بدعا ہوں اور کچھ کیفیت دریافت نہونے سے نہایت متردد ہوں۔ خدا کرے اب آپ کو آرام ہو۔ اس کارڈ کو پاکر بواپسی ڈاک جواب بھیجئے۔ اور مفصل حال لکھکر مطمئن کیجئے۔ سب کیطرف سے ماد حیب او رجلیل حسن کیطرف سے مزاج پرسی۔

امیر فقیر

نمبر ۱۶

۵۔ ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ

پیارے برہم۔ "اندھا جب جیتا ہے کہ دو آنکھیں پائے" کا مدار کا کہنا اور

تمھارا یقین کرنا اور یہ لکھنا کہ کامدار مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے ایک حاجتمند
کو خوش ضرور کرتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے یہ ظاہر کرنا کہ وفاے وعدہ کا وقت
معین نہیں ہو سکتا۔ اس خوشی کو مٹاتا ہے درو خریف کا وقت تو گزر گیا۔
اب ربیع کا وقت قریب ہے۔ دیکھا چاہیئے۔ بہر کیف جب تک رقم مجوزہ
یہاں پہونچ نہ جائے اس وقت تک میں تمھاری توجہ کا قائل نہیں ؎

ایں را کیسے گو کہ ترا آشنا سد

باتوں میں خوش کر دینا تو تمھارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ جان من ایسی
کوشش کرو کہ کام نکلے۔ ہاتھ چلے۔ تنگدستی نے تنگ کر رکھا ہے۔ براہ بےتکلفی
تم کو لکھا ہے مستعد ہو جاؤ۔ زیادہ لکھنا فضول ہے۔ درخانہ اگر کس ست
یک حرف بس ست فقط امیر فقیر عفی عنہ

۷۔ جنوری ۱۸۹۹ء ۵۔ رمضان ۱۳۱۶ھ نمبر ۱۷۱

سلام و دعا۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا خدا کرے آپ کی حسن تقریب
حسب دلخواہ عمدہ اثر پیدا کرے۔ لطیف میاں گلدستہ چھپوانے لکھنؤ گئے
ہوئے ہیں اور اہل مطابع کے ناز اٹھا رہے ہیں مسودہ مہذب و منتخب ہیں سے
ساتھ لیگئے ہیں۔ خدا کرے جلد نکلے۔ ابتدا میں ہر کام وقت سے ہوتا ہے
رفتہ رفتہ جب اپنا مطبع ہو جائے گا تو آسانی ہو جائے گی۔ ماہ صیام میں خط
لکھنا بھی دشوار ہے۔ مختصر نگاری معاف ہو فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۸ رامپور ۱۲۔ دسمبر ۱۸۹۹ء

پیارے برہم۔ تمہارا خط آیا۔ غزل پہونچی۔ لطیف میاں لکھنؤ گئے ہیں دو چار دن میں آئیں گے۔ غزل پر اصلاح توجہ سے ہو گی بشرطیکہ اصلاح مثنوی معلومہ کا عمدہ نتیجہ تمہاری کوشش سے ظہور پذیر ہو۔ تم سارسا آدمی اور اب تک اس باب میں حسن کارگزاری کا پتہ نہیں لطیف احمد کا خط تمکو پہونچا ہو گا تمہارا خط اور غزل انکو تفویض کرنے کے لئے مدامانت میں ہی۔ جو مطالب تم نے لطیف میاں کو اپنی غزل اور گلدستے سے متعلق لکھے ہیں وہ ان سب کا بخوبی لحاظ کریں گے اور کوئی جدید مطلب نہیں۔ سب عزیزان و احباب واجب رساں ہیں۔ یہ تمنے کچھ نہ لکھا کہ اب تم کس کام پر ہو۔ ضرور لکھو فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۹ حیدرآباد دکن ۳۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء

داغ دل کے مرہم پیارے برہم۔ دعا سلام۔ اپنے سوالوں کا جواب لو بحر متقارب کی تخصیص نہیں ہر بحر سالم میں تسبیغ کراہت سے خالی نہیں محقق نصیر الدین طوسی نے معیار الاشعار میں اس کی تصریح کی ہے اور یہی محقق، بحر متقارب میں یہ شعر ؎

بیا لا نگارا چو آزادہ سروی	ولیکن برخسار مانند گلنار

لکھکر کہتے ہیں "و ایں ناپسندیدہ است چہ حرف آخر از دائرہ بیرون است"، اور متقارب مزاحف میں اہل فارس اور اہل اردو نے تسبیغ کا استعمال کیا ہے اور اسکو کسی نے مکروہ نہیں جانا حافظ ؎ پرنقیر

گر تیغ بارد در کوے آں ماہ — گردن نہادیم الحمد للہ

تقطیع مصرع اول، فعلن فعولن فعلن فعولان تقطیع مصرع ثانی فعلن فعولان فعلن فعولان۔ میر ؎

اب حال اپنا اسکے ہے دلخواہ — کیا پوچھتے ہو الحمد للہ

مشقت کو محنت کو جو عار سمجھیں — ہنر اور پیشے کو جو خوار سمجھیں

میری راے میں یہ سالم ہے نہ مسبغ۔

قرن بفتحتین صحیح ہی۔ انوری ؎

دہ قرن از کرمت بردہ جہاں برگ ونوا — تو چہ دانی کہ جہاں را بچہ برگ ونوا ست

مایقرا کا استعمال خط وکتابت کے ساتھ ہی جیسے کہیں فلاں شخص کا خط مایقرا ہی خوشنویس نہیں، اور کسی چیز کیساتھ استعمال میں نے نہیں سُنا۔

بحر نے جو ایک شعر میں ؎

اب مجھ سے الثیام کی باتیں نہ کیجیے — دل تم سے پھٹ گیا جگر انگار ہو گیا

مصرع اولی میں کیجیے کیساتھ خطاب کیا ہی اور دوسرے مصرع میں تمسے یہ بحر پر موقوف نہیں بلکہ اس زمانے تک اکثر معاصرین بحر جنکا شمار اساتذہ میں ہی اُسکے تارک نہ تھے۔ ان کے بعد متاخرین نے اِس اختلاف خطابات سے احتراز کیا۔ میں بھی انھیں تارکیں میں ہوں، — امیر فقیر

نمبر ۲۰

رام پور ۲۶ - اگست

ایے برہم۔ سلام ودعا، پھر مدعا، محبت نامہ سعادت شمامہ ۲۲ اگست کا

لکھا ہوا ہو گا۔ آیا انتظار مٹایا دل بڑھایا۔ دیکھا چاہیے یہ رائے آپکی کہ سرکار عالیہ حکم عرضداشت پر ضرور ہی لکھوائیں گی" کہانتک صحیح ہے ارادے کے موافق آپ منشی صاحب سے ملے ہوں اور عرضداشت کا ملاحظہ ہو معلوم ہوا ہو تو آیندہ کوئی رائے قائم ہو سکے جن کی نسبت آپ کا خیال ہے اگر جواب لکھوائیں گی تو انھیں سے انکو (ج) سے توڑنا ذرا مشکل بات ہے۔ شاید آپ کی جودت اور کوئی حکمت کام کر جائے بہرکیف اب آپ کی آیندہ تحریروں کا انتظار رہے گا۔

آپ کے وجع الورک اور درد گلو نے دل دردمند کو اور بھی دردمند کر دیا الحمد للہ کہ ان امراض سے نجات ہوئی۔ جناب قاضی صاحب کی اذیتوں کا تصور ہردم دل کو تڑپاتا ہے۔ معاذ اللہ کیسے کیسے صدمے اٹھائے ہیں، میں نے مزاج پرسی کا خط لکھا تھا۔ جواب اسی سے نہ آیا کہ زخم میں پھر شگاف کی حاجت ہوئی اور تکلیف گھٹکر بڑھ گئی۔ اب اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ آپ کسی موقع پر میری طرف سے بکمال نیاز و خلوص سلام و دعا اور اس بانکپن اور جرأت کے ساتھ شگاف دلوانے پر آفریں و مرحبا کہیئے۔ میں اکثر اوقات دعائے صحت دلخواہ میں مصروف رہتا ہوں۔ مجیب الدعوات مستجاب فرمائے۔ اب تک فساد آب و ہوا کا وہاں باقی رہنا اور بھی دل کو پریشان رکھتا ہے۔ آغاز ماہ اگست سے اس ملک میں بھی یہی مرض وبائی پھیل رہا ہے ہر وقت دھڑکوں ہی میں گذرتی ہے۔ حق تعالٰے ہر جگہ سے اس بلا کو دفع فرمائے۔ سب جگہ امن چین ہو جائے فقط امیر فقیر

نمبر ۲۱

پیارے برہم۔ دوبارہ پان بھیجنے کا شکریہ۔ اس مرتبہ پان بالکل ضایع گئے۔ ایک تو ڈھولیوں کے اندر بہت ہی ناقص ریزے بھرے ہوے تھے۔ دوسرے ہرے اور خام ہونے سے ٹھہر نہ سکے۔ اب کے پان بھیجو تو سفید پکے پان اعلیٰ درجہ کے بھیجو۔ وہ مسلّم پہونچیں گے اور زیادہ ٹھہریں گے۔

میری حالت نور چشم لیاقت حسین کی تحریر سے معلوم ہوتی ہو گی اب مجھے بہت افاقہ ہی اور مرض کا گویا ازالہ ہو چکا ہی مگر ضعف سے اب بھی یہ حالت ہی کہ اپنی طاقت سے کروٹ نہیں لے سکتا۔ لطیف احمد و مسعود احمد تپ میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اس سے اور پریشانی ہی کچھ عجب اتفاق ہے کہ قافلہ میں کوئی فرد صحیح نہیں ہی۔ لیاقت اور ثابت علی بھی بار بار مبتلا ہوئے۔ اور سنبھلے انھیں پریشانیوں میں شبانہ روز گذرتے ہیں۔ اتنا موقع نہیں ملتا کہ تم کو یا کسی کو کوئی خط لکھوا سکوں۔ بدقت اس وقت یہ سطریں لکھوائی ہیں، پان بھیجنے کی تکلیف بار بار تمھیں دی گئی ہیں نہایت محجوب ہوں، اور اس مرتبہ کے پان ضائع ہونے کا سخت افسوس ہی۔ زیادہ کیا لکھوں۔ تم اپنی خیریت سے ہمیشہ مسرور کرتے رہو والسلام۔

امیر فقیر

حکیم عابد علیصاحب کوثر خیر آبادی کے نام

نمبر ۲۲ ۵۔ فروری ۱۹۲ئہ

پیارے کوثر۔ ملفوف کاغذ میں لکھواکر بھیجتا ہوں اس کو آپ دیکھ کر اپنے مراسم کے موافق احمد علیخانصاحب منصور آبادی کو جلد لکھکر بھیجدیں۔ اور کوئی دقیقہ کاربرآری کا فروگذاشت نکریں۔ مجھے محبی جلیل سے سخت انفعال ہی اور ان کی کامیابی کا نہایت ہی خیال ہی۔ افسوس ہی کہ میں عوارض و مکارہ کی وجہ سے سفر نہ کرسکا ورنہ ضرور وعدہ اُنسے وفا کرتا۔ اور بسبب اس کے کہ جلیل کو دفتر سے علیحدہ ہونے دینا مجھے پسند نہیں اور ان کے والد درویش صفت ضعیف دنیا کے تعلقات سے کنارہ مکان پر ہیں ان سے کوئی دنیاوی کارروائی ہو نہیں سکتی، بلکہ وہ خود پیرانہ سالی سے ایک دل سوز خدمت گزار کے محتاج ہیں اس وجہ سے جلیل دور جانا نہیں چاہتے ہیں ورنہ دکن میں ان کا نوکر رکھوا نا ممکن تھا۔ آدمی یہ ایسے اچھے ہیں کہ جہاں ہوں وہاں اسلامی برکات پھیلیں میں انکی علیحدگی کو اپنی بدقسمتی جانتا ہوں مگر بمجبوری گوارا کرتا ہوں بشرطیکہ اسی جوار یعنی قرب وطن میں انکے بسر اوقات کی صورت نکلے۔ چونکہ مجھے خوب معلوم ہی کہ اس جوار میں عموماً لوگ تمھارے معتقد ہیں اور خصوصاً احمد علیخانصاحب کو بہت ہی تمھارا لحاظ ہی، تم تہ دل سے کوشش کروگے تو ضرور جلیل کامیاب ہو جائیں گے۔ لہذا بہت ہی اصرار سے لکھتا ہوں کہ سرگرم حاجت روائی ہو جیئے۔ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں آپ خود مجمع اوصاف حمیدہ ہیں۔ اللہ

آپ کی عمر دراز کرے۔ اور اقبال بڑھائے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ میرا حال بدستور
اور ممتاز احمد کو امید اندمال زخم تو قوی ہے مگر ہنوز رنجور و معذور ہے اور
عزیز بھی گاہ گاہ بیمار ہو جاتے ہیں۔ آجکل پریشانیاں بڑھی ہوئی ہیں خدا رحم
فرمائے۔ میں بہت منتظر رہونگا کہ کب آپ احمد علیخاں صاحب کا خط مشعر
طلب جلیل بھیجیں گے، تعمیل و تکمیل کے ساتھ کوشش کیجئے۔ سب اطفال
و اہل دفتر خصوصاً جلیل و آہ سلمہما اللہ با حسب سابق ہیں۔ دلنواز اسوقت
ڈاک سے ایک تھیلی مجھے پہونچی جس کے منہ پر فقط ایک ڈورا لپٹا ہوا تھا
اور ڈورے پر لاکھ کی مہر بھی نہ تھی، شاید دھوکے سے یونہی روانہ ہو گئی، اب
آپ کا خط آئے تو طریق استعمال معلوم ہو، اطمینان کیواسطے یہ دو سطریں
بطور رسید لکھدیں فقط امیر فقیر

نمبر ۲۳ ۲۶ رمئی ۱۸۹۲ء

پیارے کوثر۔ ارحم الراحمین بطفیل ساقی کوثر تم کو دونوں جہان میں جام
مراد سے سیراب کرے۔ محبت نامہ آیا تاخیر جواب سے منفعل ہوں۔ موانع و
مکروہات اسقدر ہیں کہ لکھ نہیں سکتا۔ اسوقت چند شعر خود دیکھے اور ما بقی
دوسرے سنے بارک اللہ فی عمرکم و اقبالکم۔ ممتاز احمد کے پاؤں سیدھا ہونیکا
علاج ہو رہا تھا نمک اور مسکے کی مالش ہوتی تھی جراح نے دو دن موم باندھدیا
تمام ران میں بٹھو پیر دانے نکلکر کچھ مرجھا گئے اور پانچ چھ پھوڑے ہو گئے۔ اب
ان کا علاج ہو رہا ہے۔ خدا رحم فرمائے۔ عسر بول کے باب میں جو ہدایات

آپ نے کی ہیں واقع میں اب تک ان پر کاربند ہونے کا اتفاق نہیں ہوا کچھ میری کاہلی کو بھی اسمیں دخل ہے اور کچھ یہ بات ہے کہ بار بار نئی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں کہ انکے تدارک میں مصروف ہو جاتا ہوں چنانچہ ایک مہینے سے نیچے اوپر کی ڈاڑھیں اسقدر دکھتی ہیں کہ آنکھ اور کان اور سر کا درد تڑپایا کرتا ہے ہلتی ہیں مگر نکلتی نہیں اور عمل زنبوری کی جرأت نہیں پڑتی۔ معہذا لوگ کہتے ہیں کہ اوپر کی ڈاڑھ نکلوانے میں آنکھ پر صدمہ پہونچیگا۔ الغرض جتنے دن باقی ہیں ان میں راحت کی امید نہیں۔ خداوند تعالی خاتمہ بخیر کرے اور دار الراحت میں آرام دے۔ آنکھوں کی تکلیف اِس زمانہ میں خود بخود کم ہے۔ ترپھلے سے کبھی کبھی آنکھیں دھوتا ہوں اور اطریفل کا بھی استعمال کر لیتا ہوں۔ میر بشارت حسین صاحب رئیس صاحب گنج کے واقعۂ رحلت سے سخت صدمہ ہوا۔ اُس محسن کا نعم البدل خداوند تعالی آپ کو دے دنیا عجب دار حوادث ہے۔ مارچ سے اب تک ایسے ایسے نامور اٹھ گئے ہیں کہ ان کے داغ فراق دائمی کے صدمے کو دل ہی جانتا ہے۔ ممکن ہوا تو تتمہ غزل سابق کسی وقت نکلوا کر دیکھوں گا۔ ممالک نزدیک و دور سے کلام اس کثرت سے آتا ہے کہ میرا دل چھوٹ جاتا ہے طاقت وفا نہیں کرتی۔ فرصت ملتی نہیں، دنیا بھر سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ سب عزیز و احباب و اہل دفتر خصوصاً آہ و جلیل تسلیم عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر

بتا۔

۱۰ اگست ۹۲ء نمبر ۲۴

پیارے کوثر۔ مجھے بیماریاں و بیمار داریاں خصوصًا اور مکروہات دنیاوی عموماً نہیں چھوڑتے کہ میں احباب سے سرخرو ہوں تم بھی میرا قصور معاف کردو افسوس کہ طرح گلچیں گزشتہ جسدن آئی اسدن خیال ہوا کہ ضرور دیکھکر بھیجوں گا۔ پھر ایسے حالات رہے کہ آج تمھارے لکھنے پر غزل کا آنا یاد آیا عذر خواہوں اور اس غزل کو اسی وقت دیکھکر بھیجتا ہوں، کتاب لغت کی بدولت زیر باری حد سے بڑھی ہوئی ہے، خدا رحم فرمائے پیشاب کا مرض سخت مکلف ہی، جو کی پر جانے جانے پاؤں تھک جاتے ہیں اور ہر بار رک رک کر ہوتا ہی۔ دیر ہوتی ہی تو عسر بول بڑھ جاتا ہی۔ آنکھوں کو جب سے روگ لگا ہی تب سے لکھنا اور کتاب دیکھنا گویا چھوٹ ہی گیا ہی۔ دوسرے کی محتاجی اور زیادہ مکلف ہی اور اکثر ہرج بھی ہوتا ہی۔ اب دو سطریں لکھیں اور آنکھیں ڈبڈبا آئیں کرڑ دانسے لگیں، بصارت میں بھی کمی ہونے لگی سب احباب سلام کہتے ہیں اور اطفال تسلیم رساں ہیں۔ پیارے کوثر پچھلی غزلوں کے شعر کچھ ملے ہیں، خدا کرے دیکھ لوں تو بھیجوں،

تمھاری سچی محبت کا منت پذیر امیر فقیر

۲۴ - ۲ - اگست ۹۲ء نمبر ۲۵

پیارے کوثر۔ کئی روز ہوئے ایک کارڈ لکھ چکا ہوں اس کے جواب کا ان کا ہی مجکو اتنی فرصت اور اطمینان نہیں کہ آپکے خطوط کے جملہ مراتب

پر نظر کر دوں اور ہر ایک بات کا جواب لکھواؤں۔ غزل آج دیکھ لی بھیجتا ہوں آپ صاف کر کے گلچین میں بھیجئے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ پریشانیاں بڑھی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ جلیل و آہ۔ تسلیم رساں ہیں۔

امیر فقیر

نمبر ۲۶ ۲۵۔ ستمبر ۹۲ء

حکیم صاحب۔ عجیب کیفیت میں ہوں کہ دن رات میں کسی وقت آرام نہیں نہ آنکھیں کام دیتی ہیں نہ ہاتھ قابو میں ہیں سواد خط سے آپ پہچان لیجئے کہ رعشہ خط کو خراب کر رہا ہے۔ فرصت ایسی مفقود ہے کہ رات کے ۱۱ بجے تک جان نہیں چھوٹتی۔ لغت نے مجھے مار ڈالا۔ خیر، خدا خاتمہ بخیر کرے۔ عرق بادیان اور عرق مکوہ کا دس تولے پینا ہی مجھے سخت دشوار ہے، اگر دونوں عرق ملوا لوں تو چند سے جبر کر کے پیوں، بہر کیف آپ کا احسانمند ہوں۔ یہ فرمائیے کہ حجر الیہود خالص کا سفوف ہے یا مرکب ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ غزل میں جلد ہی جلدی ضروری تصرف کر کے چند شعر مایم یار کو بھیجے دیتا ہوں۔

امیر فقیر

نمبر ۲۷ ریاست رامپور روہیلکھنڈ ۲۹ اکتوبر ۹۲ء

پیارے توقیر۔ سلام و دعا کے بعد دعا نگار ہوں کہ ۲۱۔ اکتوبر کا لکھا ہوا محبت نامہ اپنے وقت پر مجھے پہونچا تھا۔ مگر ہیضہ کی طبیعت سے جواب نہ دینے کا عفو کا خواستگار ہوں۔ سفوف حجر الیہود میرے ایک دوست جس

محمد قیام الدین صاحب نے جو کئی مہینے سے اس دفتر میں رونق افروز ہیں۔ عرق مرکب میں تیار کیا ہے آپ کے سفوف تمام شدہ کی جگہ اس کا استعمال کروں گا۔ حکیم صاحب موصوف میرے تغیر حالات کو رات دن دیکھتے ہیں اور ماشاء اللہ ذہین اور ذی استعداد ہیں۔ اس سفوف کو شربت بزوری اور بعض مدر عرقیات کے ساتھ استعمال کو تجویز کرتے ہیں چندے اسکا استعمال بھی کرلوں شاید اسی سے شافی مطلق نفع دے۔ میں جہانتک خیال کرتا ہوں حبس و عسر بول زیادہ اسی وقت ہوتا ہے جب امعاء فضول سے پاک نہیں ہوتے اور ریاح محتبس ہوتی ہیں۔

دوائے مسہلہ و ملینہ کا استعمال کرتا ہوں اور تلیین سے اجابت ہوتی ہی تو سوزش مدفع براز کی طرف دیر تک رہتی ہی اور بار بار قلیل اجابت ہوا کرتی ہی۔ فراغ نہیں ہوتا اور یہ امور اور زیادہ مانع ادرار ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی دوا ایسی ملجائے جو میں شب کو استعمال کروں اور صبح کو آسانی سے مانی الامعاء مقوم فضول دفع ہو جایا کریں اور ریاح بخوبی منکسر ہوں تو مجھے قوی امید ہی کہ ادرار کی تکلیف ضرور کم ہو جائیں مگر مجھے ایسی دوا نہ یونانی ملتی ہے نہ ڈاکٹری میں۔ کبھی کبھی اسپغول و تخم ریحان وغیرہ مزلقات سے کچھ کارروائی ہوتی ہی مگر ان چیزوں کے التزام سے اور خرابیاں ہوتی ہیں جن کو آپ خود جانتے ہیں۔ آپ بھی بہت سوچکر اپنی حذاقت سے کام لیں اگر مقصود کے موافق کوئی نسخہ ترکیب پا لے تو کیا کہنا اگر جلد بھیجئے گا۔ اور ایسا نہو کہ بنوانے میں بکھیڑا بہت ہو۔ بازاری طرح قل

کا بھی استعمال بہت کیا۔ خود اس لیے نہیں بنوایا کہ نسخے مختلف ہیں طبیعت
کو یکسوئی نہیں ہوتی معہذا کم سے کم ایک چلے کے بعد اس کا استعمال چاہیے
چاہئے یہاں اب ضرورت شدید ہے۔ آپ کے قصد وطن سے بہت جی
خوش ہوا۔ خداوند تعالیٰ آپ کو خیر و عافیت سے لائے میں آرزو کرتا ہوں
کہ آپ وطن سے مجھ دیدار طلب کے دیکھنے کو رامپور بھی تشریف لائیں۔
خدا کے لیے اب کے ایسا نہ کیجیے گا کہ میں منتظر رہوں۔ خواجہ حمید جان صاحب
کی خدمت میں حصۂ اول امیر اللغات کا بھیجدیا۔ گھڑنا اور گڑھنا دونوں صحیح ہیں
مگر گڑھنا شعرا کے کلام میں نہیں پایا۔ فصحائے لکھنؤ گھڑنا کو ترجیح دیتے ہیں
رشک مرحوم نے جب گھڑی نہیں اور بھڑی نہیں طرح کی تھی تو مجھے یاد آتا ہے
کہ شعرا نے گڑھی نہیں بھی ان معنوں میں کہا تھا۔ رشک مرحوم کا شعر یہ ہے
ڈھالی ہوئے ہیں سانچے میں یہ بھی بدن کی طرح ، ہرگز سنار نے ترے زیور گھڑے نہیں
اور چھڑے بمعنی تنہا البتہ میں نے لکھنؤ میں فصحا سے نہیں سنا اور کلام میں بھی نہیں
دیکھا۔ موتی کی لڑی کی سند آپ نے ایسی دی ہے کہ اب میں اس میں کچھ کلام
نہیں کر سکتا جنھوں نے مجھکو منع کیا تھا جب انھیں کے یہاں موجود ہے تو مجھے
کیا تامل ہو سکتا ہے۔ محمد احمد آپ کی مہربانی کے شکر گزار ہیں۔ مولوی
کریم رضا صاحب کا خط ان کو پہونچا اور بہت خوش ہوئے۔ مولوی صاحب
کا پتا ٹھیک لکھ بھیجیے تو اسی ذریعے سے ان سے خط و کتابت کریں۔
ریاض نے ایک ناتمام سی غزل اپنی بھیجی تھی اور لکھا تھا کہ اور شعر کہہ کے
بھیجوں گا پھر کوئی خط نہیں آیا۔ وسیم کا حال مطلق نہیں معلوم کہاں ہیں۔

جلیلی اور آہ اور سب اہل دفتر اور بندہ زادگان اکبر و اصغر دعا و جب گزار ہیں فقط امیر فقیر عفا عنہ۔ بقلم دیگرے

نمبر ۲۸ ۱۱۔ دسمبر ۱۸۹۲ء

پیارے عابد۔ سلام و دعا کے بعد معلوم ہو کہ کارڈ آیا مع الخیر وطن آنا اور عزیزان وطن کو بخیریت پانا مبارک ہو امیری طبیعت روز بروز بگڑتی ہی جاتی ہی نہ سہولت اورار کو کوئی دوا مفید ہوتی ہے نہ ریاح باسوری کا غلبہ اور بار بار تلیین ہونا موقوف ہوتا ہے اور یہی تلیین اور حبس ریاح ہی زیادہ علت حبس بول کی معلوم ہوتی ہیں۔ اکثر تجربہ ہوا ہے کہ جب اجابت صالح القوام بآسانی اکبارگی ہو جاتی ہی اور ریاح بلا تکلف گردش کرتی ہیں اور منکسر ہوتی ہیں تو ادرار میں سہولت ہوتی ہی حاجت ادرار تو بار بار اس حالت میں بھی ہوتی ہے مگر پیشاب رکتا نہیں ہی۔ ایسی دوا نہیں ملتی کہ شب کو سوتے وقت استعمال کروں اور صبح کو فضول مقوم بلا انتظار آسانی سے دفع ہو جائیں اور ریاح نہ ستائیں اور ادرار میں دشواری نہو آپ بھی اپنی حذاقت راس سے کام لیں۔ حکیم صاحب گیا کے سفر سے پہلے، اب کے بار دو چار دن کے لئے آپ رامپور کو ضرور آئیں اور اپنے دیدار فرحت آثار سے مسرور کریں اگر ایسا نہوا تو مجھے نہایت حسرت رہیگی اور ملال ہوگا۔ لکھنؤ ہو کر آنا ہو تو عطر دانوں کی شیشیاں اور چار شیشیاں قاردورے کی بڑے منہ کی باٹے تالہ سے لیتے آئیے گا۔ سب عزیز و دوست دعا و سلام کہتے ہیں۔ مولانا مولوی

محمد عبدالحق صاحب کیخدمت میں سلام و شوق اور نیاز مندانہ شکایت عدم یاد فرمائی ، اور سب احباب کو ما لیتق۔ امیر فقیر

نمبر ۲۹
۱۰۔ فروری ۱۸۹۲ء

پیارے کوثر میں آپ کو خیر آباد خط لکھکر بہت خوش ہوا تھا کہ اب کے بار میری آرزو ضرور پوری ہو گی مگر افسوس کہ دل کی حسرت دل ہی میں رہگئی مصارف کی نسبت تو اگر آپ مجھے اطلاع دیتے تو میں بکمال طیب خاطر فوراً بھیجتا مگر آپ کا تکلف کب اس کی اجازت دیتا تھا ؎

امید وصال تو بعمر دگر افتاد

اوائل دسمبر میں یاد نہیں کون سی غزل آئی تھی ، دفتر میں تلاش کراؤں گا ، ملجائے گی تو انشاءاللہ کسی وقت دیکھکر بھیجونگا ۔ یہ غزلیں جو اب آپ نے بھیجیں باوجود تغیر حالات اور کمزوری طبیعت کے دیکھکر بقدر ضرورت بنائیں مشق آپ کی بعنایت الٰہی بہت بڑھی ہوئی ہے ، غزلیں قصیدوں سے کم نہیں ہوتیں اور ہر قسم کے مضامین ہوا کرتے ہیں ، مگر افسوس ہے کہ جرچے کی صحبت میں چند سے آپ کا ہونا خصوصاً اس ہیچمداں سے صحبت رہنا نہیں ہوتا اگر کسر ہے تو اسی قدر مجھے کسی دوا سے کچھ مطلق فائدہ نہوا اگر آپ کسی نسخے کی ترتیب ایسی دیں جو کاسر ریاح ہونے کے ساتھ شب کو کھا لینے سے مافی الامعاء فضول کو بغیر تلیین کے آسانی سے دفع کر دیا کرے تو امید ہے کہ تکلیف گھٹ جائے عسر بول ، قبض و غلبہ ریاح کے وقت زیادہ

ہوتا ہے اور تلیین سے حسب اجابت ہوتی ہے تو اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ محاورات ولغات کی تحقیق کے واسطے مخزن المحاورات اور گلشن فیض کسیقدر مفید ضرور ہیں مگر غیر محقق کو دھوکا دینے میں بھی یہ کتابیں استاد ہیں۔ دعا کیجئے کہ امیر اللغات مکمل ہوجائے تو خدا سے امید ہی کہ وہ ان سب سے مستغنی کردے گا۔ دوسرا حصہ چھپ رہا ہی، مارچ میں انشاءاللہ شایع ہونیکی امید ہی۔ اس زمانے میں نورچشم خورشید احمد کا عقد کاکوری میں قرار پایا تھا۔ میں اپنے مرض کی وجہ سے جا نہیں سکا چند اعزہ یہاں سے انکے ساتھ گئے تھے، عقد سے فراغت ہوگئی، آج کل میں خورشید احمد آنے والے ہیں۔ مجھے افسوس ہی کہ آپ نے خیرآباد سے خط نہ لکھا۔ لکھا تو اتنے دنوں کے بعد اب لکھا۔ میں آپ کی عدم ادراک خیریت سے متردد ہو جاتا ہوں خط تو ضرور لکھا کیجئے کہ نگرانی نہ رہا کرے۔ سب عزیز واحباب خصوصاً ممتاز اور جلیل ما وجب رساں ہیں۔ رسید ضرور لکھیئے گا۔

امیر فقیر۔

ریاست رامپور۔ ۱۲ اپریل ۱۸۹۳ء نمبر ۳۰

مجبی وشفیقی زادعنایتکم۔ سلام مسنون۔ اخلاص مشحون۔ آپ کا محبت نامہ ۲۳۔ فروری کا لکھا ہوا آیا تھا۔ مجھے کثرت افکار و آلام سے جواب لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ ۲۴۔ شعبان کو جو واقعہ روح فرسا ہوا ہے۔ اس نے اور بھی دل کو چور کردیا اور وہ واقعہ یہ ہے کہ عروس نورچشم محمد احمد نے سختی ولادت دختر مردہ سے رحلت کی، تدبیر اور علاج میں اپنے امکان بھر کوئی دقیقہ

اٹھ نہیں رہا۔ مگر مشیت الٰہی میں کیا دخل۔ میری طبیعت یوں ہی کبھی صحیح نہیں رہتی اور اتنو صدمات سے کچھ اور ہی حالت ہو گئی ہے۔ شعر اور سخن کا مشغلہ قطعی ترک ہو گیا بلکہ اس کے ذکر سے نفرت ہوتی ہے۔ دعا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے۔ آپ سے مجھکو بہت ہی ندامت ہے کہ باوجود آپ کی محبت اور خصوصیت کے میری طرف سے خدمت گزاری میں نہایت کمی ہوتی ہے بلکہ ہوتی ہی نہیں۔ یہ دونوں غزلیں جو آخر میں آئیں انہیں ایک گیا کے مشاعرے کی ہے دوسری گلچیں کی طرح میں۔ گیا کا مشاعرہ تو اب ہو ہی گیا ہوگا گلچیں میں البتہ وقت باقی ہے ابھی نظر سے میں نے گلچیں کی غزل دیکھی اور دیکھی کیا پڑھوا کر کئی جلسے میں سنی چونکہ اس کے ساتھ وہ دوسری غزل بھی تھی لہذا دونوں کو بھیجتا ہوں اصلاحی کو صاف کر کے گلچیں میں بھیجئے اور غیر اصلاحی کو اور وقت پر اٹھا رکھیے۔ جہاں اور بہت سی غزلیں دیکھنے کو باقی ہیں وہاں ایک یہ بھی سہی۔ آپ سے میں اپنی کم خدمتی کی معافی چاہتا ہوں یہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت اور اطمینان عطا فرمائے کہ آپکا بقیہ کلام دلجمعی کے ساتھ دیکھ سکوں۔ آپ کے خط کا پورا جواب اسوقت لکھ نہیں سکتا۔ طبیعت کو ذرا سکون ہوئے تو اس کو غور سے دیکھکر ایک ایک بات کا جواب لکھوں۔ نورچشم ممتاز علی اور جلیل بہت بہت تسلیم کہتے ہیں اور سب اطفال مار حسب دعا رساں ہیں۔

امیر فقیر عفی عنہ

رام پور - ۱۹۰ مئی ۱۹۲۳ء نمبر ۳۱

مجبی و مشفقی زاد لطفکم - بعد سلام مسنون اخلاص و دعا مشمون کے مدعا نگار ہوں کہ آپ کا محبت نامہ آیا واقعہ جگر گداز رحلت برادر زادہ اور برادر زادی سنکر وہ صدمہ اٹھایا کہ اس کو دل ہی جانتا ہے - ہائے ان دونوں کی عمریں ابھی کیا تھیں اور دنیا میں آکر انھوں نے ابھی کیا دیکھا تھا میرا ستم رسیدہ دل تو اس تصور سے پاش پاش ہوا جاتا ہو کہ ان کے ماں باپ اور آپ کی کیا حالت ہوگی - مگر خدا کی مشیت میں سوا صبر و شکر کے بندے کو کیا دخل ہو - آپ خدا کی عنایت سے خود فہیم آدمی ہیں مجھے صبر کے باب میں زیادہ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہو - کچھ عجب وقت آگیا ہو عزیز ہوں یا احباب کسی کی طرف سے کبھی خوشی کی بات سننے میں نہیں آتی - سوانح اور واقعات روح فرسا ہے یہ حالت ہے کہ اب دنیا سے دل سیر ہوگیا ہو کسی چیز اور کسی بات میں دلچسپی نہیں رہی آٹھ پہر یہی دعا ہو کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے - آپ کی ناسازی طبیعت سے الگ تردد ہو - خدا کرے یہ شکایت جلد دفع ہوجائے - امید کہ مژدۂ صحت سے مطمئن و مسرور کرنے میں دیر نہ کیجئے - میری حالت بدستور ہے نہ بیماریوں اور بیمارداریوں سے فرصت ہوتی ہے نہ آئے دن کے صدمات سے نجات ملتی ہے - باوجود اس رنجوری و معذوری کے غزل و رباعیاں آپ کی دلجمعی کو بھیجتا ہوں - غزل میں شعر کثرت سے ہیں آپ انتخاب کرکے اچھے اچھے شعر مشاعرے میں پڑھیں - خنجر کا دونا ہونا صحیح ہے - سب

بندہ زادے ما وجب گزار ہیں اور نور چشم آد و جلیل تسلیم کہتے ہیں۔ غزل
کی رسید اور اپنی خیریت بہت جلد لکھیے گا۔ امیر فقیر

رام پور۔ ۹۔ اگست ۹۳ء نمبر ۲۱

مُحبی و مشفقی زاد عنایتکم۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ آپ کا
محبت نامہ مرقومہ ۱۰۔ جولائی آیا تھا میں سخت نادم ہوں کہ نہ آپ کی غزل
دیکھ سکا۔ نہ خط کا جواب لکھ سکا۔ کیا کروں بیمار داریوں سے تو نجات ہی
نہیں ہوتی۔ اب بھی بعض اعزہ سخت بیمار ہیں۔ جن کی بیماری بہت ہی تکلف
روح ہے۔ اللہ تعالی رحم فرمائے۔ عجب اتفاق ہے کہ میری طرح آپ کو بھی
کاہشوں سے فراغت نہیں ہوتی۔ آپ کے بھائی کی بی بی کا دو معصومہ
لڑکیوں کو چھوڑکر رحلت کر جانا بڑے صدمے کی بات ہے۔ خداوند کریم ان
غریب لڑکیوں کی حالت پر رحم کرے اور آپ کو مصائب اور آلام سے نجات
دے۔ غزل دیکھکر وقت پر نہ بھیج سکنے کی آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ اب ذرا
اطمینان ہوئے تو اس کو نکلوا کر دیکھوں۔ آپ نے جوامیر اللغات کو شروع سے
آخر تک دیکھا اور اسکی بعض فروگزاشتوں سے مجھکو مطلع کیا میں اس کا
شکر گزار ہوں۔ بیشک کاتب نے غلطی کی اور تصحیح کرنیوالے بھی چوک گئے جو
بحر کے شعر میں بحر کی جگہ پہونچا چھپ گیا۔ اچھا اچھا کی مثال میں سخی کا شعر بیشک
بہت مناسب اور اچھا تھا مگر اول تو سخی مستند استادوں میں نہیں ہیں
دوسرے آجتک ان کا کلام لغت میں دیا نہیں گیا ایک تنکے کا شرم

ہونا"۔ میں منیر کا شعر ضرور دیا جاتا اگر پہلے سے ملتا اتفاق کی بات ہے کہ استقرا سے یہ شعر رہ گیا "اوپر سویر" فصل الف مع الواو میں لکھا گیا ہی آپ کی نظر اس پر نہیں پڑی۔ اب ملاحظہ کر لیجئے۔ حصۂ سوم کی ترتیب ہو رہی ہی قصد ہی کہ ب کا حرف اسی حصہ میں تمام کر دیا جائے اگرچہ اس حرف میں بھی بڑی وسعت معلوم ہوتی ہی مگر یہاں حتی الامکان اختصار پر نظر ہی۔ عزیزی ممتاز علی صاحب اپنے ماموں حافظ محمد محمود علی صاحب کے سخت بیمار ہو جانے سے وطن گئے ہوے ہیں۔ حافظ صاحب کا مرض نہایت خوفناک ہی، حالت زار ہی۔ خداوند تعالیٰ صحیح کر دے فرزندان فقیر سلام رساں ہیں۔ ارباب فخر خصوصاً جلیل تسلیم کہتے ہیں۔ مکرر منجملہ اور مریضوں کے ایک نور چشم سلمہ ہی جس کے پاؤں کا زخم کھلکر پھر آلا ہو گیا ہی۔ تپ میں ہر وقت چور رہتا ہی انصاف کرنا چاہیے کہ ایسے میں مجھ سے کیا ہو سکتا ہی۔ کسی گلدستہ میں تازہ چھپی ہوئی میری غزل دیکھئے تو یہ خیال نہ فرمائیے کہ میری حال کی شاعری ہے۔

امیر فقیر

رامپور۔ ۲۔ نومبر ۱۸۹۳ء نمبر ۲۳

محبی و شفیقی زاد عنایتکم۔ سلام مسنون دعا و اخلاص مشحون۔ میں آپ سے اپنے تصور کی معافی چاہتا ہوں کہ آپ کے اکثر مہربانی نامے آئے اور میں کسی کا جواب نہ دے سکا۔ میری معذوریوں کی اب کوئی حد نہیں رہی ضیق النفس اور بولی کے دورے جلد جلد پڑتے ہیں آٹھ روز ہوے آج ہی کے دن

سخت دورہ پڑا تھا دو مرتبہ قاناطیر کی نوبت آئی خون گئی روز تک آیا کیا اب تک بے چینی بڑھی ہوئی ہے ہر وقت دھڑ کا رہتا ہے کہ اب پیشاب بند ہوا۔ اللہ اللہ کرنے کے سوا اب میں کسی کام کا نہیں رہا۔ خداوند کریم خاتمہ بخیر کرے۔ نور چشم محمد احمد اور برخوردار لیاقت حسین مہینے ڈیڑھ مہینے سے صاحب فراش ہو رہے ہیں۔ لیاقت حسین کی حالت بہت ہی خراب ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور صحت دے۔ بڑی مشکل سے یہ غزل آپ کی سنکر میں نے بنائی۔ شعر اس کثرت سے اور اس تنگی کے ساتھ آپ لکھتے ہیں کہ کہیں اصلاح دینے اور وجوہ لکھنے کی جگہ نہیں ملتی مجبوراً وجوہ قلم انداز ہوتی ہیں۔ آپ کی غزل دیکھنے میں جو دیر ہو جایا کرتی ہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کی غزل طویل ہوتی ہے۔ جو کچھ آپ کہتے ہیں سب لکھ دیتے ہیں انتخاب نہیں کرتے۔ میرے نزدیک مناسب ہے کہ آپ مکرر سہ کرر نظر ڈالکر شعر منتخب کر لیا کریں۔ تاکہ مجھے آسانی ہو۔ داغ صاحب۔ آہ۔ جلیل وغیرہ بیس پچیس شعر سے زیادہ کی غزل کبھی پیش نہیں کرتے حالانکہ کہتے ہیں بہت زیادہ پریشانیوں کے سوا اور کیا لکھوں۔ امید کہ آپ مجھ سے ناخوش نہوں اور خیر و عافیت مزاج سے ہمیشہ مطمئن کرتے رہیں۔ نور چشمان سعادت نشان اور عزیزان جلیل آہ تسلیم رساں ہیں۔

امیر فقیر

رام پور ۲۰۔ اکتوبر ۹۵ء نمبر ۲۱

پیارے کوثر۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے اور دولت کونین سے مالا مال کرے۔ محبت نامہ لکھکر آپ نے مجھے مسرور اور شکر گزار کیا غزل اور رباعیاں بھیجتا ہوں۔ رباعی آپ بہت اچھی کہتے ہیں کہ دیکھکر جی خوش ہوجاتا ہے۔ بارک اللہ فی عمرکم۔ مدت کے بعد آپ کا یہاں آنیکا اور مجھے اپنے دیدار فرحت آثار سے مسرور فرمانے کا ارادہ ہوا یہ وہ آرزو ہے کہ ہمیشہ اللہ سے چاہتا تھا خداوند تعالیٰ آپ کے ارادے اور میری آرزو کو پورا کرے۔ آپ خیر و عافیت کے ساتھ آئیں اور جلد آئیں کہ دل بیقرار اور آنکھیں محو انتظار ہیں۔ سٹک اور نیچے تیار ہوکر آپ کے پاس سے آگئے اگرچہ میری فرمایش کے موافق نہیں مگر آپ لکھتے ہیں کہ باعتبار نمایش اور صفائی کام کے بہت اچھے ہیں، خیر جیسے ہیں غنیمت ہیں۔ آپ قیمت قصد ونلی اپنے ساتھ لائیے اور دربجے سنگہ کی کوٹھی میں منشی ظہور احمد کے سپرد کیجیے۔ آپ نے ظہور احمد کو ممتاز الحق لکھا ہے، شاید سہو ہوگا جناب نواب پیارے صاحب کے یہاں سے تنخواہ وصول نہونا اور مجبور ہوکر آپ کا مستعفی ہوجانا باعث افسوس ہوا اب دعا یہ ہے کہ جس قدر آپ کی تنخواہ باقی ہے وہ آپ کو وصول ہوجائے اور اللہ تعالیٰ آپ کو جمیع مقاصد پر کامیاب کرے یہاں کی آب و ہوا ہنوز صفائی اور اعتدال پر نہیں ہے جاڑے آگئے مگر عارضی جاڑا شہر سے نہیں گیا اور نہ جاتا نظر آتا ہے میرے گھر میں کئی آدمی مبتلائے تپ لرزہ ہیں اور میرے ام

کا حال بدستور ہے شافی مطلق سب مریضوں کو شفائے کامل عطا فرمائے۔ اطفال واحباب با وجب گزارہیں، جلیل بالتخصیص تسلیم کرتے ہیں اور شکرگزاری کے ساتھ تمنائے شوق ملازمت ظاہر کرتے ہیں۔ امیر اللغات کا تیسرا حصہ مدت سے تیار ہے، بے سرمایگی کی وجہ سے اب تک اس کی طبع کی نوبت نہیں آئی، دیکھئے اللہ کو کیا منظور ہے، وقت بالکل ابتر ہے فقط

امیر فقیر

نمبر ۲۵

رام پور ۴۔ جنوری ۱۸۹۶ء

حکیم صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پریشانیوں کے ہجوم سے آپ کی غزل اور جواب خط نہ بھیج سکا انفعال کے ساتھ عذر خواہ ہوں۔ آپ کا مع الخیر والعافیہ گھر پہونچ جانا باعث انشراح خاطر ہوا۔ مگر رامپور کی فسخ عزیمت سے امیدوار دل مایوس ہو گیا۔ اب موسم گرما میں آپ اپنا قصد لکھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ آپ کا ارادہ اور میری تمنا بعنوان احسن پوری کرے۔ بیچے اور شک آپ نے لکھنؤ میں منشی ظہور احمد صاحب کو پہنچا دے۔ میں دل سے اس کا شکر گزار ہوں۔ اب وہاں سے دو چار دن میں آجائیں گے۔ غزل آج دیکھ کر بھیجتا ہوں امید کہ اپنی خیریت کے ساتھ اس کی رسید سے بھی مطمئن کیجئے۔ اور یہ لکھیے کہ وطن سے کب تک روانگی کا قصد ہے۔ سب چھوٹے بڑے با وجب رساں ہیں خصوصاً جلیل بصد شوق تسلیم عرض کرتے ہیں۔

داعی خیر امیر فقیر

رام پور - ۱۰ مارچ ۱۹۰۸ء نمبر ۳۶

مجبی حکیم صاحب یسلام مسنون دعا مشحون - مہربانی نامے نے پہونچکر شاد گزار یا دآوری کیا سے لے وقت توخوش کہ وقت ماخوش کردی - اب تک آپ کا فائز مرام نہونا سخت افسوس کا باعث ہے - اللہ تعالی آپ کو حسب دلخواہ کامیاب فرمائے - یہ داعی خیر دعا سے کسی وقت غافل نہیں ہی بھانا پسند آنا کے معنی ہیں اگلی زبان ہے - اب میرے نزدیک بھی مستحسن الترک ہو نہیں - میں ہی کی جگہ بول چال میں جا بجا آجاتا ہو مگر کسی معتبر کلام میں اب تک نظر سے نہیں گزرا - حکم اس کو استعمال کا نہیں دیا جا سکتا حضرت امیر مرحوم کی نظر سے آپ کے شعر میں نہیں معلوم کیونکر رہ گیا - اور میں نے بھی اسے دیکھا ہے تو سوا اپنے سہو نظر کے اور کیا کہا جائے - انکھڑیاں چشم معشوق کیلئے مخصوص ہی اور یہ لفظ مجھے پسند نہیں ہی - بھدنا لفظ نہیں ہی - بدھنا ہی اور رایت کرنیکے معنی میں مستعمل ہے صبا سے -

شور جسکا ہی دو ہی دشت جنون زاد میں بڑھ گیا ہی نمکیں حسن کا سودا دل میں

ایجاد مذکر ہی ہند کے شعر ذیل میں دیکھئے - آج کل اس لفظ کی تذکیر و تانیث میں بحث چھڑی ہوئی ہی اخباروں میں مضامین دیکھے جاتے ہیں اور جا بجا سے میرے پاس استفتے آتے ہیں - سنا جاتا ہی کہ نواب مرزا خانصاحب داغ کا قول ہے کہ دلی میں مونث ہی مگر کلام میں کہیں مونث کا پتا نہیں چلتا اگر ایک معتبر شاعر نے بھی مونث کہا ہوتا تو کہا جاتا کہ مختلف فیہ ہی - اور بغیر کلام میں آئے ہوے کہیں کہیں بول چال میں ہونا کافی نہیں ہی - نسیم دہلوی سے

قبر پہ آیا ہے دینے کو مبارکباد مرگ　　یہ نیا ایجاد ہے میرے ستم ایجاد کا

میر ؎

یہ تازہ لگا ہونے ایجاد گلستاں میں　　راتوں کو لگا رہنے صیاد گلستاں میں

اگرچہ اس شعر میں ایجاد کا لفظ جس صورت میں آیا ہے وہ سند کیلیے پوری طرح سے کافی نہیں ہوسکتا۔ مگر دیوان میں اسیطرح چھپا ہے، اور ثقادت کو اسیطرح پڑھتے سنا ہے۔ غافل لکھنوی ؎

اتنی بنائی کہاں دیکھیں جو سیر جزو و کل　　عالم ایجاد میں تو سیکڑوں ایجاد ہیں

دشنام، زیادہ مونث ہے مگر ظفر نے ایک جگہ مذکر کہا ہے لہذا مختلف فیہ کہا جاسکتا ہے۔

ناسخ ؎

کسی نے جو حیدر کو دشنام دی　　تو گویا پیمبر کو دشنام دی

ولہ ؎

بارہا میں گیا ہوں نزد امام　　کبھی مجھکو نہ دی کوئی دشنام

ظفر ؎

ہم کو پوشیدہ ہیں پیغام کسو کے آتے　　خط یہ خط روز ہیں بے نام کسو کے آتے

ہوس بوسہ اگر کھینچ نہ لاتی ہم کو　　کاہیکو سننے کو دشنام کسو کے آتے

سب بندہ زادے اور جلیل حسن باتخصیص تسلیم گزار و سپاس گزار ہیں۔

امیر فقیر

۳۱۔ مارچ ۱۹ء

نمبر ۲

میرے پیارے کوثر۔ میں نے کسی خط کا جواب قلم انداز نہیں کیا۔

وسیم گواہ ہیں کہ خیر آباد کو خاتون کی فراج پرسی کا خط فوراً بھیجا۔ صاحب گنج سے جو خط آیا اس کا جواب بھی دوسرے یا شاید تیسرے دن روانہ کیا خدا جانے کون دشمن راہ سے اڑا لیتا ہے۔ یہ خط مورخہ ۲۵ رجب اس وقت آیا اگرچہ فرصت نہ تھی مگر سب کام چھوڑ کر غزلیں دیکھیں بنانا تو کہاں ہو سکتا ہے ایک دو جگہ عیوب پر آگاہ کر دیا۔ ایک دو جگہ آہستہ آہستہ والی غزل میں بنا بھی بنا دیا۔ اور انتخاب کے صاد کر کے وسیم کو غزلیں دیدیں کہ لکھوا کر بتار کو آج ہی بھیجدیں اور مسودے کو داخل ذخیرہ مستودات کر کے آپ کو بھیجدیں امید ہے کہ آپ روانہ کریں میری طاقت روز بروز گھٹتی جاتی ہے۔ اور مکروہات بڑھتے جاتے ہیں لغت میں مصروفی اور محنت کی بہت حاجت ہے شاعری بالکل چھوٹی ہے۔ اصلاح کو کلام بکثرت آتا ہے کون بتاے کون جواب لکھے۔ انقلابات و تغیرات جو ریاست میں ہو رہی ہیں وہ اور پریشان کر رہے ہیں سیکڑوں روپے ماہوار کا خرچ اور آمد کچھ نہیں۔ احباب نے جو کچھ کہا وہ نہ کیا۔ حضرت شاداب نے رسم دید یکسقلم ترک کر دی۔ آپ اسی ملک میں ہیں جو پاے حال رہیں اور حالت جو کچھ معلوم ہو ضرور مجھے لکھ بھیجا کریں کہ مجھ کو ان کی بہی خواہی پریشان رکھتی ہے۔ ان کو میرا کچھ خیال نہیں ہے میں نے بھی کئی مہینے سے ان کو خط نہیں بھیجا۔ یہی سمجھ کر کہ جواب تو آتا نہیں لکھ کے کیا کروں۔ آپ اپنی ذکاوت سے اگر کوئی راہ نکالئے کہ ان کو توجہ کافی پیدا ہو اور وعدہ وفا کریں تو آپ کا احسان ہے۔ دو سو روپیہ ماہوار دفتر لغت میں صرف ہو رہا ہے

سب اطفال و اعزہ و احباب با وجب رسان ہیں اس ملک کے نیچے کیطرح ضرور بھیجئے۔ مولانا مولوی محمد عبد الحق صاحب کے اعزاز و امتیاز و ترقی مراتب سے بہت جی خوش ہوا اور خدا خوش رکھے اور توفیقات نیک دے۔ آمین

امیر فقیر

نمبر ۳۸

۱۳ ستمبر

پیارے کوثر۔ ترکیب استعمال دوا کی معلوم ہوئی سفوف پھانک لینا آسان۔ مگر یہ عرقیات کا قدح پینا محال۔ کوئی سہل راہ نکالیے۔ غزل تو دیکھی ہوئی رکھی تھی تتمہ اسوقت دیکھا اور جو شعر پسند آیا اس پر صاد کیا۔ بالبقی غزلیں پھر کسی وقت دیکھونگا۔ اور خطوط پر نظر کر کے جو بات جواب طلب ہوگی انشاء اللہ اس کا جواب لکھونگا۔ گیس میں جو مجھ سے طرح کی فرمایش ہوئی تھی میں نے یہ مصرع لکھ کر بھیجدیا ہے۔ کنی ہیرے کی نیلم میں جڑی ہے۔ جڑی گڑی۔ قافیہ۔ اور ہے ردیف۔ آپ کی خواہش کے موافق یہ مصرع طرح لکھدیا گیا۔ سب اعزہ و احباب تسلیم رساں ہیں فقط

امیر فقیر

نمبر ۳۹

محبی و مکرمی۔ سلام و شوق و اخلاص و نیاز و سپاس یاد آوری کے بعد التماس ہے کہ نوازش نامہ آیا آپ کی غزل پیام یار میں نہ چھپنا میرے قصور سے نہیں ہے میں نے جلد دیکھ دی تھی۔ وسیم و نعیم و اصغر وغیرہ کی غزلیں بھی گئی تھیں۔ عابد کی غزل بھی روانہ ہوتی تھی۔ کسی کی نہیں چھپی۔ خدا جانے

کیا سبب ہوا۔ یہ غزل ابھی آئی ابھی دیکھی اور آپ کو بھیجتا ہوں تاکہ آپ بھیجیں ابھی وقت میں گنجائش ہی غالباً وقت پر پہونچے گی۔ اسوقت یہاں صحیح لکھدینے والا کوئی نہیں ہی۔ مجھے زکامی درد سر اور حرارت ہی۔ شاداب کو میں نے تہنیت نامہ آپ کی رائے کے موافق لکھا جواب میں تار آیا کہ میں شکر گزار ہوا خط نہ لکھا۔ لغت میں کوشش ہو رہی ہے جب نتیجہ ظاہر ہوا در حصص نکلنے لگیں تب کی بات۔ روپے کا توڑا ہی اور حاجت بہت ہی۔ خدا کوئی سامان کردے سب اعزہ اور اطفال و احباب و اہل دفتر بادعیہ ارسال ہیں اللہ تعالیٰ وبا کو وہاں سے دفع فرمائے۔ بارش ادھر کم ہے۔ آب و ہوا میں اتبک وبائیت نہیں ہی ٹکٹ ملفوف نہ تھا اور ہوتا بھی تو میں احتیاطاً بیرنگ بھیجتا۔ رسید لکھیے گا تاکہ اطمینان ہو۔ وقت بہت تنگ تھا فوراً دیکھ دی ایسا نہو بھیجنے سے رہجائے اور آپ خفا ہو جائیں۔ انتخاب الانتخاب بھیجئے گا

امیر فقیر

نمبر

حکیم صاحب یہ رہوں حبس بول کا دورہ پڑا تھا۔ مرتے مرتے بچا۔ آج اس قابل ہوا کہ آپ کا خط کھولا بہت افسوس ہوا کہ شاید غزل وقت پر نہ پہونچے گی مگر جلدی میں سنکر کچھ بنایا۔ خدا کرے مشاعرے تک پہونچے زیادہ لکھوا نہیں سکتا کہ اور دیر ہوگی اور جلدی میں بعضے شعر بنا بھی نہ سکا مجبوراً کاٹ دیا۔ پیشاب کی تکلیف اسوقت تک بڑھی ہوئی ہی مگر خیر، بند نہیں ہے فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۴

پیارے کوثر۔ محبت نامہ آیا ممنون فرمایا۔ مکرمی شرف الدین صاحب بیرسٹر سے یہ سن کر کہ بالحب مقدمہ حضرت شاداب معلوم ہوئی جی خوش ہوا اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھے۔ گو وہ اپنی خوشی پر خوش ہونے والوں کو ناخوش رکھیں۔ میں نے مدت سے خط وکتابت مجبور ہو کر ترک کردی اگر کبھی ادھر سے کوئی تحریر آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ شہباز ہماری یہاں نہیں آئے مجھے نہیں معلوم کہ عظیم آباد میں ہیں یا کلکتے چلے گئے۔ غزلیں پچھلی ہوں گی کہیں مگر اب ڈھونڈھنا اور نکالنا اور بنانا دشوار ہی کہ فرصت کہاں۔ جو کلام یہاں پہونچا وہ نذر وسیم ہوا آپ جانیں وہ جانیں۔ مدفن بکسر فالثہ صحیح ہیں موزوں کرنیکو کون منع کرتا ہی اچھا نہ معلوم ہو نہ کہیے۔ میں نے بھی کبھی نہیں کہا۔ خلد آشیاں نے موزوں کیا تھا بہت چرچا رہا مگر جیت انھیں کی تھی کہ لفظ صحیح ہی چپقلش بمعنی جنگ شمشیر غیاث میں بفتح لام ہی اور اردو میں بکسر لام انبوہ کے معنوں میں ہے خانہ کعبہ کا ترجمہ کعبے کا گھر بالکل مستعمل نہیں اور نہایت برا معلوم ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ ترکیب اضافی نہیں ہی ترکیب توصیفی یا بدل مبدل منہ ہی پھر کعبے کا گھر کیونکر درست ہوگا۔ آپ کسی سے تو لڑتے نہیں اور سمجھئے کہ غلط ہی ہاں معترض کے کلام میں نکلے تو خیر اگر کوئی آپ سے پوچھتا ہے تو سمجھا دیجئے کہ میرا تو یہ خیال ہی، پھر وہ تاویلات کرے تو چپ ہو رہئے لغت کا کام ہوتا ہی مگر سستی ہے۔ گرمی کی وہ شدت ہی کہ معاذ اللہ۔ حکیم صاحب دل کے بڑھانیوالے اگلی صحبتوں کے یاد دلانے والے خطوط

آپ کے کم آتے ہیں اور جی چاہتا ہے کہ زیادہ آئیں بشرطیکہ غزلین ان ہیں نہوں۔ سب عزیز و اطفال ما وجب رساں ہیں۔ امیر فقیر

نمبر ۲۴

پیارے کوثر۔ میں اس زمانے میں اپنے امراض و اعراض کی شدت سے بہت ہی بے چین ہوں کوئی کام حتی کہ دوسرے کے ہاتھ سے خط لکھوا دینا بھی مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ صبح سے نصف شب تک گویا چوکی ہی پر بیٹھ کر بسر ہوتی ہو۔ پانچ سات منٹ سے زیادہ توقف نہیں ہوسکتا۔ سفوف حجر الیہود کی نسبت میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ یہ صرف حجر الیہود ہی یا اور کسی چیز سے ترکیب دی گئی ہو۔ اس کے جواب کا منتظر ہوں۔ عرق خانہ ساز تیار ہوگئے ہیں۔ انشاء اللہ کل پرسوں سے شروع کروں گا۔ اس زمانے میں کچھ فضول امعا جمع ہوگئی تھی ان کے واسطے اجزاے ملینہ کا استعمال کیا کہ شاید یہی علت فرید عسر بول ہو اب التزاماً سفوف حجر الیہود د عطیہ سامی کا استعمال کرونگا بشرطیکہ کچھ نفع اس کا معلوم ہو۔ یہ بھی تحریر کیجیے کہ کتنے دن میں ادراک اثر کی امید رکھوں۔ غزل ابکے ایک ہی دو دن کے بعد دفتر پیام یار میں بھیجدی تھی مگر افسوس کہ نہ چھپی۔ نثار نے لکھا کہ دیر کو پہونچی مسودہ غزل آپ کو بھیجتا ہوں امیر کے اطفال اور جلیل وغیرہ سلمہا اللہ با وجب رساں ہیں۔ حصہ دوم امیر اللغات کی کاپیاں مطبع مفید عام میں لکھی جاتی ہیں عنقریب چھپنا شروع ہوں گی۔ اس حصہ کا نصف اخیر ابھی نہیں ہوا ہیں

بعضے نوٹ دینا ہے۔ طبیعت کو سکون ہوتا ہی نہیں کہ وہ نوٹ لکھوا دوں۔ صبح سے بارہ بجے تک حتی الامکان کچھ کرتا ہی رہتا ہوں مگر پانچ پانچ منٹ کے بعد چوکی جانے آنے سے کوئی کام پورا نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں یہ حصہ اول حصے سے خوبصورت ہوگا البتہ صفات و تشبیہات اس حصہ میں چھوڑ دیئے گئے۔ ملک کے اکثر لوگوں کی رائے ہوئی کہ یہ لغت میں نہ چاہیے۔ اگر آپ کی کسی بات کا جواب رہ گیا ہو تو معاف کیجئے۔ امیر فقیر

نمبر ۱۴۳

حکیم صاحب۔ محبی و مکرمی سید طفیل احمد صاحب کی ناچاقی طبیعت کو طول ہوا ہے میں ہمیشہ ان کے حالات مفصل پر اطلاع چاہتا ہوں اور وہ براہ مہربانی جواب ہمیشہ لکھتے ہیں مگر بیان حالات میں ایسا اجمال ہوتا ہے کہ کما حقہٗ تسکین خاطر نہیں ہوتی۔ دل سے تشویش نہیں جاتی معلوم نہیں کیا کیا امراض ہیں، علاج کیا ہوتا ہے۔ کس کس مرض میں کس کس مقدار اس سے نفع ہوا ہے۔ نصیب اعدا معذوری کی حالت ہے یا اپنے پاؤں سے چلتے پھرتے ہیں۔ آپ طبیب ہیں بہت تفصیل کے ساتھ ان کے حالات سے آگاہی حاصل کر کے مجھے اطلاع دیں اور میرے پریشان دل کو اطمینان بخشیں تو میں نہایت ممنون ہونگا۔ پرانے مہربان دوستوں میں ان کا دم باقی ہے اللہ تعالیٰ ان کے انفاس میں برکت دے فقط

امیر فقیر

نمبر ۴۴

محب سامی کوثر سلامت۔ کل محبت نامہ آیا ممنون کیا جو شبہات آپنے لکھے ہیں ان میں سے بعض تو میں رفع کیے دیتا ہوں اور بعض ایسے موقوف ہیں کہ پورا شعر اپنا اور اصلاح میری لکھئے۔ واضح ہو کہ "کھاسے پھرتے ادھار ہم بھی ہیں" محاورہ فصحا کا نہیں ہے اور بندش بھی تعقید سے خالی نہیں "کھاتے پھرتے ادھر اور ہیں ادھر اور بیچ میں ادھار ہم بھی" خوشنما نہیں۔ چاہو رہنے دو سیہ بختی میں عدیم المثل ہا سیہ بختی میں یائے تحتانی کا اسقاط نہ چاہیئے۔ ترکیب فارسی ہے اگرچہ بعض اساتذہ اردو کے کلام میں سند ملتی ہے مگر کیا ضرور ہے "نباشد خبر تو اسے شوخ عیار" اس میں اگر "خبر تو" پسند نہیں تو "غیر تو" رکھئے۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ منشی ریاض احمد صاحب کا دیوان جسقدر مجھے پہونچا تھا اتنا دیکھ لیا۔ مابقی ابھی آیا نہیں بلکہ سوا مہینے سے کوئی خط نہیں آیا۔ اخبار ادیب ہندوستان کے اچھے ہونے میں شک نہیں مگر بغیر جمع ہونے درخواستوں کے محض اس امید پر کہ اشاعت کے بعد رونق ہوگی۔ جرات نہیں پڑتی۔ ایک بار بہت نقصان اٹھا چکا ہوں۔ سب احباب کو ما وجب۔ جناب برادر صاحب قبلہ سلام و شوق اور استاذی منشی صاحب قبلہ بھی سلام و دعا فرماتے ہیں۔

نمبر ۴۵

پیارے کوثر۔ محبت نامہ آیا۔ غزلیں بھی پہونچیں۔ محنت کی تو نہ فرصت نہ طاقت۔ خیر۔ جس نظر سے دیکھ سکا فوراً دیکھ لیں اور اب بھیجتا ہوں۔

سفوف حجر الیہود کا استعمال آٹھ دس دن سے ہوتا ہے ابھی تو کوئی نتیجہ اسکا
معلوم نہیں ہوا۔ آیندہ خدا سے امید ہر کہ نفع ہو۔ مشاعرہ کی غزل میں نے
فوراً دیکھکر بھیجی مگر افسوس ہر کہ اسوقت تک آپ کے پاس نہیں پہونچی
معلوم نہیں آپ نے بطور خود انتخاب کرکے غزل پڑھی یا شرکت سے کنارہ
کیا۔ طرح گلچیں میں جو غزل میں نے کہی اسکے کچھ شعر منتخب کر کے ایک
عمدہ ذریعے سے والی دکن کو بھیجدیے ملاحظہ ہوے اور پسند بھی ہوے۔
داغ نے بھی غزلیں مجھے بھیجیں تھیں۔ میں نے دیکھیں میری غزل
انھوں نے مانگی تھی وہ بھیجدی۔ اِس کے بعد بھی کچھ شعر میں نے کہے
آپکے اس دوغزلے میں بعض شعر مجھ سے متوارد ہو گئے ہیں، تو جو دو ایک شعر
میرے اختیار سے باہر ہو چکے تھے وہ مجبوری تمھارے یہاں سے نکال ڈالیے
اور جن اشعار نے شہرت نہیں پائی تھی ان کو اپنے یہاں سے نکال ڈالا ہے میں
کی دھوم دھام سنکر جی چاہتا ہی کہ محنت کیجائے مگر نہ دل و دماغ میں طاقت
نہ مکروہات سے فرصت، نہ صحت، بمجبوری یہی شعر جو موزوں ہوے ہیں بھیجدونگا
مجھے بڑی خوشی یہ ہر کہ گو میری غزل سست ہی مگر میرے عزیزوں دوستوں
کی غزلیں تو اچھی نکلیں گی جلیل و آہ نے بہت اچھے اچھے شعر کہے ہیں اور آپنے
تو دریا بہا دیے ہیں۔ ریاض نے بھی ایک غزل بھیجی تھی اور لکھا کہ ناتمام ہے اور
بھیجونگا۔ واقعی میں یہ پرچہ اچھا نکلیگا۔ خدا کرے کاغذ و خط بھی اچھا ہو زیادہ
اسوقت کچھ لکھا نہیں سکتا۔ اپ اپنی غزل منتخب کر کے گلدستے میں دیجیگا۔

امیر فقیر

سید زاہد حسین صاحب زاہد رئیس سہارنپور کے نام

حضرت زاہد کا خط بنام مولف جو حسب خواہش انکے یہاں درج ہوتا ہے

۱۶ فروری سنہ ۱۹۰۹ء۔ از سہارنپور۔

خدمت عالی مراتب ذوالمناقب مولانا ثاقب میں، اسیر مصائب و نوائب عفو کے طالب زاہد کثیر المعائب کا خادمانہ اور نادمانہ سلام معذرت التیام کرمت نامہ پہونچا اور باعث شکرگزاری و یادآوری ہوا۔ اسمیں ذرا بھی شک و شبہ نہیں کہ میں ضرور کسی درجہ تک سزاوار ملامت ہوں اور مستوجب شکایت لیکن منفعل اور شرمسار ہوں اور عفو تقصیر کا خواستگار کم و بیش سال بھر کا زمانہ ہوا کہ آپ متواتر حضرت استاذی امیر مینائی (اللّٰھم اغفر وارحمھم) کے خطوط کے لیے وقتاً فوقتاً یاددہانی فرمارہے ہیں باایںہمہ میری جانب سے کوئی دقیقہ تاخیر و تعویق کا اٹھ نہیں رہا۔ آپ ضرور اپنے جی میں کہتے ہوں گے کہ یہ بھی عجب یاوہ گو ہے کہ خود ہی تو اس شد و مد اور وثوق کے ساتھ وعدہ توثیق کیا۔ اور اب خود ہی لیت و لعل اور حیلے بہانے کررہا ہے لیکن مولانا اشہد باللہ میں اپنے وعدہ کو نہیں بھولا بلکہ منتظر وقت اور جویاے موقع رہا کہ ذرا بھی آلام و اسقاط سے چھٹکارا ہو تو ایفاے عہد کروں مگر عوارض اشد اور علالت ممتد نے وہ طول پکڑا کہ ہوش و حواس مختل کردیے۔ مہینوں دلی رہکر علاج کیا وہاں سے وطن کو واپس آیا تو موسمی تپ اور لرزے نے اپنا بخار نکالا اور ہلا ڈالا۔ معہذا اختلاج قلب کے لگاتار دورے

بڑے جھٹکوں نے اور بھی ہلاک کر دیا۔ غرض وہ تکلیفیں اٹھائیں کہ ذکر سے دل لرزتا ہے اور کچھ دل ہی خوب جانتا ہے۔ دسمبر گزشتہ سے طبیعت اعتدال پر آنے لگی۔ اگرچہ گونا اختلال و اضمحلال باقی ہے لیکن بحمد اللہ شدائد سے نجات پائی۔ اسی وقت سے میں نے تعمیل ارشاد کیلئے تہیہ کیا اور بتدریج و تفاریق جناب مرحوم کے خطوط کی نقل کو جاری کیا۔ اب آ کر اس مہم کو بفضلہ و عونہ انجام کر پایا۔ عرصہ ہوا میرا وہ بکس جس میں ضروری کاغذات رہا کرتے تھے چوری گیا تھا اس میں ۱۸۶۸ء کے قبل کے اکثر خطوط تھے اور نقد مکتوبات حضرت امیرسے مالا مال تھا۔ چور مالا مال اور امیر ہو گیا اور حقیر کو فقیر کر گیا۔ بعض خطوط اسلیے نقل نہیں کر سکا کہ جناب مرحوم نے ان کو نظر اغیار سے محفوظ رکھنے اور کسی کو نہ دکھلانے کی تاکید اکید کر دی تھی۔ مابقا ارسال خدمت شریف ہیں۔ میں ان ریزہائے جواہر کو اپنا سرمایۂ ناز اور اردو انشا پردازی کا گنجینہ و خزینہ سمجھتا تھا۔ اور نثر اردو کی جان جانکر اپنی جان کی برابر رکھتا تھا لیکن جب یہ دیکھا کہ آپ مجھ سے زیادہ اہل اور قدردان و نقاد ہیں اور ان پھولوں کو سدا بہار بنانے کی فکر میں رہا عن کر رہے ہیں اور ان فصاحت و بلاغت کی تصویروں میں تدوین و انطباع کی روح ڈالکر اور حیات ابدی سے زینت دیکر جیتی جاگتی اور بولتی چالتی صورتیں بنانے والے ہیں تو یہ صورت مجھکو دل سے بھائی اور مطبوع طبع ہوئی۔ بنابراں یہ تمام جواہر عبقریہ اور زواہر بہیہ بطور ارمغاں و تہدی نذر کرتا ہوں۔ اور ان جواہر کے ٹکڑوں بلکہ جگر کے ٹکڑوں کو جن کو کلیجے سے لگائے رکھتا تھا اپنے سے الگ کر کے آپکے

دامن میں ڈالے دیتا ہوں۔ اگر بار خاطر نہ ہو اور پسند خاطر ہو تو میری خاطر سے اتنی رعایت و عنایت کیجئے کہ ان کو اسی سلسلے اور ترتیب سے طبع کرا دیجئے تاکہ یہ موتیوں کی لڑیاں جن کو میں نے بڑی دیدہ ریزی سے پرو دیا اور گوندھا ہے ٹوٹ نہ جائیں اور ان کے انمول موتی بکھر کر پراگندہ و غیر منتظم نہ ہونے پائیں اور اس سلک مروارید کے ساتھ جکڑے موتی انشاء اللہ نہ کبھی بے آب ہونگے نہ گر جائیں گے۔ میری اس تحریر کو بھی جس کی حقیقت پوت کے دانوں سے زیادہ نہیں ضرور منسلک کر دیجئے اور اس سے ابتدا کیجئے کہ گیاہ اگرچہ ناچیز ہے مگر دستۂ گل میں پھولوں کا حسن دوبالا کر دیتا ہے۔ خال ہر چند کہ سیاہ و قبیح ہے لیکن رخسار صبیح پر ملیح ہے۔ تعرف الاشیاء باضدادھا

جناب مرحوم کے خطوط اگر اور زیادہ مطلوب ہوں تو اخوی منشی محمد احمد صاحب قمر سے رامپور میں اور محبی حافظ جلیل حسن صاحب سے حیدرآباد دکن میں اور شفقی ممتاز علی صاحب آہ تحصیلدار سے ریاست ڈونگر گڑھ میں ضرور خط و کتابت کیجئے جن میں سے آخر الذکر کے پاس یقیناً پورا ذخیرہ جمع ہوگا کیونکہ انھوں نے بھی کچھ دن ہوئے ایسا ہی قصد کیا تھا جو اب تک بعض وجوہ و موانع سے انجام کو نہیں پہونچا۔ والسلام

خاکسار زاہد سیاہ کار

نمبر ٦٣

۱۱۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء رام پور مراد آباد

مکرما۔ سلام مسنون۔ محبت نامہ آیا ممنون قدر شناسی کیا۔ میں ایک پیرانہ سال شکستہ حال ہیچمدان بعض ہوں اور شاعری سے بیگانہ ہو گیا ہوں جو

احباب مدت سے مجھکو کلام بھیجتے ہیں ان کا کلام بھی نہیں دیکھ سکتا بیشتر عذر کر دیتا ہوں اور کبھی کچھ دیکھ دیتا ہوں آپ میرے عذر کو واقعی تصور فرمائیں آپ کا کلام جو باحتیاط تمام رکھا ہوا ہے بقدر امکان دیکھونگا - میں خدمت گزاری اہل شوق و ذوق کو اپنا فخر جانتا ہوں مگر کیا کروں کہ مجبور معذور ہوں

امیر فقیر

نمبر ۴۷

۸- نومبر ۱۸۹۹ء رامپور مراد آباد

محبی! سلام - غزل کئی دن ہوئے بھیجدی ہے - اب پہونچ گئی ہوگی والسلام -

امیر فقیر

نمبر ۴۸

۱۲- جنوری ۱۹۰۰ء رامپور مراد آباد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - کئی تحریریں آپ کی آئیں اور میں نے ہر تحریر کے آتے ہی یہ قصد کیا کہ اب غزل دیکھتا ہوں، اب معذرت نامہ بھیجتا ہوں مگر ہجوم کروہات و صدمات اور وفور غم والم نے فرصت نہ دی پہلے تو اپنے برادر مہربان نواز بدر کا ماتم رہا - پھر ان کی خاتون جو مجھکو بجائے مادر تھیں ان کی رحلت کا غم ہوا - ایک آباد گھر برباد ہو گیا - ان حوادث سے جو صدمے مجھ ناتوان پر ہوئے ان کو لکھ نہیں سکتا - آپ کی عنایت و سیادت سے امید عفو جرم کی رکھتا ہوں - کلام تلامذۂ نزدیک و دور اس کثرت سے آتا ہے کہ میں ان کو کسی طرح دیکھ نہیں سکتا، قدردانان عذر شنو مجھکو تاخیر اصلاح پر معاف رکھتے ہیں، آپ بھی یہی شیوہ اختیار کیجئے - اور میں مہما امکن آپ کا

کلام ابھی دیکھا کرونگا۔ اسوقت پیشی کے بستے میں سب سے زیادہ وہ خطوط ہیں جن میں مختلف اقسام کا کلام اصلاح طلب ہے اب دیکھنا شروع کرونگا اور اس مہم کو جب تک سر کرونگا تب تک اور کلام آجائیگا۔ آپ خیال فرمائیں کہ پھر آخر تعمیل احکام سرکار بھی کرنا ہے۔ نصف شب تک ہمت کروں تو یہ کام ہوسکے۔ دل و دماغ ضعیف ہو گیا ہے کچھ ہو نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ جمعیت خاطر دے تو بطور خود ضبط اوقات کر کے خدمت گزار احباب ہوں۔ مکروہات دنیوی کوئی کام نہیں کرنے دیتی ہیں۔ خط کی رسید ضرور بھیجیےگا تاکہ میں مطمئن ہو جاؤں کہ معذرت نامہ پہونچ گیا فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۴۹

۲۔ جولائی ۱۸۹۸ء رام پور مراد آباد

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ فقیر رمضان میں سفر سے فارغ ہو کر وطن پہونچا اور بیمار ہو گیا۔ اب بفضلہ تعالیٰ صحت ہے البتہ اس کی شکایت ہے کہ دماغ میں ضعف ہے۔ اور تھوڑی دیر لکھنے پڑھنے میں آنکھیں دکھنے لگتی ہیں آنسو بھر آتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ آپ کا کلام دیکھکر بھجواؤں اور عذر خواہی کروں کہ قصور تاخیر معاف ہو مگر کلام اصلاح طلب کے سے بھٹے جس بستے میں رکھے تھے وہ بستہ ہی غائب ہے نقل و تحویل اسباب میں اکثر چیزیں پریشان ہو گئی ہیں۔ اگر آپ مکرر اپنا کلام عنایت فرمائیں تو بشرط خیریت اب جلد بنجائے۔ ورنہ جس وقت وہ بستہ ملا اور کلام نکلا تو ضرور بنا دونگا۔ رفع انتظار کے لیے مجوبانہ بصد معذرت یہ کارڈ لکھا ہے

والعفو عند کرام الناس مقبول۔ دوسرا دیوان میرا ابھی نہیں چھپا فرصت کہاں جو نظرِ ثانی کروں۔

امیر فقیر

نمبر ۵۰

۱۹۔ جولائی ۱۸۸۶ء۔ رامپور مراد آباد

شفیقا۔ سلام مسنون۔ ایک مختصر پرچہ صحیفہ اخبار میں آیا ممنون عنایت فرمایا۔ اللہ میرے حمایت کرنے والوں کو رکھے۔ کلام جسوقت مل گیا۔ حتی الامکان دیکھنے میں قصور نہوگا۔ اخباروں میں جو کچھ میری نسبت کبھی کبھی کسی مہربان کی مہربانی سے چھپتا ہی میں نہ خود کبھی اس کا جواب دیتا ہوں نہ کسی دوست کسی شاگرد کو اجازت دیتا ہوں۔ مشرب یہ ہی کہ اگر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ٹھیک اور صحیح ہی تو منفعل ہونا چاہیئے اور آیندہ احتراز کرنا چاہیئے اور اگر تعصب سے غلط بات لکھی ہی تو صبر کرنا چاہیئے۔ رد و قدح میں طول عمل ہوگا فقط

امیر فقیر

نمبر ۵۱

۲۸۔ اگست ۱۸۸۶ء رامپور مراد آباد

دلنواز۔ سلام شوق۔ سلام میں نے نہیں کہے۔ عہد فردوس مکان میں حسب فرمایش دو چار سلام موزوں کیے تھے وہ یاد نہیں کہ کس بستے میں ہیں، مل جائینگے۔ تو بھیجوں گا۔ حضرت سوزاں کی کیفیت آپ ہی کچھ لکھیے کہ اب مشغلہ کیا ہی اور دلی کا تعلق کیوں ترک ہوا اور آیندہ کیا قصد ہے آیا وطن ہی میں اقامت مدنظر ہے۔ یا سفر کا ارادہ ہی اور سفر کا عزم ہی تو کدہر فقط۔

نمبر ۵۲

۵۔ نومبر ۱۸۹۸ء ریاست رامپور مراد آباد

مکرمی و محبی۔ سلام مسنون۔ محبت نامہ آیا خدا تم کو خوش رکھے کہ مجھ شکستہ حال کی مزاج پرسی کرتے رہتے ہو میں اس سچی محبت کی دل سے قدر کرتا ہوں اور اپنے پیارے قدردان کے لیے دعا کرتا ہوں میں بفضلہ تعالیٰ اب تندرست ہوں اور جس حال میں ہوں قابل شکر ہے کلام نامقصود ورد کیکر بھیجتا ہوں۔ اطفال فقیر با وجبار سال ہیں فقط امیر فقیر

نمبر ۵۳

۱۰۔ فروری ۱۸۹۹ء رام پور مراد آباد

یاد آور کرم گستر سلامت۔ کارڈ آیا ممنون فرمایا۔ بحمد اللہ کہ میں زندہ ہوں، مگر اس زندگی سے جس میں احباب کی خدمت نہ کرسکوں شرمندہ ہوں ہمیشہ عفو تقصیر کا خواستگار اور دعائے حسن انجام کا امیدوار رہتا ہوں۔ محمد احمد مع اپنے سب اخوان کے سلام نیاز عرض کرتے ہیں۔ حضرت دلسوز سوزاں سلمہم اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بکمال اخلاص تسلیم۔ امیر فقیر

نمبر ۵۴

۲۶۔ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

میرے عنایت فرمائے قدیم سلامت۔ سلام مسنون اخلاص و سپاس مشحون۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا ممنون یاد آوری کیا۔ بحمد اللہ زندہ ہوں مگر اس وجہ سے کہ جس واسطے پیدا ہوا ہوں وہ کام نہیں کرتا اپنی زندگی سے شرمندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی طرف توجہ کی توفیق دے۔ آپ کی کم فرصتی

شغل علم میں ہو اس سے جی خوش ہوا اللہ تعالیٰ عمر و اقبال بڑھائے۔ غزل پہونچی اسی وقت دیکھ کر واپس بھیجتا ہوں۔ اس خیال سے کہ خدا جانے پھر کب نوبت آئے۔ شعر بہت اچھے اچھے ہیں۔ اللہم زد و بارک۔ محمد احمد مع اخوان سلام عرض کرتے ہیں۔ آب و ہوا یہاں کی آجکل فاسد ہے اور بازار حیات کاسد خدا رحم فرمائے۔ میرے ایک عمدہ عزیز حکیم نعیم الزماں اور وسیم و سلمہما ... کے اصرار و التزام سے جو میں چند غزلیں روز اشب کو سن لیتا تھا وہ شغل بھی چھوٹ گیا ہے اب چھپنے میں ذرا دیر ہوگی۔ تاریخیں آپ کی انشاء اللہ ضرور چھپیں گی۔ محمد احمد تسلیم رساں ہیں حضرت سوزاں مرحوم کی رحلت کا صدمہ سخت روح فرسا ہوا ہے۔ کیا آدمی تھے۔ خدا بخشے۔ انا للہ کے سوا اس کا مرہم کہاں۔ اللہ تعالیٰ توفیق صبر دے۔ ان کے اعقاب میں جو انکا جانشین ہو وہ کون ہے کوئی لائق فرزند ہے یا نہیں ضرور لکھیے گا فقط

اسیر فقیر

۱۲۔ نومبر ۱۸۹۵ء رام پور مراد آباد

نمبر ۵۵

میرے دلنواز مجھ سے زیادہ مجھ پر مہربان میرے قدردان سلامت۔ محبت نامہ آیا مسرور کیا مگر غزل اس کی پشت پر ہے لہٰذا مجبوری اس سر تا پا شر کو پھیرنا پڑا۔ چیز دیگر پھیر لینا آپ نے کس سے سیکھا ہے! یہ روش چھوڑ دیجیے اور آیندہ ایسا ستم نہ کیجیے اور کوتاہ قلمی بھی ذرا اٹھائیے۔ اب کے بار بہت دنوں کے بعد یہ خط آیا میری کوتاہ قلمی کو معاف کیجیے۔ میں گوناگون مصائب

والآلام میں گرفتار رہتا ہوں۔ غزل آپ نے خوب لکھی ہے ماشاء اللہ ترم ماشاء اللہ زمین بھی نئی تھی شعر بھی مزے کے نکلے۔ اپنا حق ثابت کرنے کو میں نے کچھ دخل دیا ہے۔ خدا جانے بگاڑا ہے یا بنایا ہے۔ تاریخ کا کئی بار قصد کیا، دو ایک مادے پڑے ہوئے بھی مگر خود مجھکو بھی پسند نہیں آئے تو آپ کو کیا پسند آتے فرصت تو ہوتی نہیں شب کو لیٹے وقت کبھی خیال کرنا ہوتا ہے، وہ بھی نصف شب تک کہ محنت کرتے کرتے طبیعت تھک جاتی ہے۔ خیر اپھر سوچونگا۔ رسید ضرور بھیجئے تاکہ نگرانی نہ رہے، اور غزل کے پہونچنے سے اطمینان ہو۔ سوزاں مرحوم کے اخلاف واقعی خلف ہیں یا اور قطع ہے۔ انکے عہدوں سے تو نہیں معلوم ہوتا کہ علمی اور اخلاقی صفات میں خلف الرشید ہیں۔ مجھے اطمینان ہو لے تو تعزیت نامہ لکھوں۔ والا فلا۔ ہائے! میرے سوزاں کے کیا صفات تھے۔ خدا بخشے۔ محمد احمد مع اخوان ما وجب رساں ہیں۔ آجکل آپ کے مشاغل کیا ہیں مفصل لکھیے۔ دیوان کے چھپنے میں بعض موانع سے کہ اس زمانے میں زیر بار زیادہ ہوگیا ہوں ذرا تاخیر ہے دعا کیجئے۔ آپ بنی فاطمہ ہیں فقط

امیر فقیر

۳۰۔ ربیع الآخر سنہ ۱۳۰۶ھ

نمبر ۵۶

سید صاحب مہربان و کرم فرمائے مخلصان سلامت۔ سلام مسنون ہیں بیمار تھا اب مرض تو لظاہر نہیں ہے مگر ضعف زیادہ ہے۔ احباب کے بہت سے کام پڑے رہے۔ اور میں شرمندہ رہا۔ آپ کی فرمایش تاریخ کی تھی آپ سے بھی عذر خواہ ہوں۔ وہ خطوط جن میں سن مہینا وقت وغیرہ رحلت کا تھا وہ

پیشی میں دیر رہی چونکہ ڈاک میں کاغذ بکثرت آتے ہیں اور صندوقچہ معمور ہوجاتا ہے لہذا مہینے میں کئی کئی بار صاف کیا جاتا ہے کہ ضروری کاغذ تھیلوں میں بندھ کر اور بستوں میں بندھ جاتے ہیں ما بقی چاک ہو جاتے ہیں۔ بہرکیف استقراء قیاس سے خیال آیا کہ سال رحلت ۱۳۰۶ھ ہوگا۔ لہذا اسوقت مادہ تاریخ تجویز کر کے تین مصرعے لگائے ہیں جو بھیجتا ہوں اگر پسند آئے تو خیر ورنہ پھر لکھئے گا یہ خط محض بنظر احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں ورنہ ٹکٹ موجود تھا الفاظ اور اہل و خبر لغت اردو ما وجب مالگزار ہے۔ اگر عمدہ کتابیں ہوں تو اپنے کتب خانہ میں غور کر کے اچھی اچھی کتابوں کی فہرست ضرور بھیجئے اور عمدہ کتابیں میرے نزدیک مطلا و مذہب اور بہت خوشخط ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ فی نفسہا فی الکتاب کے حسن پر نظر رہے

قطعہ تاریخ

زہے سید کہ شمس آیا پدید ز باحسین ار بگردد قریں
پئے سال رحلت بخاکش امیر بگو۔ تربت سید مسلمیں ۱۳۰۶ھ

امیر فقیر

۸ ستمبر ۱۸۰ء

نمبر ۵۷

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ نوازش نامہ آیا مسرور کیا۔ تاریخیں صنم خانۂ عشق دیوان ثانی کی ہو چکیں اور دفتر میں سپرد کر دیں دیوان کی ترتیب میں اعزہ احباب حکیم نعیم الزماں نعیم تخلص کے دفعتہً دو مہینہ میں مبتلا ہو کر مر جانے سے حرج ہوا کہ طبیعت اس صدمہ جانکاہ سے نہایت افسردہ ہو گئی

خلف اکبر جناب مولوی محمد وجیہ الزماں خاں اسی مرض وبائی میں مبتلا ہو کر قضا کر گئے ان کے اس واقعے سے جو قلق ہے وہ بیان نہیں ہو سکتا دل مٹی ہو رہا ہے۔ کیا خاک لکھا جائے۔ اللہ صبر دے۔ میرے دل سوز قدیم حضرت سوزاں وہاں ہوں تو سلام نیاز کہیے۔ اور جب خط لکھا کیجئے تو معز الیہ کی خیریت اور کیفیت ضرور لکھا کیجئے۔ مجھے حضرت موصوف کے ساتھ بدستور نیازمندی ہے گو ان کی طرف سے التفات نہیں۔ خیر خوش رہیں اور اپنی تمنیات میں کامیاب۔

امیر فقیر

نمبر ۵۸

۱۳۔ مارچ ۱۸۹۹ء

مجبا۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا بحمد اللہ یہاں خیریت ہے۔ آپ کا کوئی خط مع غزل یا بغیر غزل اس زمانے میں نہیں آیا۔ آگے جسے شاید ڈیڑھ یا دو مہینے گزرے ہونگے ایک خط مع غزل جسکی زمین اسوقت یاد نہیں ہے مگر اتنا یاد ہے کہ کوئی نئی اور اچھی زمین تھی آیا تھا اور وہ غزل میں نے ضرور دیکھ کر بھیجی تھی اس کے بعد کوئی غزل نہیں آئی یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ غزل آتی اور میں دیکھ کر نہ بھیجتا اور غزل بھی آپ کی زیادہ کیا لکھوں۔ نہایت عدیم الفرصت ہوں۔ محمد احمد مع اخوان سلام و نیاز کہتے ہیں ہمیشہ اپنے خط خیریت نمط سے مسرور کرتے رہا کیجئے فقط

امیر فقیر

۲۰ اپریل ۱۸۹۸ء رام پور مراد آباد — نمبر ۹۵

سید صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مہربانی نامہ آیا تو اثر حوادث و وقائع رحلت عزیزان سامی سے سخت قلق ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون کے سوا اس داغ کا کوئی مرہم نہیں۔ اللہ صبر و شکر و تسلیم و رضا کی توفیق دے جس بلا پر صبر کی توفیق ہو وہ اس نعمت سے کہیں بہتر ہے جس پر شکر کی توفیق نہو۔ یہاں بھی مرض حدہ بائیت کو پہونچا ہی اطبا و عطاروں کے دربار گرم ہیں مگر بحمد اللہ ابھی نجات غالب ہی اور ہلاکت مغلوب۔ میرے ایک عزیز کی لڑکیوں کی شادی تھی گھر عشرت کدہ ہو رہا تھا دوسرے دن عقد کی شادی رچانے والے باپ کے جوجوان سال خوش خصال تھے دنیا سے دفعۃً کوچ کر کے اس عشرت کدہ کو ماتم کدہ کر دیا۔ جو مہمان نزدیک اور دور سے بیاہ میں آئے تھے وہ تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے۔ دنیا عجیب عبرت گاہ ہی مگر افسوس کچھ عبرت نہیں ہوتی ؎

آساں نہیں ہی دام سے دنیا کے چھوٹنا
یہ ایک بڑے حکیم کا باندھا طلسم ہی

میری اولاد میں بھی پانچ آدمی مبتلائے تپ ہیں، مجھے بھی حرارت ہی۔ اللہ رحم فرمائے، اور صحت دلخواہ دے نہیں تو دنیا سے اٹھا لے۔ دعائے خیر کا طالب ہوں۔ آپ بنی فاطمہ ہیں ضرور دعا کیجئے کہ اللہ مجھ سیاہکار کا خاتمہ بخیر کر دے۔ محمد احمد تسلیم عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر

۱۵ - جولائی ۱۸۹۰ء نمبر ۶۰

دلنواز ۔ سلام مسنون اخلاص مشحون ۔ خط آپ کا آیا ممنون فرمایا میں اللہ کی عنایت سے بخیریت ہوں باقی زندگی میں مرض و صحت سے نجات کہاں برخوردار محمد احمد کے پھوڑا نکلا تھا ۔ جس سے بڑی تکلیف اٹھائی ۔ اب بفضلہ اچھے ہیں ۔ اور برخوردار ممتاز احمد وجع مفاصل میں عرصہ سے مبتلا ہیں آپ کی دلنوازی و عنایت فرمائی کا بہت ممنون ہوں ۔ امید کہ گاہ گاہ خیریت مزاج سے مطمئن کرتے رہوگے ۔ زیادہ خیریت و لبس ۔ مکرر آنکہ میں بھی مشتاق ملاقات کا ہوں مگر شغل کسب کمال کا بہت اچھا ہے ۔ خدا کرے کہ بعد فراغ اطمینان کے ساتھ ملاقات ہو فقط

امیر فقیر

۷ - اپریل ۱۸۹۱ء نمبر ۶۱

میری قدر کرکے میرا دل بڑھانے والے خدا تم کو زندہ رکھے اور اقبال بڑھائے ۔ آمین محبت نامہ آیا دل کو تسکین ہوئی تمنے میری انشاپردازی کی ستایش کرکے اور مجھے شرمندہ کیا ۔ شرمندگی کے ساتھ تمھاری قدردانی کا جو محض محبت سے ہے شکر گزار ہوں ۔ خطوط جب میں فکر سے اچھے لکھتا تھا وہ ذخیرہ ایک سو کئی جزو کا میرے ایک شاگرد نے جمع کیا تھا ۔ سولہ برس ہوے کہ وہ بیچارہ مر گیا اور اس ذخیرہ کا پتا نہ لگا پھر کسی نے جمع نہیں کیا ۔ تین چار شاگردوں نے کبھی کبھی کچھ خطوں کی نقلیں اپنی پسند کے موافق لکھ لیں وہ جا بجا ہیں ۔ بعض تحریروں کی نقلیں لڑکوں نے

کرلی ہیں اور جب سے دفتر امیر اللغات کھولا گیا ہے۔ محرران دفتر بعض مکاتبات لکھ لیتے ہیں یہ سب بھی اگر جمع ہوں تو ایک مجموعہ ہو سکتا ہے۔ مگر کون یہ کام کرے اسقدر ضرور ہے کہ کوئی خوش سلیقہ فہمیدہ و سنجیدہ آدمی ترتیب دیکر ان کو یکجا لکھے اور میں ایک نظر دیکھ کر جو مطالب شایع کرنیکے نہوں ان کو نکال ڈالوں تو بہتر ہے مگر اس کی فرصت ہی نہیں ہے۔ کروں کیا "یک انار صد بیمار" کا مصداق ہوں۔ کاہشوں سے نجات نہیں ہوتی یہ لغت اردو کا جسکو لکھ رہا ہوں اس نے کسی کام کر لینے کا وقت نہیں چھوڑا ہے۔ اور ضخیم بھی جلد نہیں ہوتا ہے اور ہو کیونکر روپیہ پیسہ بہت چاہئیے اور یہاں اب تھوڑا سا بھی نہیں ہے خیر خدا مالک ہے وہی کسی فراخ حوصلہ کو ہمت دیدے تو کام چلے اور اب تک جو ہزارہا روپیہ میرا صرف ہوا ہے وہ رائگاں نجائے اور جا بجا ٹھکانے لگے اگر یہ کام ہو گیا تو عجب عمدہ کام ہوگا ایسا نور اللغات اردو کا اب تک کوئی نہیں اور آیندہ بھی امید نہیں اسواسطے کہ اب زمانہ اس زبان کو مٹاتا جاتا ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔

آپ کو اپنا دلسوز سمجھکر کچا چٹھا اپنا لکھ گیا ہوں خط نظر اغیار سے محفوظ رہے "بعد" کے ساتھ لفظ "میں" کا لانا خلاف فصاحت ہے اور "ہو" کی جگہ "ہوئے" یا "ہوئیے" اگلی زبان ہے۔ غزل دیکھی کیا نئی زمین ہے، اور کیا اچھے اچھے شعر کہے ہیں۔ بارک اللہ فی عمرکم۔ اطفال مادیب گزار ہیں۔

امیر فقیر

نمبر ۶۲

۱۳۔ اپریل ۱۸۹۱ء رامپور

پیارے زاہد۔ رسیلے لوکاٹ پہونچے اور باعث شکرگزاری ہوئے اگرچہ یہ لوکاٹ اعلیٰ قسم کے نہ تھے جیسا کہ سہارنپور کے لوکاٹ مشہور ہیں۔ اور تم بھیجا کرتے ہو تاہم آپ کے خلوص و محبت کے ساتھ تحفہ کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور دلنوازی میں فرد کرے میں مدت سے آپ کے خط کا منتظر تھا اور حیرت تھی کہ آپ نے مراسلت کیوں ترک کی۔ بحمد اللہ کہ آج آپ کی تحریر پرتنویر دیکھنے میں آئی چونکہ اختصار کیوجہ سے تسکین خاطر پورے طور سے نہیں ہوئی۔ لہذا مفصل تحریر کا خواستگار ہوں۔ میری طبیعت اس زمانے میں بہت خراب رہی بخار آنے لگا تھا اب اللہ کے فضل سے اچھا ہوں۔ سب بندہ زادے سلام کہتے ہیں فقط

امیر فقیر

نمبر ۶۳

۲۶۔ جولائی ۱۸۹۱ء

دلنواز! سلام و نیاز کے بعد التماس ہی کہ ماشاء اللہ کیا اچھے اچھے شعر آپ نے کہے ہیں۔ خدا آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے۔ غزل اور خط ایک ہی کاغذ پر ہی خط کا واپس کرنا بہت ہی شاق ہوتا ہے مگر مجبور ہوں۔ آیندہ ایسی پیاری چیز دیکر پھیر لینے کا ارادہ نہ کیا کیجئے۔ انشا کی غزل کے سوا لیلا میلا کے قافیوں میں میں نے کوئی غزل اب سے پہلے نہیں دیکھی۔ کیا عمدہ غزل آپ نے کہی ہی آپ کی طبیعت کا حسن ہر شعر سے ظاہر ہے افسوس ہی کہ میں آپ کی خدمت گزاری سے قاصر رہتا ہوں ورنہ آپ کا شوق

جھک جاتا۔ پیرانہ سالی کے علاوہ اور بہت سے اسباب ہیں جو مجھکو شاعری کے
طرف متوجہ ہونے سے روکتے ہیں چھیلا کا قافیہ ضرور کہنے کا نہ شوخ لفظ
ہی ضرور رکھیے۔ نوش کا قافیہ خوب کہا ہے۔ سبحان اللہ "ڈھونڈتا ہے" کی جگہ
"ڈھونڈھے ہے" اب زبان نہیں ہے قدما کہتے ہیں متاخرین نے ترک کر دیا ہے
خور و نوش مستعمل ہے فقط نوش اس محل پر زبان نہیں ہے۔ اور کوئی عیب نہیں
مضمون اچھا ہے اور معناً درست ہے لہذا رہنے دیا۔ ضرور ہی محو و اثبات لکھ دیے
کی تو مجھے عادت ہے مگر آپ خود فہمیدہ ہیں آپ کو ذرا ذرا سی بات لکھنا کیا ضرورت
ہے مہذا اصلاح سے زیادہ ہر جگہ وجوہ اصلاح لکھنا دشوار ہے اور اکثر وجوہ جدا نہیں
ہوتے ہیں جنکو طبع سلیم سمجھ لیتی ہے۔ گوہر انتخاب کی فکر رہے گی اور چھپ لیگا
بھیجوں گا بالفعل میری تالیفات مطبوعہ میں جو کتابیں موجود ہیں وہ بھی دو
تین کتابیں ہیں۔ امیر اللغات اردو زبان کا فتاوے اور خیابان آفرینش سے
میلاد شریف نثر اور دیوان نعت جس میں کچھ کلام نیا بڑھایا ہے اور خیابان آفرینش
کے ساتھ محامد خاتم النبیین ملا کر چھپوایا ہے۔ محامد کا نسخہ بار بار چھپنے سے بہت
غلط ہو گیا تھا۔ اس کو کچھ صحیح بھی کیا ہے اشتہار دفتر سے آپ کے نام غالباً
روانہ ہوا ہو گا اور نہ پہونچا ہو تو ریاض آزاد وغیرہ میں دیکھ لیجیے گا یا لکھیے
تو یہاں سے بھیجدوں۔ امیر فقیر

۳۰ جولائی ۱۸۹۱ء نمبر ۶۴

حضرت زاہد کو اُنکے رند آلودہ گناہ کا سلام پہونچے۔ اور حالی خاد مجھ

ماثر ہو۔ کہ تاریخ تو خط میں ہی نہیں جو معلوم ہو کہ یہ خط کب چلا کب پہونچا۔ اور لفافے پر ڈاک کی مہر پوری کھلی نہیں۔ بہرکیف آج ایک خط مجھے ملا جس میں یہ غزل بھی جو شش نقش پا بہجوم انتشار میں غزل دیکھی اور اپنے گمان میں بنائی واقعی خدا جانے بگاڑی ہے یا بنائی ہے۔ جو الفاظ کاٹ دیے کاٹنے کے وجوہ آپ غور سے سمجھ لیجئے گا۔ زمین مشکل اور پامال ہے شعر آپ نے اچھے اچھے کہے ہیں۔ میں نے جن شعروں پر صاد کیے ہیں وہی رکھیے گا مجھے فرصت و اطمینان نہیں ہے ورنہ وجوہ بھی حواشی پر لکھ دیتا انشاءاللہ آپ خود ذہن میں سمجھ لیں گے۔ سبحان اللہ کیا غزل کہی ہے اور کس ٹیڑھی زمین میں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے عمر و اقبال میں برکت دے اور خیال میں اور وسعت۔ مطالعہ کتب سے آپ کو فرصت نہیں ہوتی اور کتاب بینی کا شغلہ رہتا ہے ذرا مہربانی کر کے اپنے کتب خانہ کی فہرست بھجوا دیجئے شاید کوئی کتاب مجھے مطلوب ہو تو مستعار لینے کی درخواست کروں اور نقل لیکر باحتیاط بھیجدوں۔ امیر اللغات کی پہلی جلد چھپی ہے اور آپ کے پاس جلد پہونچیگی محمد احمد تسلیم گزار ہیں۔

امیر احمد مینائی عفی عنہ

۲۶ ستمبر ۱۸۹۱ء

نمبر ۶۵

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ محبت نامہ اور اس کے ساتھ انگریزی الفاظ کے اوراق جن میں بعض جزائر اور ممالک وغیرہ کے نام بھی شامل ہیں اور بعض لغات اردو کے اوراق کا پمفلٹ مجھے پہونچا۔ تمھاری سچی ہمدردی

اور پوری محبت وسعادت سے بہت ہی جی خوش ہوا خدا تمھاری لیاقت
اور عز و مراتب مین ترقی دے۔ ملک میں اب اس ہمدردی اور دلسوزی
کے لوگ بہت کم ہیں جو دوسرے کے لیے اپنے اوپر محنت گوارا کریں۔ میں
تہ دل سے تمھاری اس عنایت کا شکرگزار ہوں۔ میں دو مہینے سے آشوب چشم
میں مبتلا ہوں لکھنا پڑھنا بالکل چھوٹ گیا ہو ذرا مجھے آرام ہولے تو تمھارے
بھیجے ہوے اوراق کو بغور دیکھونگا اور جو بات ان میں نئی ملے گی اس کو
لغت میں داخل کر کے ملک کو فائدہ پہونچادونگا۔ میرے پاس بھی الف
سے ی تک مسلسل معنی و مثل کی ساتھ لغت موجود ہو جس کا نام میں نے
بہار ہند رکھا تھا۔ مگر وہ فارسی عبارت میں گلشن فیض کی قطع کا ہو اب جہانتک
ممکن ہو اس سے بڑھانا مقصود ہو۔ امیر اللغات اس سے کئی حصہ زیادہ ہوگا
تاہم آپ کے مرسلہ اوراق کو میں بہت شکریہ اور قدر کی نگاہوں سے
دیکھکر دفتر میں رکھونگا۔ انگریزی الفاظ سے مجھے کوئی مناسبت نہیں اسلیئے
اس کا ایسا ذخیرہ نہ میرے سینے میں ہو نہ سفینے میں جس سے یہ معلوم ہو کہ
اتنے الفاظ اردو نے قبول کر لیے ہیں۔ کتابیں بھی ایسی ابتک بہت کم
ملک میں تالیف ہوئی ہیں صرف فرہنگ فرنگ اور بعض اخبار کے اوراق
جنمیں ایسے لفظ جمع کئے گئے ہیں دفتر میں موجود ہیں۔ اس لیے میں تم کو ایسے
الفاظ کے جمع کر دینے کی ضرور تکلیف دونگا۔ اس کا احسان نہ صرف
مجھ پر ہوگا بلکہ ملک ممنون ہوگا۔ تم نے جو انگریزی الفاظ امیر اللغات میں
کم پائے اس کی وجہ ہو کہ کمیٹی میں باتفاق یہ رائے قرار پائی کہ امیر اللغات

میں وہی الفاظ انگریزی کے داخل کئے جائیں جن کی جگہ اردو میں کوئی فصیح مختصر اور ٹھیک ٹھیک معنوں میں لفظ موجود نہیں ہیں۔ آفس۔ آتھر۔ آرڈر وغیرہ لکھے لکھائے مسودے سے خارج کر دیے گئے، کیونکہ آفس کی جگہ کچہری اور دفتر، اور آتھر کی جگہ مصنف، آرڈر کی جگہ حکم موجود ہے۔ آنر۔ آنریبل۔ آنریری وغیرہ لکھے گئے ہیں۔ باقی کیا لکھوں۔ ہاں یہ مسرت کہ تم سے لائق شخص کی نظروں میں امیر اللغات سب طرح سے اچھا اور ملک و زبان کی ضرورت کو پورا کرتا ہوا جچا۔ امیر فقیر

۱۳۔ جنوری ۱۸۹۳ء نمبر ۹۶

پیارے زاہد دعائیں لو۔ تمھاری غزل "پس جام شراب" جب سے آئی کئی بار ارادہ ہوا کہ بناؤں مگر اس موسم بارد میں میری طبیعت کو بار بار حرج ہو جاتا ہے سنبھلنے نہیں پاتی کہ پھر بگڑ جاتی ہے اور یہ زمین بھی ایسی ہی کہ اس میں سنبھل کر قدم رکھنا چاہیے ناچار اس وقت یہ کارڈ رفع نگرانی کے واسطے بھیجتا ہوں۔ غزل جب دیکھوں گا تو بھیجوں گا۔ تم سے خفگی کا کیا موقع ہے۔ میں تمھاری لیاقت و صلاحیت و بےلوث محبت سے بہت ہی خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمھاری عمر و اقبال میں برکت دے۔ تم ہمیشہ اپنی خیریت اور ترقی اقبال و دولت سے مسرور کیا کرو۔ اور میری کوتاہ قلمی کی تقصیر کو معاف کر دو۔ امیر اللغات میں مدد دینے سے ہاتھ نہ روکو یعنی جو کچھ ہو سکے وہ لکھا کرو اور ممنون و مشکور کیا کرو۔

اگر بجم الامثال کے سوا کوئی ذخیرہ مثلوں اور شان امثال کا ملے تو بڑا کام
نکلے۔ مثلیں تو خزینۃ الامثال میں ملتی ہیں مگر شان امثال نہیں ملتی۔
مولوی ان مرحوم نے ایک زمانے میں وعدہ کیا تھا کہ اسکا مادہ میں دونگا
افسوس ہے کہ وہ چل بسے۔ گوہر انتخاب اور امیر اللغات کے باب میں
کیا بات آپ پوچھتے ہیں مجھے یاد نہیں، پھر لکھ بھیجئے۔ محمد احمد سلام
نیاز عرض کرتے ہیں اور ان کے اور اخوان بھی اظہار شوق کرتے ہیں فقط

امیر فقیر

۳۰۔ جنوری ۱۸۹۶ء نمبر ۶۷

پیارے زاہد رند مشرب "جام شراب" والی غزل اسوقت میں نے
دیکھی اور مست ہوکر جھومنے لگا۔ مشکل زمین تھی مگر تم نے بہت اچھے اچھے
شعر کہے اللہ تمھاری عمر میں برکت دے اور اقبال بڑھائے۔ میری طبیعت
ابتک صحیح نہیں ہے اور اس موسم بارد میں گوناگون تکلیفیں رہتی ہیں۔
ارحم الراحمین رحم فرمائے۔ اور بتصدیق رحمۃ للعالمین خاتمہ بخیر کرے۔ گوہر
انتخاب کا کوئی نسخہ ہے تو ضرور، مگر ڈھونڈھکر ذرا نکالنا دشوار ہے جس وقت
کہیں نظر پڑ جائے گی ضرور بھیجوں گا۔ امیر اللغات کی جلد ثانی غالباً
الف مقصورہ ہی پہ تمام ہو۔ یا شاید بائے موحدہ کا بھی کوئی ٹکڑا شریک
ہوجائے۔ تم سے اگر ممکن ہو تو زبان کی اصلیت کہ ابتداءً کہاں سے یہ زبان
پیدا ہوئی اور کن کن تغیرات کے بعد اس حد کو پہونچی۔ وغیرہ وغیرہ لکھو۔
تذکرہ آبحیات میں آزاد نے اور جلوۂ خضر میں صفیر نے اور گلستان سخن میں

مرزا صابر بخش شاہزادہ دہلی نے کچھ کچھ اس بحث کو لکھا ہی میں چاہتا ہوں کہ امیر اللغات میں یہ بحث ان سے الگ اور نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی جائے مگر اس کے مادے کا پتہ نہیں لگتا کہ کہاں سے اخذ کیا جاسے تم کہیں سے ٹوہ لگاؤ۔ میں بھی فکر میں ہوں جو کچھ آزاد و صفیر وغیرہ نے لکھا ہی امیر اللغات میں اس کی نقل کر دینے کو تو جی نہیں چاہتا۔ نئی باتیں بھی پیدا ہوں اور ان کے ضمن میں یہ باتیں بھی سب آجائیں۔ اور عنوان تحریر کا ان سے الگ ہو تو مضائقہ نہیں۔ الف کا گرنا جائز نہیں۔ ہندی کا الف جو آخر میں ہو وہ گرتا ہی بعض شعرا نے جو ایسا کہا ہے وہ قابل استناد نہیں ہی کیونکہ اساتذہ کی طرف سے وہ ہمیشہ مورد ایرادات رہے ہیں۔ مطلع میں میں نے دخل دیا ہی ؎

ہاتھ تک اسکے جو ہو دسترس جام شراب کیوں شاس ہاتھ سے ہو پھر ہوس جام شراب

دوسرے مصرع میں "اس ہاتھ سے" کی جگہ "میخواروں کو" بنا دیا ہی کیونکہ لطف اسیقدر مضمون میں ہی۔ کہ جب جام شراب کو یہ فخر حاصل ہی تو اس کے ہاتھ تک پہونچ جائیے تو ایسے جام شراب کی ہوس میخواروں کو کیوں نہو اور جب اسی ہاتھ سے کہئے گا تو جام شراب کے اس ہاتھ تک پہونچنے کا فائدہ کچھ نہ ہی گا۔ جرس کا کھڑکنا فصحا نہیں کہتے۔ مقطع بھی بدل دیجئے چشم بدور ابھی تمھارا آغاز شباب ہی بڑھاپے کے مضمون کا ابھی کیا موقع ہی اطفائی تقیر یا وجب گزار ہیں۔ فقط

امیر فقیر

۹ مئی ۱۹۰۰ء نمبر ۶۸

محب عزیز من - دعائیں لو خط پہنچا - ممنون یاد آوری کیا بعض موانع سے
جنکا قصہ طول ہے اب تک امیر اللغات کے دوسرے حصہ کے چھپنے کی نوبت
نہیں آئی زمانہ دم نہیں لینے دیتا نصف نظر ثانی سے باقی ہے غالبًا بیس جزو کا
یہ حصہ بھی ہوگا اور صرف الف مقصورہ کا - امید کرتا ہوں کہ ۱۵ - جون سے چھپنے
کے واسطے روانہ ہونا شروع ہو جائے گا اپنا حال کیا لکھوں میری وہی حسب
آپ اپنی خیریت سے مطلع کرتے رہا کیجئے - امیر فقیر

۱۷ جون ۱۹۰۰ء روز جمعہ ریاست رامپور روہیلکھنڈ نمبر ۶۹

پیارے زاہد - الٰہی تم ہو اور دونوں جہان کی لذتیں - دنیا میں ناگوار باتوں
سے محفوظ رہو اور عقبیٰ میں نکبات سے محفوظ - مدت کے بعد محبت نامہ آیا میں
نے اس کو سینے سے چمٹایا آنکھوں سے لگایا - جواب میں تاخیر اس وجہ سے
ہوئی کہ امیر اللغات کے دوسرا حصے نکلنے میں وقت سے تجاوز زیادہ ہو گیا
ہے اس لیے باوصف عدم صحت اور ضعف و نقاہت اسی حصے کی تکمیل
میں مصروفی رہتی ہے اور کسی وقت اور کام کرنے کی فرصت نہیں ملتی چاہتا
تھا کہ وقت ملے تو تمہاری ہدایات بہت غور سے دیکھوں اور اردو کی تحقیق
میں جو کچھ تم نے لکھا ہے اس پر اچھی طرح نظر کر دوں تو اس کے بعد جواب لکھوں
مگر اسوقت تک ایسا وقت نہ ملا - یہ حصہ ثانی جس پر نظر ثانی ہو رہی ہے
کو بھیج لوں تو آپ کی تحریر کے ہر جزئیے کو تدقیق نظر سے دیکھوں

صاحبان رائے موجودہ دفتر سے بھی بحث کرکے رائے لوں۔ اسوقت ان سطور کے لکھنے سے صرف رفع نگرانی اور بالاجمال آپ کی شکر گزاری مقصود ہے مگر شکر تو ادا ہو نہیں سکتا اس کے عوض بھی اس اخلاص نامہ مختصر کو دعا پر ختم کرتا ہوں۔ الٰہی قابلیت ولیاقت ورشد سعادت و عمر دولت روزافزوں ہو فقط آپ کی سچی محبت کا منت پذیر امیر فقیر

۱۹۔ جون ۱۸۹۲ء رام پور اسٹیٹ نمبر ۸

مجبی سلام مسنون، دعا مشحون۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا تمھارے مرسلہ اوراق کی نسبت میرا یہ خیال نہیں ہے کہ بعد طبع حصہ دوم ان کو دیکھونگا بلکہ منشا میری تحریر کا یہ ہے کہ مسودے پر جو نظر ثانی ہو رہی ہے اس سے فراغ ہولے تو ان اوراق پر نظر ڈالوں اور جو باتیں نئی اور مفید مطلب ملیں انکو اس میں چھپنے کے قبل داخل کردوں۔ ورنہ بعد چھپ جانے کے الفاظ مقصودہ کے لغات کو دیکھنا کیا کام آسکتا ہے۔ پہلے خط میں تم نے لکھا تھا کہ ایک کتاب سنسکرت کی مفید لغت اردو دستیاب ہوئی ہے۔ ہمارے یہاں علم سنسکرت کے متبحر ایک پنڈت ہیں اگر تم اس کتاب کا کوئی جزو بھیجو تو یہاں پنڈت سے دریافت ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب امیراللغات کے لیے کہاں تک مفید ہے باقی میں تمھارے حسن لیاقت سے بہت خوش اور تمھاری سعی و محبت و اعانت کا بہت ممنون ہوں فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۷   ۳- اگست ۱۸۹۲ء

مجبی سلام و دعا - کارڈ پہونچا - مجھے خیال تھا کہ جو باتیں آپ نے دریافت کی تھیں اس کا جواب میں دے چکا ہوں مگر افسوس ہے کہ یا تو میرے یاد کی غلطی تھی یا میرا خط ڈاک میں تلف ہو گیا - اب لکھتا ہوں کہ امیر اللغات کا دوسرا حصہ بوجوہ اب تک چھپنے کو نہیں گیا - انشاء اللہ تعالیٰ اسی مہینے سے تھوڑا تھوڑا کر کے روانہ کیا جائے گا - آپ کے مرسلہ اوراق میں نے دیکھے اور جس جس جگہ سے مدد ملی اس سے فائدہ اٹھایا - مگر اردو کے لفظ میں بالفعل مختصر طور پر کچھ لکھ دیا گیا ہے - اور ہمیشہ سے یہ خیال ہے کہ اس کی تحقیق علیحدہ لکھ کر لغت میں لگائی جائے - کتاب ختم ہونے تک جس وقت موقع ملا یہ خیال پورا کیا جائے گا - اور آپ نے جو کچھ اس کی نسبت لکھا ہے وہ بھی آنکھوں کے سامنے رہے گا تاکہ مفید باتیں اس میں سے بھی چن لیجائیں - گوہر انتخاب جہاں سے ملسکتا ہے انکا پتا آپ کو لکھا جاتا ہے - میرے پاس کوئی جلد اسکی نہیں ہے - امیٹھی بندگی میاں کی - ضلع لکھنؤ - قاضی سید تصور حسین صاحب آپ ان سے ویلو پی ایبل خواہ ٹکٹ بھیجکر منگوا لیجئے - ایک روپیہ سے کم قیمت ہے ٹھیک یاد نہیں - اپنی خیریت سے ہمیشہ مسرور فرماتے رہئے - خدا آپ کی عمر دراز کرے - امیر فقیر

نمبر ۲   ۲۷ ستمبر ۱۸۹۲ء رامپور اسٹیٹ

سعید و رشید دارین عزیزی سید ناصر حسین کو ترقی عمر و اقبال کی دعائیں

محبت نامہ پہونچا۔ اور اس کے ساتھ وہ الفاظ بھی پہونچے جو آپ نے کسی
ڈکشنری سے منتخب کر کے لکھے ہیں۔ میں آپ کی اس محبت و سعادت اور
امیر اللغات کے ساتھ دلی ہمدردی اور اس کی امداد کے خیال کا بہت بہت
شکریہ ادا کرتا ہوں۔ افسوس ہے کہ نصف ٹکڑا دوسرے حصہ کا ۱۵ ستمبر کو
چھپنے کے لئے روانہ ہو چکا لیکن پھر بھی جہانتک اس ٹکڑے میں الفاظ کا
بڑھانا ممکن ہوگا کوشش کیجائے گی اور یہ ٹکڑا تو اب تک یہاں موجود ہے
میں استقرائے کلام اور لغات سے عوام اور خواص کے وہی الفاظ لیتا ہوں
جو اردو لغت کی شان پر پھبتے ہیں۔ آپ کے مرسلہ الفاظ میں بھی جو لفظ ایسے
ملیں گے داخل لغت کئے جائیں گے۔ میں نے بہت دنوں ملک کی رائے
پر کام کرنا چاہا مگر باہم رایوں کا اختلاف اسقدر رہا کہ میں عاجز آگیا چند
نازک خیال اور عالی دماغ احباب نے یہی رائے دی کہ ان جھگڑوں میں
لغت تالیف سے رہجائے گا۔ صرف اپنی رائے کو دخل دینا چاہیے۔ ملک
سے بہت دنوں صلاح و مشورہ کیا گیا۔ ناچار میں اب اپنی ہی رائے سے کام
لیتا ہوں اور جو عزیز یا دوست میری مدد کرتا ہے اور اپنی کوئی صائب رائے
ظاہر کرتا ہے اس کا شکر گزار ہوتا ہوں اور اس کی رائے ماننے میں
ہٹ دھرمی نہیں کرتا۔ جن لغات متروک کے آپ نے نام لکھے وہ سب
اور ان کے علاوہ اور بھی اس دفتر میں موجود ہیں اور پیش نظر رہتے ہیں مجھے
یہ نہیں معلوم ہے کہ کون کون سے اخبار اس زمانے میں امیر اللغات کی نسبت
لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اکمل الاخبار نے تھوڑے دنوں سے لکھنا چھوڑ دیا

آزاد۔ ریاض الاخبار۔ نجم الاخبار۔ سرمور گزٹ۔ اور وفادار اس دفتر میں بھی آتے ہیں۔ ان اخباروں میں مدت سے کوئی بحث اس قسم کی نہیں چھپی۔ آزردگی۔ آسودگی۔ آشفتگی۔ آوارگی۔ یہ سب قاعدے کی بنا پر چھوڑ دیئے گئے۔ اور آزادہ رو۔ آفس۔ آفیسر۔ آوارہ مزاج۔ آنچل ڈھلنا بیشک امیر اللغات میں نہیں ہیں۔ بعض تو اختلاف رائے کی وجہ سے عاجز ہو کر چھوڑ دیئے۔ مثلاً آفس کہ اس کی جگہ کچہری اور دفتر کا لفظ موجود ہے جو آدھی انگریزی اور آدھی اردو بولتے ہیں زیادہ انھیں کی زبانوں پر یہ لفظ ہی۔ اور آفیسر لکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ افسر موجود ہی اور اس دوسرے حصہ میں لکھا گیا ہی۔ اور بعض نقص استقرا سے رہ گئے۔ یہ الزام بیجا ہے اس کا دعویٰ کبھی نہیں کیا گیا کہ امیر اللغات میں کوئی لفظ چھوٹ نہ جائیگا کیونکہ یہ محال ہی۔ بڑے بڑے فارسی اور عربی کے لغات موجود ہیں جن میں روزمرہ کے صدہا الفاظ نہیں ملتے۔ صراح وغیرہ پر دس ہزار لغات صاحب قاموس نے بڑھائے۔ صاحب غیاث اللغات نے کیا کچھ کوشش نہیں کی مگر پھر بھی صدہا الفاظ نہیں ملتے۔ اردو میں اس وقت جتنے لغت لکھے گئے ہیں انکا یہی حال ہی کہ پہلے میں دس لغت ہیں تو دوسرے میں بیس تیسرے میں پچاس ہیں تو چوتھے میں سو۔ ہاں میں نے یہ قصد کرلیا ہی کہ جو لغات حصہ چھپنے کے بعد چھوٹے ہوئے معلوم ہوں گے۔ وہ سب ایک جگہ جمع ہوتے جائیں گے اور ختم کتاب کے بعد ایک ضمیمہ انکا لگا دیا جائیگا۔ جیسا کہ صاحب برہان قاطع نے کیا ہی۔

غزلوں پر اصلاح ہونے کی نسبت جو آپ نے لکھا ہی بہتر تو یہی ہو کہ مہینے ڈیڑھ مہینے میں میں اس جھگڑے سے فراغت پا جاؤنگا اس وقت آپ دو دو ایک ایک کرکے بھیجدیجئے گا۔ اور اگر کسی غزل پر اصلاح کی نہایت ضرورت ہو تو مجھے آپ کے لیے اس حال میں بھی عذر نہیں ہی۔ زیادہ بجز دعاے سرسبزی دارین اور کیا لکھوں میری طبیعت اچھی نہیں رہتی ہی اس سبب سے ہر کام میں اور بھی دیر ہوا کرتی ہی۔ لڑکے اور ارباب دفتر سلام نیاز کہتے ہیں۔ امیر احمد عفی عنہ

نمبر ۷۳

۲۔ نومبر ۱۸۹۲ء رام پور مرادآباد

پیارے زاہد میں تم سے اسقدر محجوب ہوں کہ کئی دن سے تم کو خط لکھنے کا قصد کرتا تھا مگر ندامت کسی طرح اجازت نہ دیتی تھی اس اتفاق کو میں نہایت ہی افسوس کے ساتھ لکھتا ہوں کہ تمھاری غزل گمس جام شراب کھو گئی۔ ہمیشہ لبتے یا کاغذ گیر میں غزلیں اور خطوط احباب و اعزہ کے رکھے جاتے تھے مگر کبھی کوئی خط یا غزل ضایع جانا یاد نہیں آتا۔ اتفاق سے تم نے جو وہاں غزل کا مسودہ کھو دیا تو مجھ سے بھی یہاں صاف شدہ غزل جاتی رہی۔ افسوس صد افسوس۔ میں نے کوئی دقیقہ تلاش کا اٹھا نہیں رکھا مگر غزل نہ ملنا تھا نہ ملی۔ اب نہایت ہی قلق اور ندامت کے عالم میں تم کو یہ کارڈ اس لیے لکھتا ہوں کہ تم مسودے کہ بخوبی تلاش کرو اور اگر تمھاری جستجو بھی ناکامیاب رہی تو حافظے پر خوب زور دے دیکر شعر یاد کرو

اور پھر غزل پوری کر کے مجھے بھیجدو تو دیکھ لوں اب تک مجھے یہ امید لگی ہوئی ہو کہ تمھاری کوشش سے غزل پھر پوری ہو جائے گی اور اگر خدانخواستہ تم کو مسودہ نہ ملا اور حافظے نے بھی کمی کی تو مجھے اور بھی رنج ہوگا۔ افسوس کیسی زمین میں تم نے کیسے کیسے شعر لکھے اور میں ان کو دیکھکر جی خوش بھی نکرنے پایا۔ رات دن میں کئی کئی بار یہ غزل مجھے یاد آتی ہو اور گھنٹوں قلق رہتا ہے خدا کرے مسودہ تمھارے پاس نکل آئے یا شعر پورے پورے یاد آجائیں تو میرا جی خوش ہو۔ زیادہ دعا کے سوا کیا لکھوں فقط

امیر فقیر

۱۴۔ دسمبر ۱۸۹۶ء

نمبر ۲۴

پیارے زاہد۔ عرصہ ہوا کہ میں نے ایک معذرت نامہ تم کو لکھا تھا کہ تمھاری غزل عکس جام شراب تقسیس جام شراب مجھ سے کھو گئی۔ اس کا مسودہ اچھی طرح تلاش کرو اور پھر غزل بھیجدو۔ اور اگر خدانخواستہ مسودہ نہ ملے تو یاد کر کے غزل پوری کرو۔ اب تک تم نے جواب نہیں لکھا اس سے تردد اور تعجب ہو۔ تردد تو اس وجہ سے کہ خدا جانے تمھارا کیا حال ہو نصیب اعدا کچھ مزاج تو ناساز نہیں ہو گیا ہو۔ اور تعجب اس کا ہو کہ اگر تمھاری طبیعت اچھی ہو تو کیا باوجود کمال معذرت اور اظہار ندامت کے تم مجھ سے اسقدر خفا ہو گئے ہو کہ مجھے خط لکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ ایک خیال یہ بھی ہوا ہے کہ شاید وہ معذرت نامہ تمکو پہونچا ہی نہو۔ بہر حال اس کو دوسرا معذرت نامہ سمجھو۔ اور برائے خدا اپنی خیر بت امزاج سے بہت جلد مطلع کرو

میں اپنا حال کیا لکھوں، روز بروز بتر ہے۔ امراض قدیمہ اور بعض شکایات جدیدہ کے شدائد میں مبتلا ہوں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ لغات کا دوسرا حصہ چھپ رہا ہے۔

امیر فقیر

نمبر ۵

۲۷۔ جنوری ۱۸۹۲ء رامپور اسٹیٹ

پیارے زاہد۔ شافی مطلق تم کو شفائے کامل عطا فرمائے اور اصلی طاقت و توانائی جلد عود کر آئے۔ اتنے دنوں تک تمہارا خط نہ آنے سے جو دھڑکا بار بار دل میں سماتا تھا آخر تمہارے خط سے تفصیل کے ساتھ اس کی اصلیت معلوم ہوئی اور بیمار اور زار نزار دل کو بہت ہی افسوس ہوا۔ میں کہتا ہی تھا کہ زاہد صاحب دیرینہ میرے خطوط کا جواب نہ لکھ سکے کیا معنی۔ ہو نہو کوئی مانع قوی ضرور ہے۔ معاذ اللہ تمہارے خط ہی کو دیکھ کر تمہارے اوپر شدائد امراض اور ان سے حد سے ضعف اور ناتوانی کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ افسوس تم نے بہت تکلیف اٹھائی مجھ بوڑھے سے اور کیا ہو سکتا ہے سوا اس کے کہ تمہاری صحت اور تندرستی کے لیے یہیں سے دعا کروں۔ امراض اور افکار و آلام نے مجھے بالکل نکما کر دیا ہے۔ عجب کاہش اور بے چینی کے ساتھ زندگی کے دن کاٹ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے۔ تم بھی میرے حق میں دعائے خیر کرو۔ جوان صالح ہو۔ آلِ رسول ہو۔ زاہد ہو۔ امیر اللغات کا دوسرا حصہ چھپ رہا ہے۔ صاحب مطبع یقین دلاتے ہیں کہ آخر فروری تک چھپ جائے گا۔ اِس

زمانے والے بہت سے لایق عزیز اور احباب شانِ مثل لکھنے کے مخالف ہیں مجبوراً اس کو ترک کردیا ہے۔ اب میں دعا پر اس خط کو ختم کرکے تم سے استدعا کرتا ہوں کہ اپنی کیفیت مزاج سے جلد جلد مطمئن کرتے رہو۔ خود لکھنے میں اگر خدانخواستہ اب بھی تکلیف ہو تو کسی اور ہی سے ایک کارڈ لکھوا دیا کرو فقط

امیر فقیر

نمبر ۶

۱۲- فروری ۱۸۹۳ء - روز یکشنبہ - رامپور مراد آباد

الٰہی پیارے زاہر کو مکروہات سے محفوظ اور مرغوبات سے محظوظ رکھ۔ آمین - دعا ہو چکی مدعا یہ ہے کہ مدت کے بعد تمھاری تحریر دلپذیر سرور افزاے خاطر فاتر ہوئی۔ ازالۂ مرض سے اطمینان ہوا۔ حق تعالیٰ قوت کا مژدہ بھی جلد جلد سناے۔ غزلیں دیکھیں بقدر ضرورت بنائیں۔ بارک اللہ ایسی پتھر زمیں میں کیا نازک شعر کہے ہیں اور کتنے کہے ہیں کہ جی ہی جانتا ہے اگر اجازت انتخاب دو اور یہ چاروں غزلیں لکھوا کر مجھے بھیجدو تو ریاض الاخبار وغیرہ میں چھپوادوں تاکہ لوگ دیکھیں کہ ایسی پامال اور سنگلاخ زمینوں میں اب بھی ایسے ایسے پھولنے پھلنے والے موجود ہیں شان اشال میں میں نے یہ راے قرار دی ہے کہ جس حکایت میں خلاف عقل و عادت کوئی بات نہو وہ ضرور لکھی جائے۔ میرا گمان ہے کہ مانعین بھی وہی لوگ اکثر ہیں جو نیچر کے خلاف امور پر معترض ہیں۔ میں ہاتھ کے مرتعش ہونے سے اب اپنے ہاتھ سے کم لکھتا ہوں دست و قلم کے قابو میں نہ ہونے سے مجھے

میں دیر بھی ہوتی ہے اور خط بھی بدنما ہوتا ہے - جی بھی گھبراتا ہے - یہی وجہ ہے کہ جلیل واہ سلمہا اللہ سے لکھوادیا کرتا ہوں - کلام بھی انھیں لوگوں سے سنتا ہوں اور جو کچھ بتاتا ہوں یہی لوگ لکھ دیتے ہیں - یہ چند سطریں تمھارے لیے اپنے قلم سے لکھی ہیں جنمیں نہ رخ حرفوں کے درست ہیں نہ کرسی صحیح - الفاظ مثلثہ میں ساکن کو متحرک کرنیکا قاعدہ عام نہیں ہے بلکہ جسقدر اساتذہ نے تصرف کرلیا اسی قدر جائز ہے - اور خواجہ نصیر مرحوم کا کلام استناد کے لیے کافی نہیں ہے - قادر سخناں فارس نے کہا ہوتا تو مضائقہ نتھا - سعندا خواجہ نصیر نے قدس بمعنی پاک نہیں کہا ہے بلکہ قدس ایک شہر کا نام تھا وہاں کے دشت کو کہا ہے ع اور وحشی نے ترے دشت قدس کی تیلیاں -

مستوں کی چشم مست کی مژہ کو مگس جام شراب سے تشبیہ دے سکتے ہیں - لیکن ایسی تشبیہات میرے نزدیک کراہت سے خالی نہیں - شعرا نے خال کو مگس سے تشبیہ دی ہے - اور بحر نے باعتبار نیش کے زنبور کیساتھ تشبیہ دے لی ہے - محمد احمد مع اخوان ما وجب رساں ہیں -

تمھاری محبت کا منت پذیر امیر فقیر

۹ - اپریل ۹۳ء - رامپور اسٹیٹ نمبر ۷۷

محب دلنواز سلمکم اللہ تعالی - سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون کے بعد مدعا نگار ہوں - کہ بہت دن ہوے کہ تمنے اپنی خیریت سے مجکو مسرور نہیں کیا - کیا کہوں تعلق خاطر کسقدر تکلیف دہ ہے - دو مہینے کے قریب قریبا

ہوتا ہے کہ تمھارا سعادت نامہ آیا تھا اور اس کے ساتھ اس دو غزلے کی نقل تھی جو یہاں گم ہوگیا تھا۔ میں نے بڑی کوشش سے ان غزلوں کو دیکھا اور فوراً تمھارے پاس روانہ کیا۔ سخت تعجب ہی کہ تمھارے یہاں سے انکی رسید تک نہ آئی آجتک انتظار کیا گیا۔ اب انتظار کی بھی گنجایش نہیں رہی تو یہ خط لکھنے کی نوبت آئی۔ چونکہ اس خط میں تمنے اپنی علالت کا ذکر لکھا تھا اس خیال سے اور بھی تردد سوہان روح ہی۔ امید کہ دو حرف خیریت کے لکھکر بہت جلد مطمئن کرو۔ جب تک تمھارا خط آ نہیں لیتا تسکین نہیں ہوتی ہی۔ میرے افکار و آلام کی اس زمانے میں کوئی حد نہیں ہی ایک تو میں اپنے عوارض جسمانی ہی سے مورد مصائب و آفات رہا کرتا ہوں دوسرے بندہ زادہ کلاں منشی محمد احمد کی خاتون نے ۲۴۔ شعبان کو رحلت کرکے مجھے اور بھی چور کر ڈالا۔ اس قیامت نما سانحے سے جو روحانی صدمہ پہونچا ہی وہ بیان نہیں ہو سکتا۔ مگر مشیت ایزدی پر سوا صبر اور شکر کرنے کے چارہ ہی کیا ہی۔ آخر میں پھر تم کو لکھتا ہوں کہ میرا یہ خط پاکر خیریت نامہ لکھنے میں دیر نکرنا اور مجھ آزار رسیدہ کو تکلیف بر تکلیف نہ دینا فقط

امیر احمد مینائی عفی عنہ

نمبر ۸

۱۹۔ مئی ۱۸۹۳ء ریاست رام پور

محبی زاد اخلاقکم۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ محبت نامہ آیا دل کا سرور بڑھایا۔ اس سے پہلے بھی خط آپ کا آیا تھا ہجوم مکاید سے

جواب لکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ میرے آلام واسقام کی کیفیت بدستور رہے
باوجود رنجوری و معذوری کے میں نے آپ کی غزل دیکھی۔ بارک اللہ
اچھے اچھے شعر کہے ہیں۔ امیر اللغات کا دوسرا حصہ چھپ گیا کچھ جلدیں
اسکی مطبع سے بھی آگئیں۔ یہ حصہ بھی مثل حصہ اول کے ۲۰ جزو میں نکلا
اب حرف (ب) میں حصہ ثالث کی ترتیب ہو رہی ہے۔ صنمخانۂ عشق ابھی
تک طبع نہیں ہوا۔ نور چشم ممتاز علی چھپوانے کی فکر میں ہیں۔ جسوقت
چھپے گا آپ کو ضرور پہونچیگا۔ میں اس سے بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ
نے آپ کو صحت تامہ عطا فرمائی۔ اب جو کچھ شکایت باقی ہو خدا کرے وہ
بھی جلد رفع ہو جائے۔ امید کہ اپنی خیریت سے اور اس غزل کی رسید
سے بہت جلد مطمئن کیجئے۔ نور چشم محمد احمد مع اخوان ما وجب سلام ہیں۔
عزیزی ممتاز علی تسلیم کہتے ہیں۔ اردو میں راہ باٹ تو کوئی بولتا بھی ہے
فقط باٹ بمعنی انتظار تو ذرا بھی مستعمل نہیں ہے۔ مکرر یہ کہ حرف (ب) میں
آپ سے جو کچھ بن پڑے بے تامل مدد دیجئے۔ یہ حصہ بھی آپ کی سعی
و اعانت سے خالی نہ رہے فقط امیر فقیر

نمبر ۷۹ ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء رامپور

سعید کونین مولوی زاہد حسین کو دعائیں۔ نور چشم خورشید احمد ٹٹیا لے
سے آتے تھے ایک صندوق برک میں تھا۔ اتنا موقع نہ ملا کہ سہارنپور میں
اسکی بلٹی بدلوا تے اس لیے وہ صندوق وہیں کے اسٹیشن پر رہ گیا۔ اسکی

بلٹی اس خط میں ملفوف ہے آپ تکلیف کر کے اس بلٹی کے ذریعہ سے صندوق کو منگوا کر مرادآباد بیرنگ بھیجدیجئے اور صندوق پر یہ پتہ لکھدیا جائے منشی امیر احمد مینائی۔ ریاست رامپور۔ دفتر امیر اللغات۔ منشی عبدالکریم خاں مہتمم جائداد سرکار رامپور متصل تحصیل شہر مرادآباد منصرم صاحب مرادآباد کے اسٹیشن سے وہ صندوق وصول کر کے مجھے رامپور بھیجدیں گے۔ باقی لعنایت الٰہی خیریت ہے۔ غزل کی رسید سے اب تک آپ نے مطلع و مطمئن نہیں کیا فقط

امیر فقیر

۲۴ - جون ۱۸۹۳ء نمبر ۸

پیارے زاہد۔ پہلے تمھارا بھیجا ہوا انایا ب تحفہ اور ہدیہ پہونچا اسکے بعد کارڈ آیا۔ تمھاری محبت وسعادت کا دل سے ممنون ہوں۔ خدا تم کو دونوں جہاں میں سرسبز اور سرخرو رکھے مجھے اس کا افسوس ہوا کہ تمنے کس تپاک اور محبت سے مجھے تحفہ بھیجا اور وہ خراب خستہ مجھ تک پہونچا۔ خدا جانے کیا پیچ پڑ جاتا ہے کہ اس قسم کے تمام پھل اور میوے خراب ہو کر یہاں پہونچتے ہیں۔ ملیح آباد سے ہر سال مجھے بشیر احمد خاں چن چن کر آم بھیجتے ہیں مگر یہاں اسقدر خراب ہو کر پہونچتے ہیں کہ کھانے سے ملیح آباد کے آم نہیں معلوم ہوتے۔ ہر آم کسی جگہ سے کچا ہوتا ہے اور کسی جگہ بالکل دائی اور سڑا ہوتا ہے یہی حال اس تحفے کا بھی ہوا مطلب یہ ہے کہ دام خراب کرنے سے کیا فائدہ آئندہ تکلیف نکرنا تمھارے منہ سے بھی جاے اسکا کیا نتیجہ۔ گوہر انتخاب میں

بہت سے اشعار وہی ہیں جو تجھے وقتاً فوقتاً تلف شدہ دیوان کے یاد آتے گئے۔ یہ دیوان غدر میں تلف ہو گیا۔ انتخاب یادگار ایک شخص کے پاس ہی مگر تین روپیہ سے کم نہیں دیتا۔ سرکاری کتب خانہ سے ملنا اب دشوار ہی۔ سرمۂ بصیرت چھپی نہیں، قلمی ہی۔ غزل میں نہایت خوشی سے دیکھ لونگا۔ اس لیے کہ تمھاری غزل ہی، مگر مصرع لگانے سے مجھے معاف کرو۔ اب میں بالکل شعر نہیں کہتا۔ میرا آخر زمانہ ہی۔ شعر سے نفرت ہو گئی ہی فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۸۱

۳۰۔ جون ۱۸۹۳ء ریاست رام پور مراد آباد

پیارے زاہد۔ سہارنپوری میووں کی پٹاری پہونچی۔ جسقدر تمھاری محبت اور سعادت سے مسرت ہوتی ہی اتنا ہی افسوس اسبات کا ہوتا ہے کہ میوہ گل سڑکے مجھ تک پہونچتا ہی۔ میں نے اسی خیال سے تم کو ممانعت لکھی تھی مگر تمھارے جوش محبت و سعادت نے کسی طرح نمانا اور پھر دام برباد گئے۔ پٹاری جسوقت پہونچی ہی تو اس سے زرد آلو اور آلوچے وغیرہ کا عرق ٹپک رہا تھا کھول کے جو دیکھا تو تمام پھل سڑ گئے تھے۔ گلاب جامن میں کیڑے پڑ گئے تھے افسوس اب برائے خدا میووں کے بھیجنے کا کبھی ارادہ بھی نکرنا۔ یہ میوے لطیف و الطف ہیں ان کو زیادہ قیام اور پائداری نہیں ذراسی تاخیر میں بگڑ جاتے ہیں۔ اب افسوس کی کہانی کے بعد میں تمھارے خط کا جواب لکھتا ہوں کہ انتخاب یادگار انشاء اللہ تعالیٰ خرید کر جلد بھیجدیا جائے گا۔

آج منی آرڈر بھی تمہارا مرسلہ پہونچ گیا ہے۔ غزل پر مصرع لگانے کا اگر تم کو ایسا ہی اصرار ہے اور تمہاری یہی خوشی ہے تو غزل بھیجدو میں اسے دیکھوں اور جب زمانہ موقع دے اور فرصت ہو تو مصرع لگاؤں۔ امیر اللغات کا تیسرا حصہ مرتب اور مکمل کیا جاتا ہے۔ کوشش کیجائے گی کہ ب کے لغات اسی میں آجائیں لیکن اسوقت تک تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کل لغات ب کے اسمیں نہونگے۔ لغت کی خوبصورتی بڑھانے اور کسیقدر اختصار کی راہ میں نے یہ نکالی ہے کہ اب صرف وہی مفردات اور مرکبات وغیرہ لکھے جائیں جو زبانوں پر رات دن کی بول چال میں ہوں جنمیں نظم ونثر کی تخصیص ہے وہ چھوڑ دئے جائیں تم نے تو قفس جام شراب۔ اور قفس جام شراب میں دریا بہا دیے اب ذرا طبع رواں کو روکو۔ فرصت کے وقت دو دو چار چار شعر کرکے دیکھ لونگا خاطر جمع رکھو۔ مکرر یہ کہ اب قفس جام شراب سے اپنے مرغ فکر کو رہائی دو۔ ہر زمین میں اشعار کی تعداد غزل سے نہ بڑھ جانا چاہیئے۔ ہر زمین کا ایک پیمانہ ہوا کرتا ہے جہاں اس سے بڑھ جاتی ہے بدنمائی آجاتی ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ سنگلاخ زمینوں میں لاکھ کوشش کیجاے۔ مگر مزیدار شعر ایسے نہیں ہوتے کہ سننے والے چٹخارے بھرنے لگیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تمہارا سا مزیدار شاعر اپنا وقت ایسی شور دلا حاصل زمینوں میں نہ صرف کرے۔ لوچدار زمین اختیار کرو تو دیکھو کیا مزا آتا ہے۔ تمہاری غزلیں بہت اچھی ہو گئی ہیں اور کلام میں ماشاء اللہ صفائی آگئی ہے۔ اب اس زمین کو بھی چھوڑ دو اور ہمیشہ کے لیے ایسی زمینوں کو

ترک کرو۔ نور چشم محمد احمد اور ممتاز علی تسلیم گزار ہیں۔ امیر فقیر

۸۔ اگست ۱۸۹۳ء نمبر ۸۲

مجبی سلام و دعا۔ آپ کا کارڈ مشعر اور اک خیریت آیا ممنون و مسرور یاد آوری کیا۔ آج کل میری کاہشیں ہمیشہ سے بڑھی ہوئی ہیں۔ اپنے امراض میں تو کوئی جدید شکایت نہیں ہو۔ مگر بیمار داریوں کی کشتی ہے چور ہو رہا ہوں اسی سبب سے آپ کو دو سطروں کا خط بھی نہ لکھ سکا بلکس جام شراب والی غزلیں بڑی احتیاط کے ساتھ رکھی ہوئی ہیں ذرا اطمینان ہولے تو انھیں دیکھ کر بھیجوں۔ آپ مطمئن رہیں اور کچھ روز اور معاف فرمائیں۔ آپ کی خیریت زیادہ دن تک نہ معلوم ہونے سے مجھے بھی تعلق رہتا ہو امید کہ جلد جلد رفع نگرانی کرتے رہئے۔ عزیزی ممتاز علی اپنے ایک عزیز کے بیمار ہو جانے سے وطن گئے ہیں۔ نور چشم منشی محمد احمد مع اخوان ما وجب رساں ہیں فقط

امیر فقیر

۲۵۔ اگست ۱۸۹۳ء نمبر ۸۳

مجبی سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ مدت کے بعد آج اسکی نوبت آئی کہ میں نے آپ کی یہ غزلیں دیکھیں اور آپ کی طباعی اور زور آوری فکر پر آفریں کہی۔ خداوند تعالی عمر و اقبال میں برکت دے۔ غزلیں بھیجتی ہیں رسید سے مطمئن کیجئے اور اپنی خیریت سے جلد جلد آگاہ کرتے رہئے کہ

مجھکو آپ سے بڑی قوت رہتی ہے اور میں بسبب ہجوم مکارہ کے اپنی کم خدمتی سے منفعل رہتا ہوں۔ آپ سے عفو کی امید ہے۔ غزل میں شعر اسقدر گنجان اور جگہ تنگ کر کے آپ لکھتے ہیں کہ اصلاح دینے اور وجوہ لکھنے میں ذرا دقت ہوتی ہو۔ آئندہ سے واضح ہونا چاہیئے۔ چند شعروں پر بے اختیار قلم سے صاد نکل گیا ہو آپ یہ خیال نکریں کہ یہی چند شعر انتخاب ہیں ان غزلوں میں بہت سے شعر منتخب ہیں۔ سب عزیز و احباب باوجب رساں ہیں فقط

امیر فقیر عفی عنہ

۱۳ ستمبر ۱۸۹۳ء ریاست رامپور نمبر ۴۸

مجبی۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ مدت ہوئی کہ آپ کی غزلیں دیکھ کر میں نے بھیجدیں۔ آج تک ان کی رسید آپ نے نہیں لکھی۔ اگرچہ اس کا لفافہ بنظر احتیاط بیرنگ کر دیا تھا۔ مگر پھر بھی رسید نہ آنے سے تردد ہے خدا کرے وہ غزلیں آپ کو پہونچ گئی ہوں اور آپ خیر و عافیت سے ہوں امید کہ اپنی خیریت کے ساتھ غزلوں کی رسید سے مجھکو مطمئن کیجئے کہ جی لگا ہوا ہے۔ ان دنوں مجھے حبس بول کا سخت دورہ پڑا تھا حتےکہ قاناطیر کی نوبت آئی اس روز سے تکلیف اور بے چینی معمول سے بڑھی ہوئی ہو اللہ تعالیٰ رحم فرمائے مکرر یہ کہ اپنی خیریت سے بوالیسی ڈاک مطمئن کیجئے مجھے آپ کی قابلیت و سعادت مندی سے آپ کے ساتھ ایک ایسا علاقہ معنوی ہو کہ ہمیشہ داعی خیر اور آرزو مند ادراک حالات خیریت آیات

رہتا ہوں۔ آپ کو بھی میری تکلیف کا خیال رکھنا چاہیے۔ بلا ضرورت بھی خط لکھ بھیجا کیجیے۔ لغت کا تیسرا حصہ زیر تالیف ہے۔ اپنے حسن قابلیت سے اس میں امداد کی جلد کوشش کیجیے۔ اس لئے کہ حصہ جب ترتیب پا چکتا ہے تو پھر جا بجا اس میں ترتیب دینا مشکل ہوتا ہے۔ فرزندان و احباب فقیر آداب رساں ہیں۔
امیر فقیر عفی عنہ

نمبر ۸۵
۴۔ نومبر ۱۸۹۳ء رام پور
پیارے زاہر۔ اللہ تعالی عمر و اقبال میں برکت دے اور خوش رکھے آپ نے کئی خط لکھے ہیں ایک کا بھی جواب نہ دے سکا اب میری معذوریوں کی حد نہیں رہی حبس بول کے دورے جلد جلد پڑتے ہیں۔ آٹھ نو روز ہوئے سخت دورہ پڑا تھا۔ دوبارہ سلائی ڈالی گئی۔ کئی روز تک خون آیا کیا۔ اب دو تین دن سے افاقہ معلوم ہوتا ہے۔ نور چشم محمد احمد اور برادر زادہ کلاں لیاقت حسین مہینوں سے صاحب فراش ہیں۔ اللہ تعالی سب کو صحت دے۔ آپ اپنی خیریت سے کبھی کبھی مسرور کرتے رہا کیجئے۔ فرزندان حقیر اور عزیزی ممتاز علی تسلیم رساں ہیں۔ فقط
امیر فقیر

نمبر ۸۶
رام پور ۹۔ دسمبر ۱۸۹۳ء
محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ کارڈ پہونچا مگر امیر اللغات کے لئے جو اجزا آپ نے روانہ کرنے کو لکھا ہے وہ اب تک نہیں پہونچے۔ خدا کرے آپ نے

کسی وجہ سے اب تک روانہ نہ کیے ہوں اور راہ میں گم نہوے ہوں۔
امیر اللغات کا تیسرا حصہ ترتیب و تالیف ہو رہا ہی۔ اب تک یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حرف "ب" پر ختم ہو جائے گا یا "پ" کا بھی کوئی جزو شریک کرنا پڑیگا "تو" کی تذکیر و تانیث ہی کیا مگر جس محل استعمال کی رو سے آپ پوچھتے ہیں اس جگہ تو یہی کہیں گے کہ "اس نے مجھے تو کہا" لیکن اس سے تذکیر و تانیث تو کی نہیں پیدا ہوئی بلکہ اس جگہ لفظ "لفظ" مقدر رہتا ہی جیسے اس نے مجھے عورت کہا دیکھئے عورت کو قطعی مونث ہی وقس علی ہذا۔ زیادہ سوا آپ کی شکر گزاری سعادت کے اور کیا لکھوں۔ ممتاز علی تسلیم رساں ہیں

امیر فقیر

نمبر ۲۸

۲۰۔ فروری ۱۸۹۶ء رامپور

پیارے زاہد۔ خدا تم کو دونوں جہان کی نعمتیں عطا فرمائے اور خوش و خرم رکھے۔ امیر اللغات کے تیسرے حصہ کی ترتیب ہو رہی ہی ابھی نظر ثانی باقی ہی۔ اس نے جو کچھ مسالا تمنے بھیجا میں نہایت مسرت کے ساتھ اس کا شکر گزار ہوں۔ تمنے بکر محنت کر کے لیتے اور میرے افسوس کو قریب قریب مٹا دیا جو اگلے پمفلٹ کے ضائع ہو جانے سے تھا۔ اشعار سند میں نہ دیے جائیں اس کو تو میں خود بھی پسند نہیں کرتا چاہے کوئی کتنی ہی مخالفت کرے۔ اور مجھے یاد بھی نہیں آتا کہ کسی نے مخالفت کی ہے ہاں اول حصے میں جب کثرت سے شعر دیے گئے تھے تو وہ ضرور تھے

زیادہ نظر آتے تھے اسی لیے کمی ضرور ملحوظ ہی۔ اور یہ بات بھی ہی کہ فقرہ جسقدر محل استعمال کو ٹھیک ٹھیک بتاتا ہے شعر سے اتنا واضح نہیں ہوتا اس لیے شعر کم کرکے فقرہ خوبصورت بن پڑتا ہی تو وہی درج کیا جاتا ہی شان نزول کی نسبت اسوقت میں کوئی قطعی رائے نہیں قائم کر سکتا اس کو پھر سوچکر تمھیں مطلع کردونگا۔ حضور پر نور کی شادی رچی ہوئی ہی میں اگرچہ اپنے امراض کے سبب سے شرکت سے محروم ہوں تاہم بعض احباب سے فرصت کم ہی۔ اور طبیعت فرمایشی نظم و نثر کی طرف متوجہ ہو نیسے ہمہ تن لغت کی طرف مصروف نہیں ہوتی ہی۔ انشاء اللہ تعالی تمھارے رسلہ استقرار کو بنظر غور دیکھ کر جو کچھ موجودہ مسودے پر بڑھ سکے گا۔ بڑھاؤنگا باقی دعا کے سوا کیا لکھوں۔ امید کہ براہ محبت و سعادت اپنی خیریت سے ہمیشہ مطلع و مسرور کرتے رہوگے فقط

امیر فقیر

۱۴۔ مارچ ۱۸۹۳ء رامپور — نمبر ۴

پیارے زاہد۔ حضور پر نور کی شادی بخیر و خوبی ہوگئی۔ ۲۶۔ فروری عقد کی مبارک تاریخ تھی۔ اگرچہ مجھے اذکار و امراض سے نجات نہیں بلکہ روز ترقی ہی ہوتی جاتی ہی۔ خصوصاً اس ماہ مبارک میں۔ تاہم لقدر امکان تمھارا کلام دیکھنے سے کسی حال میں بھی عذر نہیں۔ کوئی غزل اگر کہی ہو تو بھیجدو۔ میں نے نزول اجلال کی تاریخیں اور قصیدہ کہا تھا اور شادی میں محلات کی فرمایش سے پانچ پانچ سات سات شعر کے سہرے بہت سے

سیدھے سیدھے گانے کے قابل کیے۔ صرف ایک سہرا بندگان حضور پر نور کے سامنے پیش کرنے کو موزوں کیا تھا۔ اس کی نقل اور قصیدے اور قطعات تاریخ کی نقل بھیجی جاتی ہے۔ باقی سوائے دعا کے کیا لکھوں۔

قصیدہ متضمن مصرع تاریخ تہنیت نزول اجلال سرکار دولتمدار دام ملکہم و اقبالہم

اُس کی آمد ہی بہار روح پرور کیطرح — نرگسیں ہیں آنکھیں جو نرگس کی شجر کیطرح
اُس کی آمد ہی کہ ہر موج نسیم رامپور — مشک بیزی کرتی ہی زلف معنبر کیطرح
اُس کی آمد ہی کہ اڑکر ذرہ ہی خاک ہند — تل بنے رخسارۂ گردوں کے اختر کیطرح
اُسکی آمد ہی کہ سارے شہر کے دلکے کنول — کھل گئے جوش مسرت سے گل تر کیطرح
اُسکی آمد کا یہ مشتاق ہیں چرچا ہی کہ آج — بات بھی کانوں میں پڑتی ہی تو گوہر کیطرح
اُسکی آمد ہی کہ جو اٹھا تھا دورے کیلیے — نور برساتا ہوا خورشید خاور کیطرح
اُسکی آمد ہی کہ جسکی ذات فیض آیات ہی — پیکر حسن سعادت سعد اکبر کیطرح
اُسکی آمد ہی کہ جسکا سایۂ بخت بلند — خلق پر چھایا ہوا ہی چرخ اخضر کیطرح
اُسکی آمد ہی کہ جس کے پرتو رخسار سے — ذرے ذرے میں چمک ہی مہر انور کیطرح
اُسکی آمد ہی کہ جس کے ابر فیض عام سے — جوش زن طبع سخنور ہی سمندر کیطرح
کون وہ حامد علی خان بہادر نامور — وا تھی چشم منتظر جس کیلیے در کیطرح
جسکے جھنڈے کے پھریرے اڑتے ہیں ہر جا نئیں — جسکے سکے بیٹھے ہیں خاقان و قیصر کیطرح

جسکے تاب حسن سے ہر ہفت ہفت اقلیم ہے
جسکی خاک پا حسیں ملتی ہیں پوڈر کیطرح

جسکی عالی ہمتی کی سارے عالم میں ہے دھوم
نامور جو ساری دنیا میں ہے سنجر کیطرح

جسکے جوہر تیغ کی صورت ہیں تیور سے عیاں
جسکے تیور رعب آور ہیں غضنفر کیطرح

جسکا دامن سارے مسکینوں یتیموں کیلیے
کیا ہی راحت بخش ہے آغوش مادر کیطرح

آفریں اس حوصلہ پر مرحبا اس عزم پر
کیسی کیسی منزلیں کی قطع خنجر کیطرح

داہنے بائیں شوکت و اجلال ہمراہ رکاب
آگے آگے دولت و اقبال رہبر کیطرح

جس چمن میں آپنے گلگشت کو رکھا قدم
نہریں چھلکیں موتی سے پانی کی کوثر کیطرح

اللہ اللہ میہماں جس بزم دعوت میں ہوئے
دودھ کی آنکھیں رہیں پریوں کی ساغر کیطرح

کیسے کیسے اونچے اونچے بادشاہوں سے ملے
شان و شوکت میں بڑھی اپنے مقدر کیطرح

لوحش اللہ پھر رعایا کو ہوا یہ دن نصیب
اسکے سر آپ آئے ظل داور کیطرح

لعل و گوہر ہی نہیں آئے تصدق کیلیے
صدقے ہوتے ہیں ستارے بھی نچھاور کیطرح

اسقدر دولت لٹی یہ عام استغنا ہوئی
ہر گدا مسند لگا کے ہے تونگر کیطرح

اہل اولوالعزمی کی میں نے یہ لکھی تاریخ امیر
بارک اللہ سیر عالم کی سکندر کیطرح

۱۱ ۱۳ھ

ایضاً

ابر کرم و بحر سخا آیا ہے
ہر ایک کے درد کی دوا آیا ہے

ڈنکے سے یہ آرہی ہے آواز امیر
یہ ہے یہ رحمت خدا آیا ہے

۱۱ ۱۳ھ

ایضاً

حضور آئے ریاست میں ہر طرف ہے یہ شور | شکستہ حال رعایا کے دلنواز آئے
عبث ہو سر بگریباں اٹھو قدم ہے مو | امیر لو وہ غریبوں کے چارہ ساز آئے

ایضاً

للہ الحمد خیر سے آیا | وارث تخت ملک کا سرتاج
جسکے آنیسے اب ریاست میں | نقد عیش و سرور کا ہے رواج
ہو گیا آج ہر فقیر غنی | اب کسی کا نہیں کوئی محتاج
اور امیر فقیر کا ہے یہ رنگ | نہیں ملتا خود اسکو اپنا مزاج
ہر گرزبان پر اس کی | ماہ برج شرف میں آیا آج
۱۸۹۴ء

ایضاً

مبارک ہو یارب رعایا کو یہ دن | سوئے سلطنت شاہ جمجاہ آیا
ترقی وفادار اقبال کی ہو | گیا تھا جو ہمراہ ہمراہ آیا
تمنا تھی جس دن کے آنیکی سب کو | وہ روز خوش الحمد للہ آیا
مبارک سلامت کا غل ہر طرف ہے | کہ ہر اک کا مقصود دلخواہ آیا
فلک کر رہا ہے زمیں سے اشارے | کہ برج شرف میں ترا ماہ آیا
برات اتری ہے جیسے گھر گھر ہے شادی | عجب دور اللہ اللہ آیا
یہ ہے عید کا دن کہ ہر شخص گھر سے | بئے نذر نواب ذی جاہ آیا
امیر ایک تاریخ کا قطعہ لے کر | نسیم کرم کا ہوا خواہ آیا

یہ تاریخ بھی لا کلام اک دلھن ہی — عروس ریاست کا نوشاہ آیا

۱۳۱۱ھ

سہرا

نہ ہو کس طرح محو دیدار سہرا — کہ نوشہ ہے یوسف خریدار سہرا
لپٹتا ہے الفت سے ہر بار سہرا — بنی کے گلے کا بنا ہار سہرا
چنبیلی کے بیلے کے ہیں پھول کیا کیا — دکھاتا ہے کیا سیر گلزار سہرا
جوانی کی راتیں مرادوں کے دن ہیں — دلھن کا نہ ہو کیوں طلبگار سہرا
یہ جگمگ موتیوں کی جو شب کو دکھائے — کرے سرد انجم کا بازار سہرا
چمکتی ہیں کیا بجلیاں نور رخ سے — ہوا سے جو ہلتا ہے ہر بار سہرا
یہ ہمرنگ کی دون اللہ رکھے — طرحدار نوشہ طرحدار سہرا
جوانی کے نشے سے ہیں چور نوشہ — چلے کیوں نہ مستوں کی رفتار سہرا
سکھاتی ہے دولھا کو آنکھوں کی شوخی — اٹھا دیجئے اب تو ہے بار سہرا
حیا کہتی ہے آنکھ اس سے بچا کر — کہ تا عقد اٹھے نہ زنہار سہرا
یہ کیوں ٹوٹے پڑتے ہیں تارے یہاں تو — نزاکت سے پھولوں کا ہے بار سہرا
بہت اچھے پھولوں کا مالن بنا تا — پہنائے گا تجھکو چندن ہار سہرا
پریزاد ہے کیا دلھن کا یہ بھیجا — جو لے اڑنے پریوں سے تیار سہرا
کمک پر ہو شوخی کے شوق نظارہ — حیا کا بنا ہے طرفدار سہرا
بڑی ہی گنی ہے طرحدار مالن — سنگار و چمن سب کا ہے سردار سہرا
جمائے ہے رنگ اپنا باغ کے چمن میں — لگائے ہے پھولوں کا بازار سہرا

بنا حسن نوشہ کی دولت کا مالک ہوا چار پھولوں سے زردار سہرا
چھپائے ہو منہ کو جھکائے ہو سر کو حیادار نوشہ حیادار سہرا
دعائیں یہ دیتی ہیں سب لیکر بلائیں مری جان! تجھکو سزاوار سہرا
دبائے ہو دو دو خزانے بغل میں چھپائے ہو نوشہ کے رخسار سہرا
ٹپکتے ہیں منہ سے پسینے کے قطرے لٹاتا ہے موتی گہربار سہرا
مبارک امیر اسکو نوشاہ بنتا دلھن ہو ہمایون سزاوار سہرا

۱۲۔ جون ۱۸۹۸ء منیشہ

پیارے زاہد۔ شعرائے مشرب میں زاہد کی صفت خشک مستعمل ہے مگر تمھاری نظم و نثر کی تر و تازگی دیکھکر روح تازہ ہو جاتی ہے اور زاہد کی صفت خشک درست نہیں معلوم ہوتی۔ خدا تمھاری شیریں بیانی اور عذوبت لسانی میں روزافزوں ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

پیارے زاہد۔ آگ لگی والی غزل پر مصرع لگانے کے واسطے تم نے مجھ دل جلے کو تجویز کیا۔ یہ بھی تمھاری طبیعت کی گرما گرمی کا ایک نتیجہ ہے غزل کے گرم ہونے میں کوئی شبہہ نہیں مگر بنظر اپنے تجربات کے میں جب ایسے بدمین شعر دیکھتا ہوں تو میرا دل دھڑکتا ہے۔ وطن میں آگ لگی۔ اور بدن میں آگ لگی۔ اور انجمن میں آگ لگی۔ وقس علی ہذا۔ ایسے شعروں پر میں ہرگز مصرع لگانے کی جرائت نہیں کرتا کوئی اور مختصر سی اچھی غزل میرے واسطے تجویز کرکے بھیجو تو تضمین کا ارادہ کروں۔ میں اب شاعر نہیں رہا۔ شاعری کے واسطے طبیعت میں امنگ شرط ہے وہ جوانی کیساتھ سدھاری

بڑھاپے میں جوش کہاں۔ کبھی کسی دوست کی فرمایش سے مجبور ہو کر کچھ
کہہ لیتا ہوں تو بڑے ہی جبر سے ۔ پھر اس میں مزا کہاں سے آئے۔ اور
جب اپنا کلام آپ ہی پسند نہ آئے تو اوروں کو کیونکر رجھائے ۔ غزل
پسند آنے کے بعد مصرع لگانے کا قصد تو میں ضرور کرونگا مگر خدا کرے
پہلے مجکو پھر تم کو بھی پسند آئیں۔ آمین۔

امیر اللغات کی تیسری جلد بعض موانع قویہ سے اب تک نہیں چھپی
خداوند نعمت سراپا اقبال مسند آرائے حال کو متوجہ کرنے کی تدبیر کر رہا
ہوں۔ التفات ہوجائے تو کام چلے ۔ سرمایۂ مالی مفقود ہی بعض عوارض
لازمہ سے سفر نہیں کر سکتا۔ ورنہ قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں کہ امداد
کافی کا سامان ہوجاتا۔ ابتو جو کچھ ہو ہیں بیٹھے ہو۔ دو محاورے جو تم نے
لکھے ہیں دونوں بادنیٰ تغیر یہاں لکھے ہوے ہیں۔ تم ضرور کوشش کر کے
جتنے محاورے اور مثلیں کہ ابتک گمان چھوٹ جانے کا ہو جلد لکھ بھیجو۔ باے
تازی کا مسودہ زیر نظر ثانی ہی ابھی وقت ہاتھ سے گیا نہیں۔ میں تمھاری
سعادت مندی اور محبت و مہربانی کا نہایت ممنون ہوں خداوند تعالے
تمھاری عز و اقبال میں برکت دے۔ میرے دل کو تمھاری ذات سے بہت
قوت ہی۔ غزل کسی وقت دیکھ کر بھیجونگا۔ سرسری نظر سے دیکھ گیا۔ اصلاح
کی حاجت تو معلوم نہیں ہوتی شاید ایک آدھ جگہ کچھ بنے ۔ دو رسالے
نو تالیف جو ذریعہ نجات و باقیات الصالحات ہونے کی امید پر میں نے
چھپوائے ہیں ایک ایک نسخہ ان کا آپ کو بھی بھیجتا ہوں امید ہی کہ عنقریب

ان کی رسید آئے۔ اطفال فقیر مادجب گزار ہیں۔ اور اہل دفتر سلام شوق
کہتے ہیں فقط   تمھارا فدائی امیر احمد مینائی

نمبر ۹۰   ۳۰۔ ستمبر ۱۸۹۴ء رام پور مراد آباد

پیارے زاہد۔ دعا و سلام بعد انتظار ہیں تمھاری تحریر تشویش خمیر
آئی۔ اللہ تعالیٰ تمھاری خاتون پر رحم فرمائے۔ میری بڑی لڑکی کو حرارت
مزمنہ سے نجات نہوتی تھی اطبا عاجز ہوگئے تھے مگر ایک بغدادی سید نے
گولیاں بنوادی تھیں ان کے استعمال سے صحت ہوگئی۔ یہ قصہ بارہ برس
ادھر کا ہے۔ اب تک وہ لڑکی اچھی ہے مطلق حرارت کا اثر نہیں۔ بہت سے
اور مدقوقوں کو بھی یہ گولیاں نافع ہوئیں۔ مگر افسوس کہ کسی نے وہ تولہ
جس میں یہ گولیاں تھیں چرالی۔ اب ایک گولی بھی نہیں ہے سات آٹھ برس
بعد وہ سید صاحب پھر ملے اور بہت خوشامد اور خدمت گزاری کے بعد
نسخہ بتانے پر راضی ہوئے وہ نسخہ میں بھیجتا ہوں اگر بن پڑے تو بنوا دو اور
آدھی گولیاں مجھے بھیجدو۔ خدا سے امید ہے کہ تمھاری خاتون کو صحت
ہوجائے گی۔ دعائے صحت میں ضرور کروں گا اگرچہ انتہا کا گنہگار ہوں
مگر گناہوں سے شرمسار ہوں اور ارحم الراحمین سے مغفرت و اجابت دعا
کا امیدوار ہوں۔ محمد احمد سلام نیاز کے بعد عرض کرتے ہیں کہ خدا آپ
کو اطمینان دے تو میرا ان پوری عمدہ کملوں کی فکر کیجئیگا۔ رام پور میں
آب و ہوا بہت ہی فاسد اور بازار حیات کا مندا ہے۔ خدا رحم فرمائے

میرے گھر میں بھی بہت سے عزیز اور ملازم بیمار ہیں۔ بیجو اسی میں غزل دیکھی۔ اس سنگلاخ زمین میں ایسے شعر کہنا آپ ہی کا کام ہے۔ آگ لگی والی غزل آئی ضرور تھی مگر اڑ ھائی بلکہ تین مہینے سے بوجہ کثرت امراض وبائی ہوش نہیں خدا جانے وہ غزل کہاں ہے۔ منہ کی بوند منہ کے پانی کی بوند یہ سب درست ہیں مگر ابر کی بوند مستعمل نہیں۔

نسخہ حبوب کہ جمیع اقسام تپ حتی کہ دق را ہم بغایت نافع است

جوا کھارہ عمدہ ۵ تولہ سم الفار سفید ۱ تولہ گرفتہ باریک نمودہ آب مصفی بھٹکٹائی سبز مع بیخ و برگ و ثمر کہ دراں مدد نباشد قدرے قدرے انداختہ در کھرل خوب حل نمایند۔ بروز دوم باز آب بھٹکٹا۔ بوزن پاؤ آثار افزودہ حل نمایند و بروز چہارم کہ قدرے نمی از آب بھٹکٹا باقی ماند آب لیموں کاغذی مصفی انداختہ خوب حل نمایند ہر گاہ قابل حب بستن گردد حبوب بقدر مونگ بستہ نگاہ دارند و یک حب نہار بخورند برائے تپ مزمنہ تا وقت باقی ماندن اثر تپ التزام ملحوظ باشد و برائے حمیات دیگر بقدر حاجت کفایت خواہند کرد۔ انشاء اللہ تعالیٰ بسیار مجرب است۔ اگر وقت ضرورت بھٹکٹا ثمر نداشتہ باشد برگ و بیخ ہم کافی است۔ امیر فقیر

۱۲۔ جنوری ۱۸۹۵ء از رام پور نمبر ۹۱

پیارے زاہد۔ امیر فقیر کی دعائیں لو۔ اور اپنی خیریت دو۔ بہت دنوں سے تم نے کچھ لکھا نہیں اور مجھے بھی اپنی کاہشوں کی بدولت خیر رسی کی

توفیق نہیں ہوئی۔ خدا کرے تم بخیریت ہو اور ہر طرح خیریت ہو۔ لغت کا تیسرا حصہ تمام ہوا اور نظر ثانی بھی ہو گئی اب کچھ یوں ہی سا کام اس میں باقی رہا ہی میں نے آپ کے اجزا اب نکالے اور دیکھے۔ تمھاری دلسوزی اور محنت پر آفریں کی اور شکر گزار ہوا۔ اس میں اکثر لغت نئے ملے اور اکثر شعر بھی کام آئے۔ امثال کی شان نزول اور بعض لغات کی تشریح جو تمنے لکھی ہے وہ قابل قدر ہی۔ امیر اللغات نے اس کو خوشی سے لیا اور تمھارا شکریہ ادا کیا۔ مخزن المحاورات کے لکھنے میں تمنے ناحق محنت کی۔ یہ کتاب وقت تالیف یہاں پیش نظر رہتی ہی۔ دریائے لطافت بھی دفتر میں ہی مگر اس کے دیکھنے کی نوبت کم آتی ہی بلکہ نہیں آتی اسکے محاورے جو تمنے انتخاب کئے وہ مفید ہوئے۔ نظیر کے کلام نے ایک لفظ کا فائدہ نہیں دیا۔ ان کے ماورا جو تمنے بعض بعض الفاظ کے نوٹ لکھے ہیں اور مثلوں کی شان لکھی ہی انکا ماخذ معلوم ہونا چاہیئے کہ کہاں سے اور کس کتاب سے لئے گئے ہیں۔ امیر اللغات میں تو وہی لکھنا ہوتا ہے جو کسی صورت سے نامعتبر نہیں ہوتا غالب ہے کہ تم نے اس کا خیال کر لیا ہو گا۔ زیادہ اس وقت تمھارے شکریہ کے سوا کیا لکھوں۔ میرے امراض کی حالت بدستور ہے۔ رام پور کی آب و ہوا اصلاح پر آ کر نا صاف ہو جاتی ہی میرے گھر میں اب بھی کئی مریض ہیں۔ تم اپنی خیریت اور ہر ایک کی صحت سے جلد مسرور کرو اور اس خط کا جواب جلد لکھو۔ اللہ تعالی تمھارے علم و عمر میں برکت دے اور دولت کونین سے مالا مال کرے مصرع ؎ این دعا

از من و از جملہ جہاں آمین باد فقط۔ امیر فقیر

۲۔ مارچ ۱۹۰۵ء نمبر ۹۲

محب اعزہ زاد اقبالکم۔ دعائے صلاح و فلاح دارین کے بعد مدعا یہ ہو کہ میں نے ایک ضروری خط آپ کو لکھا تھا اس میں دریافت کیا تھا کہ آپ نے تاریخی حالات جو لغت کے متعلق لکھکر بھیجے ہیں وہ کس کتاب سے لیے ہیں۔ مگر آپ نے جواب نہ دیا مجھے اس کا انتظار ہے اور بڑی ضرورت ہو۔ چند لغت اور ہیں جن کے متعلق تاریخ سے کچھ حال لکھنا مقصود ہو۔ بہزاد بہلول دانا۔ بجو باورا۔ بطلیموس۔ ان کے نوٹ اگر آپ جلد دے سکتے ہیں تو لکھئے اور بھیجئے۔ اور اگر جلد تلاش کرنا اور لکھنا ممکن نہو یا دشوار ہو تو مجھے ان کتابوں کا پتہ لکھئے جن میں انکا حال لکھا ہو کہ میں خود لکھ لوں لیکن تعجیل بہت مطلوب ہو حصہ بالکل تیار ہو چکا ہو صرف اتنی ہی کسر باقی ہو دونوں باتوں کا جواب دیجئے۔ اور اپنی اور اپنے متعلقین کی خیریت لکھیے۔ نور چشم محمد احمد سے کسی قدر آپ کی خیریت و کیفیت معلوم ہوئی تھی اس سے تسکین نہیں ہوئی۔ آپ نے گولیوں کے خشک کرنے کی ترکیب پوچھی تھی۔ مجھے بالکل یاد نہیں اور نہ یہی یاد ہے کہ ان کی ضرورت پڑی تھی یا نہیں اب فصل ایسی آگئی ہو کہ گولیاں آپ سے آپ خشک ہوں گی انشا اللہ تعالی میں تکلیفوں سے فارغ نہیں ہلوں بیمار بھی ہوں اور بیماردار بھی۔ ورنہ خود تیار کراکر بھیجدیتا۔ دعا ہو کہ اللہ تعم

مجھے اور آپ کو اپنے حبیب اور آل حبیب کے صدقے میں ہر دو تردد و کلفت سے محفوظ و مطمئن رکھے فقط آپ کا دعاگو امیر فقیر

نمبر ۹۳
۱۶ اپریل ۱۸۹۵ء ریاست رامپور
پیارے زاہد سلمکم اللہ تعالیٰ - پہلے دعا مانگتا ہوں کہ تم بخیریت ہو اور تمہاری وطن کو حسب دلخواہ صحت ہو پھر تکلیف دیتا ہوں کہ مجھے ۲۷ شوال مطابق ۲۳ - اپریل روز سہ شنبہ کو چاشنی دار میووں کی ضرورت ہے جیسے لوکاٹ، رنگترے، شربتی لیموں - یہاں یہ فواکہ اس زمانے میں اچھے نہیں ملتے امید ہے کہ وہاں یہ چیزیں عمدہ دستیاب ہوتی ہوں - آپ بہت جلد توجہ کر کے اس حساب سے روانہ کیجئے کہ عین ۲۷ شوال کو یہاں پہونچیں اور حتی الامکان ثمر ایسے ہوں کہ تین چار دن ٹھہر سکیں اس لیے کہ ایک عزیز صفراوی مزاج کے ساتھ ریل پر روانہ کرنا ہے تاکہ اسکو مفید ہوں - مکرر لکھتا ہوں کہ بہت اہتمام کیجئے میووں کے بھیجنے میں کہ وقت پر پہونچیں میں بہت ممنون ہونگا محمد احمد مع اخوان ما وجب رسال ہیں فقط پانچ روپیہ کا نوٹ ابھی ضرورت کیواسطے ملفوف ہے - آپ کا دعاگو امیر احمد امیر عفی عنہ

نمبر ۹۴
۲۰ اپریل ۱۸۹۵ء رامپور
پیارے زاہد - اللہ تم کو خوش رکھے اور طمانیت دارین نصیب کر

لوکاٹ بہت عمدہ تمنے بھیجے اور عین وقت پر پہونچے ۲۶ شوال کو وہاں سے روانہ ہوے اور ۲۷ کو یہاں پہونچ گئے بہت جلد پہونچے تب بھی بہت بڑ گئے یہ غایت لطافت کی دلیل ہی اور میوے شاید فصل نہونے سے دستیاب نہیں ہو سکے بہر کیف اس سے کام نکلگیا۔ میری طرف سے بہت بہت دعا اور شکریہ ہدیہ کا قبول کرو۔ تمنے کوئی سعادت نامہ نہیں لکھا اپنی خاتون کی خیر و عافیت سے مسرور نہیں کیا۔ سخت تشویش ہی۔ لوکاٹ بھیجدینا اور کچھ نہ لکھنا یہ اور بھی تردد کا باعث ہی۔ خدا کرے اطمینان ہو صحت ہو آرام ہو۔ میں دعا سے کسی وقت غافل نہیں ہوں تم مجھے مطمئن کرتے میں دیر نکرو قلم اٹھاؤ خیریت نامہ لکھو اور تردد رفع کرو سب عزیز سلام و دعا کہتے ہیں۔ امیر فقیر

نمبر ۹۵

۳ جون ۱۹۰۵ء

پیارے زاہد۔ تمھارا خط نہ آنے سے پہلے ہی میرا جی ڈھرکتا تھا کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہی اور میں دعا مانگتا تھا کہ الٰہی خیر ہو۔ آج جو تمھارا خط آیا اُس کا ہر فقرہ میرے کلیجے میں تیر بنکر اُترا۔ جوانمرگی کا صدمہ تو ایسا ہوتا ہی کہ دشمن پر بھی ہو تو دل دکھ جاتا ہی ایسی خاتون جوان عمر مانوس الطبع خوش اوقات خوش صفات کی مفارقت دائمی کا داغ کیونکر دل میں ناسور نہ ڈالے حق تعالیٰ ہی توفیق صبر دے تو صبر آئے تعزیت نامہ میں نے علٰحدہ لکھا ہی اس کو ضرور بار بار پڑھیے۔ میں اب تمھارے واسطے توفیق مصابرت مانگتا ہوں اور مرحومہ کے لیے دعاے مغفرت

خدا اس بچے کو جو مرحومہ کی پیاری نشانی ہی پروان چڑھائے اور اقبال کیساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔ اور تم کو اپنی بارگاہ فیض سے احسان کسی چیز کی کمی نہیں نعم البدل عطا فرمائے۔ اس جگہ تم یہ خیال نہ کرنا کہ مرحومہ کا نعم البدل کیسے ہو سکتا ہے۔ جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب اپنے شوہر ابو سلمہ کی رحلت سے بیوہ ہو گئیں تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھتے وقت یاد آیا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو کوئی کسی چیز کے فوت ہو جانے پر یہ آیت ترجیع پڑھے تو اللہ تعالی اس کو نعم البدل عطا فرماتا ہے اس خیال سے پڑھتی تو تھیں مگر یہ خطرہ دل میں گزرتا تھا کہ میرے شوہر کا نعم البدل کیا ہو سکتا ہی جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں تو سمجھیں کہ حق تعالی نے کیسا نعم البدل عطا فرمایا جو خلاصۂ کائنات ہی۔ اس بیان سے میرا مقصود یہ ہی کہ اگرچہ اس وقت تمھارے نفس پر شاق ہوگا۔ مگر اے میری جان سراپا ارمان زاہد! ابھی سے دوسرے عقد کی فکر کر تو نام خدا ابھی جوان ہی تیرا بچہ معصوم نادان ہے اسکی پرورش میں جیسی کوشش چاہیئے ویسی تنہائی میں دشوار ہوگی اور اسی حیلے سے مرحومہ کا غم بہت جلد کم ہو جائے گا۔ میرے دل نے نہ مانا میں نے نیک نیتی سے سچی نصیحت کر دی۔ اگر اس کا جواب مشعر قبول پاؤنگا تو خوش ہوں گا۔ اگر میں قابل سفر ہوتا تو تعزیت کے واسطے خود آتا اور تمھیں بہت کچھ سمجھاتا کیا کروں امراض کی وجہ سے معذور ہوں۔ ایسی حالت میں تم سے امیر الطاف کو مدد دینے سے کمی نہیں کی اس کا

میں بہت ہی شکرگزار ہوں۔ دفتر کے عمدہ کارپرداز وطن کو گئے ہیں آئیں
تو ان نوٹوں پر نظر کر کے درج امیر اللغات کرلیں۔ پیارے زاہد اب تو ریل
رامپور تک آ ہو گئی ہے موقع ملے تو کبھی ادہر بھی آ نکلو۔ اب تو مدت ہو گئی
کہ نہیں دیکھا مجھکو بھی اپنے دیدار سے مسرور کرو تمہارا جی بھی کچھ بہل جائیگا
میرے سب عزیز دوست ماد جب رساں ہیں۔ واپس شدہ نوٹ محجوب
ہو کر میں نے رکھ لیا کہ ایسے وقت میں کیا تم سے بحث کروں بہرطور تمہارا
احسانمند ہوں۔ میں کس قابل ہوں کہ تمہارے احسانات کی تلافی کر سکوں
خیر، بھائی تمہاری ہی آنکھ اونچی رہے۔ تمہاری خوشی، میری عین خوشی
ہے فقط
فقیر امیر احمد امیر

۲۴۔ جون ۱۸۹۹ء دوشنبہ رامپور
نمبر ۹۶

وبشر الصابرین ؕ اور خوشی سنا ان صابرین کو کہ جب
الذین اذا اصابتہم پہونچے انھیں کوئی مصیبت کہیں
مصیبۃ قالوا انا للہ وانا مملوک ہیں ہم اللہ کے اور ہم اُسی
الیہ راجعون ؕ اولئک کیطرف پھرنے والے ہیں۔ وہی
علیہم صلوات من ہیں کہ ان پر شاباش ہو ان کے
ربہم ورحمۃ واولئک رب کی اور رحمت ہے اور وہی راہ
ہم المہتدون ؕ پانے والے۔

پیارے زاہد جو آتیں پیشانی پر لکھی گئی ہیں ان کے معانی میں غور کرو

کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ آپ خوشخبری سنادیں ان صبر کرنے والوں کو جو مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں۔ یعنی ہم اور ہمارا مال ہماری آل عزیز دوست تمام مخلوق اللہ کی مملوک ہے ہمیں کسی قسم کی شکایت کا حق نہیں اور ہم سب اسی کی سمت پھرنے والے ہیں۔ کوئی آج کوئی کل کوئی دس برس بعد یہی وہ لوگ ہیں جن کی سچی سمجھ پر ان کے پروردگار کی طرف سے آفرین وشاباش ہے اور انھیں پر رحمت نازل ہوتی ہے اور دنیا میں اپنی رضا والطاعت کی راہ اور آخرت میں عفو ومغفرت ونعماے بہشت کی دولت انھیں مل جاتی ہے۔

پیارے زاہد۔ عقل کو خواہش پر ترجیح دینا اور دائرہ اتباع شریعت سے قدم باہر نہ نکالنا صبر کی حقیقت ہے۔ آنسوں سے رونیکا کچھ مضائقہ نہیں گریہ چشم رحمت ہے مگر اسکا قصد نہ کرنا کہ طبیعت صبر واستقلال کیطرف متوجہ ہو، صبر ورضا کی مخالفت ہے۔ روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مناجات میں حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ الٰہی کونسا بندہ تیرے نزدیک محبوب ہے فرمایا کہ یا موسیٰ جس بندے سے میں اسکی محبوب چیز لے لوں اور وہ میری محبت کی وجہ سے برا نہ مانے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن خداے تعالیٰ میری امت کے ایک گروہ پر ایسی عنایت فرمائیگا کہ قبروں سے نکلتے ہی اڑکر جنت کو چلے جائیں گے۔ اور اس دار العیش میں جہاں چاہیں سے

سیر کریں گے اور خوشیاں منائیں گے۔ فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ تم حساب دے چکے؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے تو حساب دیکھا بھی نہیں فرشتے کہیں گے کہ تم پل صراط سے گذر چکے؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں پل صراط کی خبر نہیں کہ کہاں ہی۔ الغرض اسی طرح ان سے وزن اعمال وغیرہ امور آخرت کے سوال ہونگے۔ اور وہ سب سے اپنی لاعلمی ظاہر کریں گے تب فرشتے پوچھیں گے کہ تم کس کی امت میں ہو وہ کہیں گے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت میں۔ تب فرشتے ان کو قسم دیں گے کہ سچ بتاؤ کہ تمھارے اعمال دنیا میں کیا تھے۔ وہ کہیں گے دو خصلتیں ہم میں تھیں ایک یہ کہ جب تنہا ہوتے تو خداوند تعالی کی نافرمانی سے حیا کرتے دوسرے یہ کہ جو معاملہ اللہ تعالی ہم سے کرتا ہم اس پر راضی رہتے۔ فرشتے جب یہ سنیں گے تو کہیں گے کہ تب تو یہ حال تمھارا ہونا ہی چاہیے تھا۔

پیارے زاہد۔ صبر کی فضیلت قرآن میں ستر جگہ آئی ہے۔ اللہ تعالی نے صابرین کے ساتھ اپنی معیت کا وعدہ فرمایا ہی اس سے بڑھکر کونسی نعمت دنیا و آخرت کی ہوگی۔ پیشانی ہی کی آیت توفیق صبر و رضا کیواسطے کافی ہی کہ اللہ تعالی آفریں اور شاباش فرماتا ہے اور پھر رحمت و ہدایت کی خوشخبری سناتا ہی۔ جس ایک ایسے عمل پر تین تین جزائیں ہوں وہ عمل تو مستعد ہو کر کرنا چاہیئے، عمل کرنے سے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو آنسو بے اختیار نکل رہے ہیں اُن کو روکو۔ بلکہ دل کو صبر کی فضیلتوں پر متوجہ کر کے خداوند تعالی سے راضی رہنے کی کوشش کرو۔ ان کے سب چاہنے والے

عزیزون کو اسی طرح کی باتون سے صبر کی طرف لاؤ، کہ اپنے صبر کرنے کے علاوہ تمکو ان صبر کرنیوالون کے ثواب سے بھی حصہ ملے، واقعۂ شہادت کربلا کو خود بھی یاد کرو اور اورون کو بھی یاد دلاؤ. دیکھو جناب سید الشہدا اور ان کے اہلبیت پر کیا کیا مصیبتیں آئین اور کیسا صبر کیا. تعزیت کے خط مین اور مطالب لکھنا مناسب نہ تھا اس لئے اس تحریر کو اسی مطلب پر تمام کیا فقط

فقیر امیر احمد امیر

نمبر ۹ ۶. جون ۱۸۹۵ء. رام پور اسٹیٹ دفتر امیر اللغات

پیارے زاہد. دو پٹاریان آلو اور شفتالو کی آئین اور بلٹی کے ذریعے سے وصول ہوئین. شکر نعمتہائے تو چندان کہ نعمتہائے تو. نخلبند حقیقی میرے میوے کھلانے والے کے نہال آرزو کو دو جہان مین سرسبز و شاداب کرے. تمھارے دعاگو نے ایک خط اس سے پہلے بھیجا ہے اور اس کے دوسرے پرچے مین اپنی رائے کا اظہار کر کے تمھارے دل کو سردست صدمہ پہنچایا ہے. امید ہے کہ تم اس رائے کو جو نہایت نیک نیتی اور عاقبت اندیشی سے دی گئی ہے اپنی والدہ اور خاندان کے بزرگون تک پہنچاؤ اور اگر تم کو شرم آتی ہے تو مجھے راہ بتاؤ کہ مین ان کو لکھوں. پہلے تم راضی ہو جاؤ پھر سب کچھ آسان ہے فقط

امیر فقیر

نمبر ۹۸

۶ ستمبر ۹۵ء ریاست رام پور

پیارے زاہد۔ خدا کرے تم خوش ہو خیریت سے ہو غم غلط ہو گیا ہو مصروف عیش و طرب ہوا اور یہی مصروفی میری طرف کم توجہی کا سبب ہو۔ تم نے مجکو بھلا دیا مگر میں تم کو دعائے خیر کے ساتھ یاد کیا کرتا ہوں۔ مدت ہو گئی کہ اور اک خیریت کو ترستا ہوں اور تڑپتا ہوں معلوم نہیں کہ تم کو اس ترسانے اور تڑپانے مین کیا مزا ملتا ہے۔ مین نے ایک تعزیت نامہ بھیجا تھا اور بحکم دلسوزی کچھ نصیحت کچھ ہدایت کی تھی۔ اس پر تم نے عمل کیا یا نہ کیا اتنا تو ضرور کیا کہ اپنے غم کا عوض مجھ سے لیا کہ اپنی خیریت سے بھی محروم رکھا مین انتظار کرتے کرتے تنگ آگیا اور ابھی معلوم نہین کہ اس سلسلے کا خاتمہ کیا ہوگا۔ اور کچھ نہین صرف تمھاری خیریت مطلوب ہے۔ اب مہربانی کر کے مہر سکوت کو توڑو خاموشی چھوڑو۔ اپنی خیر و عافیت اور مسرت سے مجھے خوش کرو۔ مجھ سے دعائین لو۔ یقین کرو کہ مجکو اس سے آگے تاب اضطراب نہیں تشویش تردد انتشار اضطراب سب دمبدم ترقی پذیر ہیں۔ اللہ سے امید ہے کہ مسرت و عافیت اور طمانیت و جمعیت کی صحبت میں تمھاری طبیعت بہل گئی ہوگی۔ مین اس زمانہ میں بہت رنجور رہا حبس بول کے دورے متصل پڑے اور متواتر قاناطیر کا صدمہ اُٹھایا گیا ہے جس سے اسوقت تک آرام جیسا چاہیے نہیں ہے پھر بھی باری تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہون اور اس سے ملتجی صحت و عافیت رہتا ہوں۔ امید کہ میرے اس خط کا جواب جو بہت تعالی کی حالت مین تمکو بھیجتا ہوں فوراً لکھو یہ تو تم بھی جان گئے ہوگے کہ

تمھاری سعادت ولیاقت اور تمھاری سچی محبت نے میرے دل کو تسخیر کر لیا ہے۔ لہذا تمھاری خیریت نہین ملتی تو تعلق خاطر کسی طرح سے چین نہین دیتا سب اطفال اور ارباب دفتر ماوجب کہتے ہین اور منتظر مژدہ خیر وعافیت ہین فقط۔

داعی خیر امیر فقیر

نمبر ۹۹ ۱۹ ستمبر ۹۵ء رام پور

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے آپ نے مسرت نامہ لکھکر مجکو خوش کیا اور اپنی محبت وعنایت کا منت پذیر بنایا ؎

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

آپ کی دلپذیر تحریر لیاقت کا دفتر ہے قابلیت کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتنی لیاقت دی ہے اس سے زیادہ سعادت دی ہے اور سعادت سے بھی زیادہ میری محبت دی ہے اور میرے دل کو جو آپ کی محبت دی ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ میں ہر وقت آپ کو دعائیں دیا کرتا ہوں اور آپ کی یاد سے دل کو تسکین دیتا رہتا ہوں۔ امید کہ آپ بھی اپنی خیریت کی خوشخبری دیکر جلد جلد مجھے راحت دیا کیجیے میں آجکل بہت ہی رنجور رہا۔ اس مہینے میں تین دورے جلس بول کے پڑے اور ہر دورہ روح فرسا تھا تپ کی بھی شکایت اکثر رہی اب بھی طبیعت صاف نہین ہے۔ بہرحال اللہ کا شکر ہے مجھے اس بات کا خود افسوس رہتا ہے کہ میں اپنی معذوری کی وجہ سے احباب کی خدمتگزاری نہیں کر سکتا۔ خصوصًا

آپ سے احب کا کلام حسب دلخواہ نہ دیکھنا اور آپ کو خوش نہ کر سکنا نہایت قلق کا باعث ہے۔ اب جو آپ نے ہر مہینے اپنا کلام بھیجنے کا ارادہ کیا ہے مجھے بخوشی منظور ہے۔ اپنے امکان بھر اس کے دیکھنے میں ضرور کوشش کرونگا اور اس پر خدانخواستہ وجوہ قوی مانع ہوں گے تو عذر کرونگا۔ بسبب پیرانہ سالی میرے ہاتھ میں رعشہ ہو گیا ہے جس سے لکھنا مجھ سے چھوٹ گیا ہے۔ بمجبوری دوسرے کے قلم سے لکھوا تا ہوں۔ اگرچہ قلم میرا نہیں ہوتا مگر زبان میری ہوتی ہے۔ ابر کی بوند بیشک شعرا نے کہا ہے اس سے یہ غلط نہیں کہا جا سکتا لیکن ابی ابھی پسند ہے زبانوں سے مستعمل نہونے سے میری طبیعت اس کو پسند نہیں کرتی۔ اور اگر آپ اپنے کلام میں لکھنا چاہتے ہیں تو چنداں مضایقہ بھی نہیں "کرے گی" کی یائے اوّل کا گرانا پسند کرکے اس کی جگہ "کرے گی" بنانا ٹھیک ہے۔ اب اپنے وجدان طبع سے کام لیجیے اور اس مصرع کو یوں ہی رہنے دیجیے جیسا میں نے بنایا ہے۔ باٹ دیکھنا راہ دیکھنے کے معنی میں فصحائے لکھنؤ و دہلی کی زبان نہیں میر کا کہنا اس وقت سند نہیں ہو سکتا۔ اُس وقت بولتے ہوں گے اب کوئی نہیں بولتا اور مخزن المحاورات چرنجی لال کا کیا اعتبار، اس میں ہزاروں محاورے گنواروں کے لکھے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے۔ بہر کیف باٹ دیکھنا کسی طرح صحیح نہیں میں بھی آپ سے متفق ہوں۔

تیسرا حصہ لغت کا مدت سے تیار ہے بے سرمایگی اس کی طبع سے مانع ہے۔ دفتر ابتر اور پریشان ہوا چاہتا ہے بلکہ ہو گیا۔ کام بند ہو گیا ہے

بڑا افسوس ہوگا اگر یہ کتاب ناتمام رہگئی اور یہ افسوس نہ صرف مجکو ہی رہیگا بلکہ تمام ملک کو۔ دیکھیئے خدا کو کیا منظور ہے۔ "بجو بادرا" وغیرہ کے نوٹ لکھکر آپ نے بہت ممنون کیا۔ ارباب دفتر میں سے جو لوگ رہ گئے ہیں آپ کو سلام کہتے ہیں اور نور چشم محمد احمد مع اخوان ما وجب رسان ہیں۔ عزیزی منشی ممتاز علی یہاں نہیں ہیں۔ تاریخ کی فکر میں ہوں جس وقت حسب دلخواہ ہوگئی فوراً بھیجوں گا فقط

داعی خیر امیر فقیر

۱۲ اکتوبر ۱۸۹۵ء رام پور نمبر ۱۰

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے آپ کی افسردہ خاطری کو شگفتہ دلی سے بدلے اور دین و دنیا کی دولت سے مالامال کرے۔ محبت نامہ آیا اور نور و سرور افزائے دیدہ و دل ہوا۔ غزلیں دیکھکر بھیجتا ہوں۔ ماشاء اللہ کیا کیا شعر کہے ہیں۔ چشم بد دور۔ جس زمین میں انشا نے چار شعر نکالے آپ نے اس میں دریا بہا دیے۔ بارک اللہ فی عمرکم۔ آپ کی خاتون کی تاریخ رحلت بھیجتا ہوں۔ چار ہی مصرعے ہیں مگر مجھے پسند ہیں۔ خدا کرے آپ بھی پسند کریں۔ سہارنپور کی خرابی سنکر سخت تشویش ہوئی اسی وقت سے دست بدعا ہوں ارحم الراحمین رحم کرے کہ یہ بلا جلد دفع ہو۔ امید کہ خیر و عافیت سے جلد جلد تسکین دیتے اور دعائیں لیتے رہیئے۔ میں اپنا حال کیا لکھوں ناشکری ہوتی ہے مختصر یہ کہ اچھا نہیں ہوں اپنے امراض لازمہ پر طرہ یہ ہے کہ گھر میں بھی شخص سخت مریض ہیں۔ اسی سبب شفائی اسد علی حکیم نے مرض دیا ہے۔

امیر اللغات کی شکستہ حالی پر جو ہمدردی آپ نے ظاہر کی وہ بہت ہی شکر
کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی فکر و سعی کو کامیاب کرے پیشگی قیمت
حاصل کرنے کے واسطے اشتہار دینے کی صورت امیر اللغات کی شان پر
نہایت بدنما ہے۔ ابتدا سے پبلک میں یہ اثر ڈالا گیا ہے کہ اس کام کی تمامی کی
امید ضعیف ہو خلق میں اس کی نسبت مختلف خیالات ہیں کوئی مولف کو
سرمایہ دار جانتا ہے کسی کو یہ خیال ہے کہ ریاست میں اس کی بنا پڑی ہے۔ رئیس
کی امداد سے تکمیل کو پہنچے گا۔ ایسی حالت میں یہ عامیانہ طریقہ اختیار کرنا کہ پیشگی
قیمت آئے تو تیسرا حصہ چھپے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ البتہ تیسرا حصہ نکلنے
میں تاخیر ملک میں مضر ضرور ہے۔ خدا کرے آپ نے جو صورت تجویز کی ہے اور
آئندہ اس کی تفصیل سے آگاہ کرنے کا وعدہ کیا ہے خوشنمائی کے ساتھ نکلے۔
اور امیر اللغات کو اس سے معتدبہ مدد پہنچے۔ اس خط کا جواب جلد عنایت
کیجیے گا۔ سب عزیز و احباب ماوجب گزارہیں۔

قطعۂ تاریخ

رتبۂ خاتونِ زاہد دیکھ امیر   آج کیا جنت میں اس کا پایہ ہے
ہے سیادت کی بدولت یہ شرف   چتر سر پر فاطمہ کا سایہ ہے

۱۳۱۲ھ   امیر فقیر

۲۰۔ نومبر ۱۸۹۵ء رام پور   نمبر ۱۰

مُحبی و سعیدی۔ دعائے صلاح و فلاح دارین پہلے پرچہ مورخہ ۷۔ نومبر

جس میں غزل ملفوف بھی آیا۔ پھر کارڈ مرقومہ ۱۹۔ نومبر پہنچا دونوں باعث سرور و سپاس موفور ہوئے۔ امیر اللغات کی نسبت جو مقتضائے دلسوزی و ہمدردی آپ نے اپنی رائے ظاہر کی اس کا شکریہ جداگانہ ادا کرتا ہوں مگر مشفق من یہ صورت امیر اللغات کی کارروائی کے لیے کافی نہیں ہو سکتی مختصر یہ ہی کہ ایسا عظیم الشان کام اس وقت تک انجام کو نہ پہنچے گا جبتک گورنمنٹ انگلشیہ یا کوئی ذی حوصلہ ریاست کافی مدد نہ دے گی۔ بہرحال آپ کا التفات مستوجب سپاس گزاری ضرور ہی۔ میں اس زمانے میں صحیح نہیں ہوں علاوہ امراض مزمنہ کے اور بھی شکایتیں باعث رنجوری و معذوری ہیں۔ یہی وجہ ہی کہ جواب خط لکھنے میں تاخیر ہوئی۔ ذرا آرام ہو لے تو آپ کا کلام دیکھکر بھیجوں۔ صنمخانہ عشق منظر ثانی سے مہذب و مکمل ہو گیا ہی کچھ ہی کسر باقی ہی بعض تلامذہ کا اصرار اس کے طبع کی نسبت بدرجہ غایت ہی جس سے امید کی جاتی ہی کہ اب کے چھپ ہی کے رہیگا فقط۔ امیر فقیر

۴۔ جنوری ۱۸۹۶ء رام پور — نمبر ۱۰۲

پیارے زاہد۔ سلامت بخیر و عافیت ہو۔ تمھارے نامۂ سعادت نے پہنچکر بہت مسرور کیا۔ صنمخانہ کی بابت جو دلچسپی تم نے ظاہر کی اور اس کی اشاعت و تشویق میں سعی کا وعدہ کیا اس کا میں دل سے شکرگزار ہوں امید ہی کہ اسی ہفتہ میں چھپنے کو آگرے روانہ ہو جائے۔ اب اللہ کی عنایت سے کچھ کسر باقی نہیں ہی۔ تمھاری تاریخ میں تلاش کروں گا مگر معلوم نہیں وہ کس سنہ

کی ہے اگر حسب دلخواہ نکلی تو بخوشی درج دیوان کروں گا غزلیں دیکھکر بھیجتا ہوں
اپنی خیریت کے ساتھ ان کی رسید سے بھی مطلع کیجیے گا۔ سب چھوٹے بڑے
ماوجب رساں ہیں۔ فقط
امیر فقیر

۴۔ مارچ ۱۸۹۶ء رامپور
نمبر ۱۰۳

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش رکھے۔ تمہارا محبت نامہ صنمخانۂ عشق کی تاریخیں لیکر آیا تھا مجھے بالکل فرصت نہیں ہوئی کہ میں اس کا جواب لکھتا صنمخانہ تیزی کے ساتھ چھپ رہا ہے نصف سے زیادہ چھپ گیا۔ امید ہے کہ آغاز شوال میں بالکل فراغت ہو جائے گی۔ تاریخیں بغیر طلب احباب نے بہت سی بھیجیں مگر تر و خشک تاریخوں سے دیوان کا حجم بڑھانا مجھے پسند نہ آیا ان میں سے چن چن کر وہ تاریخیں رکھیں جو انتخاب الانتخاب تھیں اور باقی سے قطع نظر کی۔ امید کہ اس کے جواب میں اپنی خیریت سے جلد مسرور کرو۔ سب عزیز و احباب ماوجب گزار ہیں۔ تمہارے ایک شعر کے معنی میں نہیں سمجھا کہ بلغم کی طرح دوش و سر کی پوٹ کیا چیز ہے۔ یہ مضمون غالباً کسی قصے سے متعلق ہوگا جو مجھے معلوم نہیں۔
امیر حقیر

۱۶۔ اپریل ۱۸۹۶ء رامپور
نمبر ۱۰۴

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش رکھے اور ہمیشہ خوش رکھے تمہاری تحریر غم و الم کی تصویر اس وقت آئی ہے اس کے دیکھنے سے دل ہل گیا۔ اسمیں

شک نہیں کہ تم پر گوناگوں مصیبتیں پڑیں اور تمھارا ہی کلیجہ تھا کہ تم جھیل گئے۔ اس صبر جمیل کی خداوند جلیل سے تم کو داد ملے گی۔ اور اس کے اجر میں دارین کی نعمت و مسرت نصیب ہوگی۔ "بلعم باعور" کا حال جو تم نے لکھا میں نے دیکھا اب وہ شعر بے تکلف رکھنے کے قابل ہے۔ میں اس سے خوش ہوا کہ تم نے صنمخانہ کو پسند کیا اور دیکھ کر خوش ہوئے۔ پہلے دیوان کا شعر جو اس دیوان میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ آگیا ہے۔ اس کی علت محض میرا سہو و نسیان ہے اور اکثر ہو جایا کرتا ہے کچھ چنداں ہرج نہیں ہے۔ امیر اللغات کی ہنوز کوئی صورت نہیں نکلی۔ اور نہ نکلتی معلوم ہوتی ہے ؎

یاس اس امید کی رگ رگ میں ہے چھائی ہوئی

زیادہ بجز دعائے حصول جمعیت و طمانیت کیا لکھوں۔ جلیل حسن سلام کہتے ہیں۔ صدمے اور پریشانی کی حالت میں آپ کے بھائی کا وطن سے چلا جانا اور بھی باعث کلفت ہوا۔ امید کہ وہ جس وقت ملجائیں اطمینان کے لیے مجھے ضرور آگاہ کیجیے فقط۔ امیر فقیر

نمبر ۵۱

۲۵۔ جون ۹۶ء ریاست رام پور

پیارے زاہد۔ امیر فقیر کی دعائیں لو۔ مدت کے بعد تمھاری تحریر نے آنکھوں کا نور بڑھایا۔ ساتھ ہی اس کے آلو کا پارسل بھی آیا جو مزید منت پذیری اور شکر گزاری کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش رکھے کہ تم اپنے داعیان خیر کا دل خوش کیا کرتے ہو۔ میں اس زمانے میں ایک جدید تکلیف

پیدا ہو جانے سے سخت پریشان ہوں عالی شان مکانات سرکاری جو اک عمر سے میری سکونت گاہ تھے دفعتہً بضرورت سرکار مجھے خالی کر دینا پڑے جس سے میرا سارا قافلہ پریشان ہو گیا اولاد و احفاد کہیں ہیں کہیں، اسباب کہیں، کتابیں کہیں، بغرض ہنوز جمعیت واطمینان کی کوئی صورت نہیں نکلی۔ کلام احباب کے بستے معلوم نہیں کس صندوق میں ہیں اور وہ صندوق کہاں ہے کسی طرح ممکن نہیں کہ اس وقت کوئی چیز تلاش کرنے سے ملجائے۔ خداوند تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ اور جمعیت کی شکل نکلے تو تمھاری غزلیں نکلوا کر دیکھوں۔ امید کہ اس حالت پریشاں خاطری میں اپنی خیریت سے جلد جلد آگاہ کرکے تسکین افزائی کرو۔ زیادہ کیا لکھوں۔ سب عزیز و احباب سلام کہتے ہیں۔ فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۰

۱۲ ستمبر ۱۹۰۶ء رام پور

محبی و سعیدی۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ دیوان رنگین آگیا مگر کوئی تحریر آپ کی نہ آئی جو باعث تسکین خاطر ہوتی۔ آپ نے لپنے دیدار سے مسرور تو کیا مگر سیری نہیں ہوئی اور اتفاق سے وہ ایسی پریشانی کا وقت تھا کہ میں جی بھر کے دیکھ بھی نہ سکا اور نہ کوئی تواضع کر سکا۔ خداوند تعالیٰ سے امید ہے اور دعا ہے کہ پھر آپ سے اطمینان کے ساتھ ملاقات ہو۔ آپ کی سیادت، ولیاقت وسعادت نے میرے دل پر جو اثر ڈالا ہے اس کو میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ بہرکیف میں داعی خیر ہوں اور آپ کی خدمت گزاری کو اپنا فخر سمجھتا ہوں۔

سب بندہ زادے اور جلیل حسن سلام شوق کہتے ہیں۔ امید کہ خیریت نامہ سے مسرور کیجیے۔ میرے سینے میں جانب قلب ایک گلٹی پیدا ہو گئی ہی جو سخت متکلف ہی آپ سے بھی دعاے عافیت کی امید ہی فقط۔ امیر فقیر

۲۶ ستمبر ۱۸۹۸ء رام پور نمبر ۱۷۰

محبی و سعیدی۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ محبت نامہ آیا دل بڑھایا۔ زکریا بالفتحتین و بسر راو تشدید یا ہی اس میں کوئی تغیر اب تک نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہی جو لوگ ذکریا ذال سے بالکسر لکھتے ہیں اور سکون تانی و تخفیف یا کے ساتھ بولتے ہیں محض غلط ہی خواہ دلی والے ہوں یا لکھنؤ والے۔ انشاء اللہ وقت فرصت میں آپ کی غزلیں دیکھکر بھیجوں گا۔ بہت دیر نہ ہوگی۔ جلیل حسن سلام عرض کرتے ہیں۔ امیر فقیر

۳۰ ستمبر ۱۸۹۶ء رام پور نمبر ۱۷۱

محبی و سعیدی۔ سلام مسنون و دعا مشحون۔ زکریا کی تحقیق میں اسوقت آپ کا دوسرا کارڈ پہنچا تعجب ہی کہ میرا کارڈ جو پہلے کارڈ کے جواب میں گیا ہی آپ کو نہ پہنچا۔ میں لکھ چکا ہوں اور پھر لکھتا ہوں کہ زکریا زے سے ہی ذال سے کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا اور اس کے اعراب میں بھی تغیر ممکن نہیں ہی آپ کا جواب بالکل با صواب ہی اور اس کا مدعی خطا پر ہے زیادہ دعا فقط۔ امیر فقیر

نمبر ۱۰۹

۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء از رام پور

پیارے زاہد۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون کے بعد مدعا نگار ہوں کہ حافظ جلیل حسن بحکم ضرورت دفعۃً روانہ وطن ہو گئے چلتے وقت جلدی میں آپ کی غزلیں اصلاح طلب ان کو ڈھونڈھنے سے نہ ملیں میری منشی کا کام سب ان سے متعلق تھا اب ان کے آنے تک میری تلاش سے کوئی چیز مل نہیں سکتی۔ لہذا چاہتا ہوں کہ اس کلام کو آپ دوبارہ بھیجدیجیے یا ایک مہینے کا انتظار کیجیے کہ وہ مع الخیر واپس آجائیں۔ مجھے اس وقت یہ بھی یاد نہیں کہ آپ کی تحریر سعادت خمیر میں کونسا مضمون جواب طلب تھا جس کے جواب لکھنے سے میں قاصر ہوں۔ امید ہی کہ یہ معذرت نامہ قبول ہو اطفال ما وجب گزار ہیں۔ فقط امیر فقیر بقلم دیگرے

نمبر ۱۱۰

۶۔ دسمبر ۱۸۹۶ء از رام پور

پیارے زاہد۔ دعائے صلاح و فلاح دارین کے بعد۔ مدعا یہ ہی کہ سعادت نامہ محبت شمامہ ۲۔ دسمبر کا لکھا ہوا آیا آنکھوں کا نور دل کا سرور بڑھایا۔ موسم سرما میں مرض عسر بول بڑھ جاتا ہی جس بول کے دورے جلد جلد پڑتے ہیں اسی وجہ سے کوئی کام ٹھیک نہیں ہوتا۔ احباب کی خدمت گزاری میں تقصیر ہوتی ہی جبھی کہ کوتہ قلمی بھی منفعل کرتی ہی آپ سے بھی امیدوار معافی ہوں امیر اللغات کے باب میں جو درخواست نواب گورنر جنرل بہادر کو بھیجی گئی تھی اس میں کامیابی نہوئی سکرٹری نے جواب لکھا کہ یہ درخواست لفظی

کے ذریعے سے آنا چاہیے۔ اب وہاں پیش کرنے کا ارادہ ہی۔ حافظ جلیل حسن
اب تک وطن سے نہیں آئے ان کے والد بیمار ہو گئے ہیں اس وجہ سے
رخصت سے زیادہ توقف ہوا۔ امید ہی کہ اسی ہفتے میں آجائیں۔ ان کے
آنے کے بعد آپ کی مطلوبہ کتاب کتب خانے سے نکلوا کر بھیجوں گا۔ انکی
غیبت میں مجھے تلاش کرنا دشوار ہی۔ غزلیں اپنی آپ پھر بھیج دیں تو بہتر ہی
اطفال عقیدت خصال دعا گزار ہیں۔ فقط امیر فقیر بقلم دیگرے

نمبر ١١٨

١٠ اپریل ١٩٢٧ء رامپور

سعید رشید کونین مجتبیٰ سید زاہد حسین سلمکم اللہ تعالیٰ۔ سلام و دعا
کے بعد مدعا یہ ہی کہ نامہ سعادت ملمع لیکر پہنچا اور لوکاٹ کا پارسل ابھی اسٹیشن
سے وصول ہوا۔ میرا دل آپ کی محبت اور خاص عنایت کا شکر ادا کرتا ہی
اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے۔ میری کوتہ قلمی مستحق
سزاوار ملامت ہی اور مجھے آپ کی طرف سے انتہا کی ندامت ہی۔ کچھ ایسی
کاہشوں میں مبتلا رہتا ہوں کہ ضروری کام بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا نہ آپ کو
کوئی خط لکھا نہ خط کا جواب دیا اور نہ آج تک غزلیں دیکھنے کی نوبت آئی۔
اور آپ کی طرف سے عنایتوں پر عنایتیں ہیں جن کا شکر بھی ادا کرتے نہیں
بنتا۔ آپ کے حق میں دعا البتہ کیا کرتا ہوں۔ اس کام میں کسی وقت قصور نہیں
ہی اور نہ کبھی ہوگا۔ امراض میرے بدستور ہیں اور پریشانیاں موفور۔ دل و
دماغ آلام و افکار کے شکار ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ محاورات

بیگمات کے تلف ہونے کا افسوس ہے مگر آپ کا یا کسی کا اس میں کیا قصور
آپ کسی طرح کا خیال نہ کریں۔ میری یہاں جتنی کتابیں ہیں اور جو چیزیں ہیں
آپ ہی کی ہیں جس کتاب کی ضرورت ہو بے تکلف منگوا لیجیے۔ یہاں سے
غلطی یہ ہوئی کہ وہ کتاب بصیغۂ بیرنگ بھیج دی گئی رجسٹری اس پر نہ ہوئی ورنہ
تلف نہ ہوتی۔ اب میں فکر میں ہوں کہ کہیں سے کوئی نسخہ اس کا دستیاب
ہو تو میں آپ کو بھیجوں۔ بہر کیف آپ کو انفعال کی کوئی وجہ نہیں ہے۔
امیر اللغات کے باب میں جو درخواست گورنمنٹ سے کی گئی تھی وہ وہاں
سے اس ہدایت کے ساتھ واپس کی گئی تھی کہ لوکل گورنمنٹ کے ذریعے
سے درخواست آنا چاہیے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ درخواست اور دونوں
جلدیں لفٹنٹی میں بھیجی گئیں کہ وہاں سے درخواست اور کتابیں حضور والسرائے
میں پیش ہوں مگر ابھی تک کچھ نتیجہ نہیں ہوا اس کو کئی مہینے ہو گئے۔ اصلاح
طلب کلام کے بستے بہت پڑے ہوئے ہیں ایک انبار لگا ہوا ہے انھیں میں
آپ کی غزلیں بھی غالباً ہوں گی کوئی ترتیب نہیں ہے کہ جو کلام مطلوب ہو
جلد نکل آئے ایک سرسری نظر آپ کی غزل کے لیے ڈالی گئی مگر ناکامی
ہوئی۔ لہذا ملتمس ہوں کہ نقل اس کلام کی ممکن ہو تو بھجوا دیجیے کہ میں دیکھ کر
فی الفور آپ کو بھیجوں۔ عزیزی حافظ جلیل حسن پر سخت صدمات علی التواتر
آئے پہلے ان کے والد ماجد نے جو ایک بڑی جماعت کے مقتدا اور شیخ حل
تھے رحلت کی۔ بعد ازاں کئی عزیز قریب علی الاتصال راہی دارالبقا
ہوئے۔ ان غموں نے عزیز موصوف کو بالکل بیکار کر دیا ہے۔ آپ کی خدمتیں

سلام نیاز کمال شکر گزاری سے عرض کرتے ہیں اور اپنی کوتہ قلمی کے
عذر خواہ ہیں۔ زیادہ بجز دعائے ترقیات کے کیا لکھوں۔ جواب اس کا مع
کلام بہت جلد عنایت کیجیے۔ منتظر ہوں فقط۔ آپ کا دائمی خیر امیر فقیر۔

۴۔ جولائی ۹۷ء ۱۸ دفتر امیر اللغات رام پور نمبر ۲ الہ

پیارے زاہد۔ روحی فداک سلام مسنون اخلاص و دعا شوق کے بعد مدعا
نگار ہوں کہ میں سفر میں تھا اب رامپور پہنچا تو آپ کا خط مسرت نمط پا کر
انتہا کا سرور ہوا۔ یہ دور ایسا ہی کہ برسوں خوشی کی بات نہ دیکھنے میں آتی ہی
نہ سننے میں۔ بحمد اللہ کہ آپ نے مژدہ کتخدائی لکھکر میرے دل افسردہ کو شگفتہ
کر دیا۔ زیادہ تر جی اس سے خوش ہوا کہ پیارے دولہا کو دلہن بہت پیاری
ملی۔ حقتعالی دونوں کی عمر و اقبال میں برکات روز افزوں عطا فرمائے۔
میری طبیعت کسل راہ سے متغیر ہو رہی ہی ذرا سنبھل جائے تو اس عقد کی
تاریخ کہوں گا اور اظہار سرور کرونگا۔ غزلیں آپ کی مجھے نہیں پہنچیں شاید
حافظ جلیل حسن کو پہنچی ہوں وہ وطن سے امروز فردا میں آنے والے ہیں
یہ پرچہ رفع انتظار کے لئے لکھوا دیا ہی۔ اپنی والدہ کو میری طرف سے مبارکباد
دیجیے۔ اطفال فقیر با وجب رسال ہیں فقط امیر فقیر

۱۴۔ جولائی ۹۷ء ۱۸ رام پور نمبر ۱۱۴ السمیع

پیارے زاہد۔ تم ہو اور دونوں جہان کا عیش۔ میں نے سفر سے واپس آ کر

مختصر یہ ہی اسبار کباد تمھاری شادی اور خانہ آبادی کی کسی لڑکے سے لکھوا کر بھیجدی تھی اور قصد تھا کہ کسل راہ سے نجات کے بعد اطمینان سے کوئی تاریخ کہوں گا اور تمھاری مکرر بھیجی ہوئی غزلیں ملجائیں گی تو دیکھ لوں گا مگر طبیعت زیادہ بے مزہ ہوگئی اور اب تک ناچاقی طبیعت کا سلسلہ چلا جاتا ہے معہذا افکر وہات کا ہجوم ہے ایک مصرع کہا تو اس میں خوبصورت قافیے نہیں ملتے عام قافیوں میں قطعہ موزوں کرنے کو جی نہیں چاہتا ہا بتکلف ایک قافیہ موزوں کر کے چار مصرع کا قطعہ بھیجتا ہوں مادۂ تاریخ حسن سے خالی نہیں۔ غزلیں تمھاری ابتدائی شاعری کی کہی ہوئی مل گئیں۔ ان کو بھی سرسری نظر سے دیکھکر صحیح کر دیا۔ اُن کو خود بھی تم اپنے ذوق سلیم سے درست کر سکتے تھے۔ کسی وقت جمعیت خاطر نصیب ہو تو پھر فکر تاریخ کرونگا۔ امید ہے کہ اپنے حالات مسرت آیات سے ہمیشہ مسرور کرتے رہو۔ اطفال محبت خصال اور جملہ عزیزان واحباب ماوجب گزار ہیں۔ تاریخ اور غزلوں کی رسید ضرور بھیجیے تاکہ نگرانی رفع ہو الفاظ ہندیہ میں سے آخر کا حرف گرتا ہے بیچ کا نہیں گرتا تھے۔ میں تی اتے پہلے ہمزہ مقرو چاہیے۔ قرار بمعنی اقرار عربی و فارسی میں نہیں ملتا۔ بغیر واو عطف قول قرار کو جس طرح آپ نے اُردو کر لیا ہے اس کا مضائقہ نہیں۔ اضافت کی حالت میں اعلان نون جائز نہیں۔ یہ شعر مجکو جی سے پسند آیا۔ بارک اللہ خوب کہا ہے ؎

وہ آنکھوں میں ہے پتلیوں کی طرح مگر دیکھنے کو نظر چاہیئے۔

قطعۂ تاریخ کتخدائی

نہیں یہ قمقمے زاہد کی بزم کتخدائی میں
فضائے خلد میں گویا ثمر ہیں نخل طوبیٰ کے

امیر اس عقد کی تاریخ کیا رنگیں کہی میں نے
دلھن دولھا ہیں حور و غلماں مگر ہوگا یہ آفت کے

۱۳۱۴ھ   امیر فقیر

۱۱ اگست ۱۸۹۷ء رامپور   نمبر ۱۱۸

محب دلنواز سلام و دعا۔ بہت چاہتا ہوں کہ آپ کے اخلاق نامہ دل کا جواب فی الفور لکھا کروں مگر ہجوم مکروہات سے تاخیر ہو ہی جاتی ہے ۱۶ صفر کو جو تحریر پر تنویر آئی اس کا جواب آج جو بیسویں روز بھیجتا ہوں اور تقصیر تاخیر کا عذر خواہ اور آپ کی سیادت سے عفو کا امیدوار ہوں بحمد اللہ کہ تاریخ تقریب کتخدائی آپ کو پسند آئی اس کے متعلق جو الفاظ محبت و خلوص کے آپ نے لکھے ہیں وہ میری دلی مسرت کے لئے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شاد و آباد رکھے اور اس دلنوازی کی جزا دے۔ امیر اللغات کی ابتری بدستور ہے فی الحقیقت اس کے لئے انہوں نے سے جسقدر افسوس کیا جائے کم ہے۔ حضور پر نور والی رامپور نے جب امیں سفر کے لیے رخصت ہوتا تھا۔ اس کی تکمیل پر اپنی آمادگی اور پوری خواہش ظاہر فرمائی تھی۔ بلکہ قرار پا گیا تھا کہ سفر سے میری مراجعت پر دفتر کھول دیا جائے گا مگر مجھے آئے ہوئے قریب دو مہینے کے گزرے اب تک کچھ نہیں ہوا۔ زبان کے متعلق جو شبہات آپ نے کئے تھے وہ حتی الامکان میں نے مرتفع کر دیے

ملاحظہ کیجیے۔ جلیل بکمال خلوص و نیاز سلام کہتے ہیں۔ اپنی خیریت سے جلد مطمئن کیجیے۔ سہارنپور میں کون کون سا میوہ قابل اتحاف رئیس عالی مرتبت ہوتا ہی ضرور اس سے اطلاع دیجیے۔ "ویا" اب بالکل متروک ہی اس کی جگہ صرف یا بولتے ہیں" باہمدگر" کی صحت میں کلام ہی" بایکدگر" ہو سکتا ہی یا محض" ہمدگر" چاہیے لکھیئے۔ "پہ" بمعنی لیکن و مگر واجب الترک ہی بجائے پر جو ہر جگہ مستعمل ہی۔ "پرے" لکھنؤ میں بالکل متروک ہی اور دلی میں بھی اب فصحا کے کلام میں پایا نہیں جاتا ہی۔ آپ چاہیے لکھیئے۔ پیار بروزن فاع ہی فقط امیر فقیر

۸ ستمبر ۹۷ء رامپور نمبر ۱۱۵

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ میرے خط کا جواب آپ نے نہ لکھا۔ اس میں آپ کے سوالات کے جواب بھی تھے اور خط جواب طلب تھا آپ کے خط نہ آنے سے تردد ہی۔ خدا کرے مانع بخیر ہو۔ امید کہ یہ سطریں دیکھتے ہی رفع تشویش کیجیے۔ یہاں بعنایت الٰہی خیریت ہی جلیل حسن سلام نیاز عرض کرتے ہیں فقط امیر فقیر

۱۹ ستمبر ۹۷ء رام پور نمبر ۱۱۶

عین بالانسان و انسان العین پیارے زاہد حسین صانکم اللہ عن کل شین ۹ ستمبر کی تحریر سعادت خمیر نورافروز منظر منتظر ہوئی شانے پر دُتل نکل آنے

اور اس کی وجہ سے تب لرزے میں مبتلا ہو جانے سے آپ نے سخت تکلیف اُٹھائی۔ اس پر طرہ یہ ہو کہ ابھی ایک دُمّل مندمل نہیں ہوا، اور دوسرے کا زور شروع ہو گیا۔ شافی مطلق جلد شفائے دلخواہ عطا فرمائے۔
امیر اللغات کی طرف کچھ توجہ ہمارے آقائے ولی نعمت کی ہوتی معلوم ہوتی ہو بڑی کوششوں سے خدا خدا کر کے یہ صورت پیدا ہوئی ہو کہ دفتر قائم ہو اور آگے کام چلے، مگر اب یہ دقّت درپیش ہو کہ وہ عملہ جو برسوں کی صحبت میں کاموں سے واقف ہو گیا تھا سب متفرق ہو گیا بعض ان میں کے دنیا ہی میں نہ رہے اور بعض کو اور اور مقامات پر تعلق پیدا ہو گئے اب نئے ایسے آدمیوں کا بہم پہنچانا ہو جن میں قابلیت اس کام کے سیکھ جانے کی جلد ہو۔ آپ پہلے سے زیادہ کمر باندھ کر مستعد ہو جائیں اور بائے عجمی سے ترتیباً بقدر امکان استقرا کر کے پوری مدد دیں زیادہ اس باب میں آپ سے علم دوست سے اصرار کی حاجت نہیں۔
میووں کی فہرست میں نے دیکھی بالفعل مجکو عمدہ انناس اگر بڑے ہوں تو بیس اور اگر چھوٹے ہوں تو چالیس مطلوب ہیں۔ ایک عالیشان امیدگاہ کو در با تیار کروا کے بطور پیشکش بھیجنا ہیں۔ آپ اپنے طور پر یہ عمدہ ترکیب اس احتیاط کہ کارپردازان ریل تصرف نہ کرسکیں ہدیۃً مجھے بھیجیں۔ بنظر بے تکلفی تصدیع دیجاتی ہو۔ محمد احمد مع اخوان اور حافظ جلیل حسن ما وجب گزار ہیں
"دُمّل" لفظ عربی ہو "دمامیل" اس کی جمع ہو "دنبل" صحیح نہیں، آپ کے قلم سے کسی جگہ یونہی نکلا لہذا اطلاعاً لکھا گیا فقط امیر فقیر

نمبر ۱۱۷

۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۶ع رامپور

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ آپ کے سعادت نامے سے فرحت تازہ حاصل ہوئی مگر ادراک ناچاقی طبیعت نے تڑپا دیا آپ کی صحت و عافیت بہت ہی عزیز ہی۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ صحیح و تندرست رکھے امید کہ خیریت سے جلد مطمئن کیجیے۔ ہجوم مکروہات سے خط لکھنے میں مجھے دیر ہوگئی معاف کیجیے گا۔ بائے فارسی کے متعلق صرف ایک جزو آپ نے پہلے بھیجا تھا وہ کس قدر مدد دے سکتا ہی۔ اب کچھ ہمت باندھیے اور متوجہ ہو کر پوری مدد دیجیے امیر اللغات کو آپ سے امداد کی بہت امید ہی۔ آپ کی دلسوزی اور قابلیت ہمیشہ مشکور رہے گی۔ "ذیل" کی صحت میں اسلیے کلام ہی کہ کہیں فارسی میں پایا نہیں جاتا۔ انناس سے اب قطع نظر کرنا چاہیے۔ گورکھپور پیلی بھیت۔ مراد آباد وغیرہ میں تلاش کیا گیا کہیں نہیں ملا۔ عجب اتفاق ہی۔ آپ نے جو ذخیرہ محاورات کا بھیجا تھا۔ اسمیں قریب قریب سبھی حرف ہیں مگر وہی ایک ایک دو دو ورق فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۱۸

۵ دسمبر ۱۸۹۶ع ریاست رام پور

محب دلنواز سلام و دعا الختام۔ نامہ سعادت مورخہ ۲۸۔ نومبر پہنچکر نور افزائے دیدہ و سرور افزائے دل ہوا۔ پونڈے بھی پہنچے اور نہایت شیریں اور نرم رسیلے نکلے۔ آپ نے جو اوصاف لکھے تھے وہ سب پائے گئے

کوئی شک نہیں کہ یہ پونڈے بے شل ہیں میں آپ کے اس التفات دوستانہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ بائے تازی کے اجزا جس قدر آپ نے بھیجے تھے وہ کلام میں لائے گئے۔ حصہ سوم کے اکثر نوٹ وہیں سے لکھے گئے ہیں۔ یہ حصہ تمام وکمال پائے تازی میں ہی۔ بائے فارسی سے چوتھے حصہ کا آغاز ہوا ہی۔ اللہ تعالیٰ اسے انجام کو پہنچائے خدا سے امید ہی کہ اب آپ کو اطمینان اور سکون خاطر حسب دلخواہ ہو۔ اعزہ میں متواتر اموات کے صدمات لکھکر آپ نے مجھے بےچین کر دیا۔ شافی برحق وہاں کی آب وہوا کو جلد صاف کر دے۔ اور آپ کو مع متعلقین و متعلقات مکارہ سے محفوظ و مامون رکھے۔ "دنبل" کا فارسی میں صحیح ہونا آپ کی اس تحریر سے معلوم ہوا۔ آپ نے جن لغات کا یعنی ہفت قلزم و تتمہ برہان قاطع کا حوالہ دیا ہی میں بھی اس میں انشاء اللہ دیکھوں گا۔

امیر فقیر

نمبر ۱۱۹

۱۴۔ دسمبر ۱۸۹۷ء دارالریاست رام پور

میرے دلنواز میرے قدرشناس سید صاحب حسبی و روحی فداک

آپ کا محبت نامہ مشعر مژدہ صحت پہنچکر سرمہ کش دیدۂ انتظار اور تسلی بخش دل بیقرار ہوا۔ میں اب تک آپ کو خوش بیان و خوش تحریر جانتا تھا لیکن ماشاء اللہ خوش قلم اور پاکیزہ رقم بھی ہو۔ کلام معائب و نقائص شعری سے پاک اور بالکل صاف ہوتا ہی چنداں ضرورت اصلاح نہیں یہ بھی یہ تمھاری محبت و قدرشناسی ہی کہ مجھ بھی مجھ پیر کہن سال شکستہ حال کو دکھلاتے

کے لیے بھیجدیتے ہو۔ جب کبھی زبان وغیرہ کے متعلق شبہات ہوا کریں انکو پوچھکر اطمینان کر لیا کرو۔ مجکو تمھارے حسن لیاقت و قابلیت پر بہت کچھ ناز ہی اور بڑا بھروسہ ہی۔ اللہ تعالیٰ کمال و اقبال میں روز افزوں ترقی عطا کرے ہمیشہ اپنی خبر خیریت دیتے رہو۔ اور فقیر سے دعائیں لیتے رہو۔ میری کاہشیں اور شکایتیں بدستور ہیں تم اولاد رسول ہو میرے لیے بھی دعا کرو تاکہ دعا کی برکت اور تمھارے جد کے طفیل سے مجھ گنہگار کا خاتمہ بخیر ہو۔ چونکہ خط میں کلام ملفوف ہی، لہذا بنظر احتیاط بیرنگ بھیجا جاتا ہی۔ محمد احمد مع اخوان ماوجب رساں ہیں فقط۔

امیر فقیر

نمبر ۱۲۱

۲۰۔ دسمبر ۱۸۹۷ء رام پور

رشید و سعید کو عین محبی سید زاہد حسین صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ۔

سلام مسنون دعا مشحون۔ محبت نامہ آیا ہجوم مکروہات کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ اب غزل دیکھنے کی نوبت آئی۔ آپ کی قوت فکر اسی سے پیدا ہی کہ ایسی پامال زمین میں سوا سو شعر آپ نے موزوں کیے ہیں۔ اللّٰھم زد فزد میں نے بقدر ضرورت ایک آدھ جگہ محو و اثبات کیا اور جو شعر قابل انتخاب نظر آئے ان پر صاد کر دیا ہی۔ ان کے علاوہ جو اشعار دائرہ تغزل سے باہر نہیں ہیں ان پر "بت" بنادی ہی۔ یہ اشعار بھی سب غزل میں رکھنے کے قابل ہیں۔ باقی اشعار کے رکھنے میں اختیار ہی۔ بائے فارسی کی جلد کا صحیح اندازہ ابھی نہیں ہو سکتا کہ کے جزو میں تمام ہو گی۔ آپ اب بائے

فارسی اور تائے قرشت کے متعلق جو کچھ ہو سکے وہ لکھیے۔ بائے تازی کی جلد زیر نظر ثانی ہی۔ امید ہی کہ تین چار مہینے میں مکمل ہو جائے گی۔ چھپنے کی نسبت ابھی میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ کب چھپے گی۔ نظر ثانی سے تکمیل کے بعد سرکار میں پیش کرونگا۔ آگے کی کارروائی سرکار کی مرضی پر موقوف ہی۔ اطفال فقیر اور عزیزی حافظ جلیل حسن ما وجب گزار ہیں۔ امیر فقیر

نمبر ۱۳۱

۲۶۔ مارچ ۱۸۹۵ء رامپور

محبی، و سعیدی زاد عمرکم و اقبالکم۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ مدت سے آپ کی کوئی تحریر نہیں آئی غزلیں جو اصلاح ہو کر واپس بھیجی گئی تھیں انکی رسید بھی آپ نے نہیں لکھی۔ سخت تعجب ہی اور وجہ نہ معلوم ہونے سے اور بھی تردد ہی۔ خدا کرے آپ مع الخیر و العافیۃ ہوں اور من کل الوجوہ طمانیت و جمعیت حاصل ہو۔ میں آپ کا ہر وقت خیر طلب ہوں چاہیے کہ براہ سعادت یہ کارڈ پہنچتے ہی خیریت نامہ لکھیے اور رفع نگرانی کیجیے۔ میری کیفیات بدستور ہیں ہر حال میں اللہ کا شکر گزار ہوں۔ زیادہ بجز دعا کیا لکھوں سب کی طرف سے ما وجب۔ جلیل حسن بالتخصیص تسلیم گزار ہیں فقط۔ امیر فقیر

نمبر ۱۳۲

۲۶۔ جنوری ۱۸۹۵ء رامپور

سعید و رشید کونین محبی سید زاہد حسین صاحب۔ اسعدکم اللہ فی الدارین سلام مسنون و دعا مشحون۔ عرصہ ہوا ایک کارڈ آپ کا آ کر سرور افزا ہوا تھا

اس کے بعد سے کوئی سعادت نامہ تسکین بخش خاطر نہیں ہوا جی چاہتا ہے
کہ آپ کی خیریت جلد جلد معلوم ہوا کرے۔ اب کے رامپور میں آم کی فصل بالکل
خراب اور کمی کے ساتھ ہے اور مجھے ایک عالی مرتبہ ریاست میں ہدیہ بھیجنے
کی ضرورت شدید ہے۔ مجبوراً آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ سہارنپور کے عمدہ اور
بڑے آم قابل تہدی بقدر مناسب لطف کیجیے۔ مگر جلد چاہیئے کہ موقع ہاتھ
سے نہ جاتا رہے۔ آپ کی سعادت و محبت سے امید ہے کہ یہ بے تکلفانہ
تکلیف دہی بارِ خاطر نہ ہوگی زیادہ دعا۔ امیر فقیر

نمبر ۱۲۳ ریاست رامپور ۸۔ جولائی ۱۸۹۹ء

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ آم پہنچے۔ اور باعث منت پذیری ہوئے
اس کی حقیقت مجھے معلوم نہ تھی کہ سہارنپور میں عمدہ اقسام کے آم قلمی
نہیں ہوتے اب آپ کے لکھنے سے حال معلوم ہوا اور لوگوں سے سنا
بھی گیا کہ وہاں تخمی آم اچھا ہوتا ہے اور اس کا زمانہ بھادوں ہے بہرکیف
آپ نے جن دقتوں سے کوشش کر کے آم بھجوائے ہیں اس کا تہِ دل سے
شکر گزار ہوں اور مجھے اپنے بیوقت اور بے موقع تکلیف دہی سے کمال
انفعال ہے۔ دفتر امیر اللغات کی حالت جس قدر آپ کو معلوم ہو چکی ہے
اس میں کوئی جدت نہیں ہوئی۔ جس طرح سرکار سے کمی کے ساتھ امداد
ہو رہی ہے اسی طرح کام بھی آہستگی کے ساتھ تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے جو تھی جلد
جس میں "ب" کے لغات ہیں زیر تالیف ہے اور یہی جلد تو گویا تیار ہے۔

دو چار الفاظ اس میں تحقیق طلب رہ گئے ہیں مگر ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ طبع کب ہوگا اور کیونکر ہوگا۔ آپ سے تو بدرگی سب کچھ امید ہی۔ خداوند تعالیٰ آپ کو مکروہات سے محفوظ اور بجمیع الوجوہ مطمئن رکھے۔ ارباب دفتر خصوصاً حافظ جلیل حسن سلام سپاس انضمام عرض کرتے ہیں فقط امیر فقیر

نمبر ۱۲۴ دفتر امیر اللغات ۴۔ نومبر ۱۸۹۹ء

دلنواز ارباب نیاز سلام مسنون دعائے مشحون۔ گلدستہ دامن گلچیں جنوری سے باہتمام نور چشم لطیف احمد اختر پھر نکلنے گا۔ یہ وہی پرچہ ہی جو ۱۸۸۵ء میں میری زیر نگرانی نکلکر مقبول عام ہو چکا ہی۔ اب کے بھی کوشش یہی ہی کہ حسن معنوی کے اعتبار سے یہ پرچہ آپ ہی نظیر ہو چونکہ آپ کو اس کے ساتھ پہلے بھی دلچسپی رہ چکی ہی لہذا اب بھی آپ سے بنظر خصوصیت خاص ہر گونہ امداد کی امید ہی۔ جنوری کی طرح میں جو ذیل میں لکھی جاتی ہی اپنی غزل ۱۰۔ دسمبر تک لطف فرمائیے تاکہ یہ ہر دلعزیز اور مشہور گلدستہ آپ جیسے خوش فکر رنگین کلام کے گلہائے مضامین اور اشعار رنگا رنگ سے تازگی پیدا کرے۔ اس سے زیادہ آپ سے لائق مہربان کو لکھنے کی حاجت نہیں اشتہار متعاقب پہنچے گا۔ طرح

گیسوئے پیچاں کی گلیاں ہیں مری چھانی ہوئی

اطفال واحباب ما وجب رساں ہیں فقط

امیر احمد امیر مینائی

نمبر ۱۲۵

۱۲- مارچ ۱۸۹۹ء رام پور

پیارے زاہد۔ سلام و دعا۔ مدت کے بعد سواد تحریر سعادت خمیر سرمۂ کش دیدۂ انتظار ہوا۔ استفتے سے متعلق میں پنج کے طور پر آپ کو اپنا مشرب لکھتا ہوں کہ میں ہدف سہام ملامت ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور تمام عمر تجربہ ہوا کہ اول تو مناظرہ جو احقاق حق سے عبارت ہے، ہوتا ہی نہیں اور بالفرض ابتدا میں کہیں ہوتا بھی ہے تو انجام کار مکابرے اور مجادلے کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ لہٰذا میں کبھی ان جھگڑوں میں نہیں پڑتا۔ اور کسی استفتے پر فتویٰ نہیں دیتا۔ البتہ میرے سچے دوست جو بات مجھ سے پوچھتے ہیں اپنی رائے ناقص کے موافق ان کو بتا دیتا ہوں۔ اسی مشرب کی بنا پر میں تاریخ مبحوث عنہ سے بحث نہیں کرتا اور آپ کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ بے فائدہ یہ درد سر مول نہ لیا کیجیے۔ جب خصوصیت مباحث متعلقہ تاریخ سے قطع نظر کی گئی تو اب بتانے کی بات یہ رہی کہ مشتری ستارہ مذکر ہے یا مؤنث واضح ہو کہ یہ ستارہ مؤنث ہے اور جہاں کہیں سخندانوں اور سخنوروں نے استعمال بہ تذکیر کیا ہے وہاں ستارہ مقصود نہیں ہے جس کو مشتری سے تشبیہ دی ہے جیسے ناسخ کے اس مطلع پر ؎

بلبل ہوں بوستان جناب امیر کا   روح القدس ہے نام مرے ہم صفیر کا

ان کے شاگرد رشید مرزا محمد رضا برق نے جو مصرعے لگائے ہیں اس میں قمری کو جس کی تانیث میں کسی کو اختلاف نہیں بتذکیر استعمال کیا ہے تو بات یہی ہے کہ وہاں قمری طائر مقصود نہیں ہے وہ تضمین یہ ہے ؎

یہ پروانہ ہوں ازل سے سراج منیر کا قمری ہوں سرو باغ علی کبیر کا
میں نغمہ سنج ہوں چمن بے نظیر کا بلبل ہوں بوستانِ جناب امیر کا

جہاں تاریخ میں زہرہ کے ساتھ مشتری کا لفظ آئے گا وہاں مشتری سے دولھا ہی مقصود ہوگا جیسے قمری سے برق کے شعر میں عاشق یا خود متکلم و مصنف مراد ہی۔ زیادہ آپ سے ذکی اور فہمیدہ سخنور کو لکھنے کی حاجت نہیں۔ اگر تتبع کلام اساتذہ سے آپ کوئی سند مشتری کو کب کی تذکیر کی پائیے تو مجھے بھی لکھیے، تمام ہوئی یہ بحث۔ دامن گلچیں کا دوسرا نمبر عنقریب نکلیگا ہر چند تعمیل میں کوشش کی جاتی ہی مگر طبع کا کام چونکہ اوروں کے ہاتھ میں ہی دیر ہی ہوجاتی ہی۔ آپ کی غزل بھی اس پرچے کے ساتھ آپ کو پہنچے گی۔ اس مرتبہ انتظار بہت رہا مگر آپ کی غزل نہ آئی۔ چاہیئے کہ آیندہ سلسلہ جاری رہی۔ بہت دنوں آپ کی خیریت نہیں معلوم ہوتی تو نگرانی سخت مکلفت ہوتی ہی۔ براہ سعادت خیریت نامے سے جلد جلد ممنون و مسرور کیا کیجیے میرے حالات بدستور ہیں اور ناگفتہ بہ۔ ہر حال میں اللہ کا شکر ہی زیادہ کیا لکھوں فقط۔

امیر فقیر

۴۔ اپریل ۱۸۹۹ء رام پور نمبر ۲۶ الہ

پیارے زاہد۔ دعا دعا۔ مادۂ تاریخ میں لفظ "ایجاب" محض اور بجائے "قران" لفظ "وصل" لانا اور اس سے معنی ایجاب و قبول اور "قران و اجتماع" مراد لینا بہت ہی تکلف ہی اس باب میں مجھے بھی آپ کی رائے

سے اتفاق کلی ہی۔ دامن گلچیں کی غزل دیکھی اور کمیٹی انتخاب میں منتخب ہو گئی غزل آپ نے بہت اچھی کہی ہی۔ اصلاح کی فی الحقیقت ضرورت و گنجایش نہ تھی بے شبہہ آپ اپنی حذاقت سے غور کرکے ہٹا لیا کیجیے۔ اگر کبھی کوئی شعر مشکوک ہی رہجائے تو اس کو لکھ بھیجا کیجیے۔ لفظ "ساگا" کی اصل ساگھا بمعنی جنگ و جدل ہی میر تقی مرحوم کے شعر میں بھی یہی معنی ہیں۔ قدما کے سوا متوسطین و متاخرین کے کلام میں یہ لفظ دیکھا نہیں گیا "بھاکا" اصل میں "بھاشا" ہی اور ہندی میں "شا" اور "کھا" کا بدلا ہوتا ہی۔ اُردو میں فصحا کی زبان پر بیشتر "بھاکا" اور کمتر "بھاشا" مستعمل ہی۔ امیر اللغات سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ۔ کام تھوڑا تھوڑا ہو رہا ہی اور ایک بڑی جگہ سے امید بھی ہی۔ باقی خیریت ہی۔ امیر فقیر۔

نمبر ۱۲۷

۱۲۔ اپریل ۱۸۹۹ء رام پور

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ نامہ سعادت ملٹی لیکر آیا۔ لوکاٹ کی پارسل موصول ہوئی۔ زبان و دل دونوں تمھاری محبت کے شکر گزار ہیں۔ اللہ تعالی اس دلنوازی کی جزا دے۔ انفلوئنزا کا آج کل زور ہی میں اور میرے کئی عزیز کئی روز سے مبتلا ہیں۔ اللہ تعالی اپنا فضل کرے اس سے پہلے نامہائے سعادت کا جواب لکھ چکا ہوں پہنچا ہوگا۔ حافظ جلیل حسن سلام و سپاس عرض کرتے ہیں۔ فقط

امیر فقیر

یکم اکتوبر ۱۸۹۹ء دار الریاست رام پور نمبر ۱۲۸

پیارے زاہد۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا تمہاری سچی اور خالص الفت و وداد کا مشکور بنایا۔ خدا تم کو خوش رکھے کہ مجھ مغموم و محزون کو اپنی خیریت کی خوشخبری سنا کر خوش کر دیتے ہو اور میری مزاج پرسی کرتے رہتے ہو۔ میں تمہاری عنایتوں کو کس زبان سے ادا کروں۔ پیارے مجھے اس کی بڑی شکایت ہے کہ بالا بالا لکھنؤ آئے گئے اور راستے میں اس حسرت کش دیدار کو ملاقات سے مسرور نہ کیا اور دیدہ ہائے دیدار طلب کو اپنے نور جمال سے محروم رکھا۔ حضرت جلال سلمہم کی ملاقات کی کیفیت آپ نے مجمل اور مختصر الفاظ میں لکھی، ذرا تفصیل و توضیح کی محتاج تھی۔ یہ ان کے حسن ہنر و کمال کی بات ہے کہ مجھ بے ہنر و بے کمال کی اسقدر تعریف فرمائی۔ ورنہ میں اس کا سزاوار و مستحق اپنے آپ کو نہیں پاتا ؎

عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

آپ کا کلام لطافت انضمام ایک آدھ جگہ دخل دینے کے بعد بھیجتا ہوں۔ رسید ضرور لطف ہو آپ کی خوش گوئی و خوش بیانی سے بہت ہی خوشی ہے۔ واہ کیا کیا شعر کہے ہیں۔ اللہم زد و بارک۔ میری حالت کیا پوچھتے ہو۔ مختصراً یہ کہ بہر حال قابل شکر ہے ورنہ ؎

حال ایں غمزدہ بے یار ہمانست کہ بود فقط

امیر فقیر

۱۷۔ فروری ۱۹۱۰ء رام پور نمبر ۱۲۹

میرے پیارے زاہد نے مدت کے بعد مجکو یاد کیا۔ اس کا شکر گزار ہوں میں ایسی کاہشوں میں رہا اور رہوں کہ میری کوتہ قلمی عفو کے قابل ہی مرض سے رنجوری و معذوری ایک طرف، نومبر کے مہینے میں آگ نے زنانے مکان سے مشتعل ہو کر مردانے مکان تک دو پہر میں تمام اسباب راحت وسامانِ معاشرت جلاکر خاک کر دیا قلمی اور مطبوعہ کتابیں بھی بہت سی جل گئیں۔ بڑا حصہ میرے کلام غیر مطبوعہ کا بھی نذر آتش ہوا۔ مگر خداوند تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہی کہ نفوس محفوظ رہے اگر مشیت الٰہی موافقت کرے تو اور چیزوں کی تلافی ہو سکتی ہی۔ البتہ دل و دماغ اس قابل نہیں رہے۔ کہ تلف شدہ منظوم و منثور کلام کا عوض ہو سکے۔ ایک یہ بات تم کو لکھنے کے قابل ہی کہ حضرت نظام عالی مقام حیدر آباد دکن خلداللہ ملکھم و اقبالہم سے میں بنارس میں ملا۔ بمجرد اطلاع مجھے یاد فرمایا۔ اور جو نظم میں نے مناسب مقام راہ میں مرتب کی تھی اس کو بکمال التفات میری زبان سے سماعت فرماکر داد سخن دی اور وسعت اخلاق و مروت و فتوت فطری سے میرا اعزاز بڑھایا، مرضی مبارک کے موافق ان کے معزز ارکان اسٹاف نے مجھسے ہمرکاب سعادت ہونے کے لیے اصرار کیا۔ افسوس کہ میں موسم شدت برد میں اپنے مرض کی وجہ سے ان کے اسپیشل پر نہ جا سکا۔ ایک مانع قوی یہ بھی تھا کہ یہاں کے تعلقات کثیر اور حالت نازک، بغیر حصول رخصت کیونکر چلا جاتا۔ بہت ہی خطرات کا سامنا ہوتا۔ ناچار آغاز موسم گرما میں شرف حضوری کا وعدہ

کرکے چلا آیا۔ یہ سفر باعث مزید زیر باری کا تو ہوا مگر جس عنوان سے ملاقات ہوئی اس سے وہاں پہنچنے پر امید کامیابی کو حسب دلخواہ قوت ہوگئی۔ اُن کے دربار کے لوگ بالاتفاق کہتے تھے کہ ایسی ملاقات ہمنے کسی کے ساتھ نہیں دیکھی۔ اب ہر وقت یہ فکر ہو کہ سامان سفر بہم ہوجائے تو تہیہ سفر کروں۔ اس لیئے کہ ادھر کے سفر کا اظہار بھی یہاں خلاف مصلحت ہی دیکھا چاہیئے منظور الٰہی کیا ہی تمکو اپنا دلسوز قدیم سمجھکر یہ کچا چٹھا بطور راز لکھا یہ بات بھی وہاں کے احباب و عمائد سے معلوم ہوئی کہ سرکار میں برتاؤ بنظر حیثیت ہوتا ہی میرے ساتھ چند عزیز چند شاگرد بدلایق ضرور ہوں گے۔ اور مرض عسر بول و حبس بول کے سبب سے ایک پوری گاڑی سیکنڈ کلاس کی روز و ڈھر سفر میں کرنی پڑتی ہی۔ پھر وہاں پہنچکر انعام و اکرام وغیرہ کے مصارف علاوہ، کہ اس کے بغیر کسی دربار میں کام نہیں چلتا۔ اور وہ تو بڑی سرکار بڑا دربار ہی۔ آگ نے اگر گھر برباد نکردیا ہوتا تو تہیہ سامان سفر میں سامان البسہ و اثاثہ کی ضرورت نہ ہوتی۔ جو نظم میں نے وہاں پڑھی اسکو شایع نہیں ہونے دیا، یا میرے پاس ہی یا حضرت نظام کی جیب میں کہ انھوں نے سننے کے بعد ہاتھ بڑھا کر مجھ سے لے لی تھی۔ سب اطفال و عزیزان و احباب آداب واجب گزار ہیں۔ اس خط کی رسید ضرور لکھیے گا تاکہ پہنچنے سے اطمینان ہوجائے فقط۔

امیر احمد امیر

۴۔ مارچ سنہ ۱۹۰۰ع دارالریاست رامپور

نمبر ۱۳۰

پیارے زاہد۔ تمھاری تحریر سعادت تخمیر سرور افزائے خاطر فاتر ہوئی واقعۂ آتش زدگی پر جو دلسوزی کے کلمات تمنے لکھے انھوں نے لگی کو بجھایا۔ سفر سے متعلق جو دلنوازی کی باتیں لکھیں انھوں نے اور میرا دل بڑھایا اللہ تعالیٰ تمھاری فراخ حوصلگی کے موافق فلاح و کشایش کا دروازہ کھول دے۔ آمین۔ میں اپنی عزیمت کی نسبت کیا لکھوں۔ دکن سے ارکان دولت کے خطوط برابر آتے ہیں کہ اعلحضرت قدر قدرت میرا ذکر بخیر فرماتے ہیں۔ میرے بہی خواہ احباب اسی پر زور دے رہے ہیں کہ تازہ تازہ ملاقات ہوئی ہے اس کا اثر باقی ہے یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دیجیے سفر اختیار کیجیے اور بہت کچھ کیجیے میں باوصف رنجوری و معذوری سفر پر تیار ہوں مگر کیا کروں موانع قوی جو سد راہ ہیں برطرف ہولیں تو کام چلیے اور میں بھی چلوں حافظ جلیل حسن اور اطفال عقیدت خصال سب تسلیم گزار ہیں فقط۔ امیر فقیر

جامع مکتوبات خاکسار ثاقب کے نام

۱۶۔ شوال ۱۲۹۷ھ نمبر ۱۳۱

آئینہ جمال فتوت جمال آئینہ مروت اعلی اللہ شانکم۔ بعد سلام و شوق کے عرض کرتا ہے سراپا تقصیر امیر نقیر کہ یہ رنجور ڈیڑھ مہینے سے دربار جانے سے معذور تھا اسی لیے تعمیل حکم میں قصور رہا عذر خواہ ہوں "والعذر عند کرام الناس مقبول" آتش بے دود کا ایک نسخہ ہدیۃً پہنچا۔ اس کا شکر کس زبان سے ادا کروں، میری عاجزی کو پیرایۂ سپاس گزاری سمجھیے۔ جو نسخہ حضور میں

مع عرضداشت گذرانا تھا سرکارؒ نے بہت شوق سے اس کو ملاحظہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہماری طرف سے بہت تعریف لکھو اور دیوانؒ فارسی ہدیۃً بھیجو۔ حسب حکم پارسل دیوان کی روانہ کرتا ہوں۔ اس خط کو لکھتے وقت ایک عنایت نامہ مع حاشیہ اُسطرلاب پہنچا۔ اس نے اور زیادہ منت پذیر کیا۔ امیدوار ہوں کہ مجکو مخلص ممنون تصور فرما کر ہمیشہ کارہائے لائقہ سے سرفراز فرمایا کیجیے اور چونکہ دائم المرض وضعیف النیان ہوں تو دیر کو جواب لکھنا اگر کبھی واقع ہو تو عفو فرمایئے فقط معروضہ امیر احمد عفی عنہ

نمبر ۱۳۲

۱۸۔ نومبر ۱۸۹۸ء

گرامی گوہرا۔ نامہ دلنواز آیا۔ فرمایش تقریظ رسالہ سبعہ سیارہ نے دلنوازی کی داد دی۔ مگر افسوس ہی کہ مجھ سے اس زمانے میں حکم کی تعمیل نہیں ہو سکتی اس لئے کہ خود بھی بیمار ہوں اور کئی مریضوں کا پرستار ہوں سب پر طرہ یہ کہ سرکار دولتمدار کے احکام کی تعمیل سے مطلق فرصت نہیں مگر بااینہمہ صحیح بھی ہوتا تو ضرور کچھ لکھتا اگرچہ میری تقریظ اس قابل نہیں ممکن تھی کہ اس رسالے کے آخر میں پیوند ہوتی۔ زربفت کے لباس میں ٹاٹ کا ٹکڑا کیونکر کھپ سکتا۔ مگر خیر، آپ کی خوشی تو ہو جاتی۔ افسوس کہ اس دولت سے بھی محروم رہا اگر زندگی باقی ہی تو کبھی تلافی ہو گی۔ امید ہی کہ عذر پذیری کو کام فرما کر عفو جرم سے سرفراز کیجیے۔ فقط خدا کرے آپ امتحان میں پورے اُتریں اور خاطر خواہ کامیاب ہو کر روز افزوں ترقیاں پائیں فقط امیر احمد عفی عنہ

۲۰ جنوری ۱۸۵۹ء نمبر ۱۳۳

کرم گسترا معنی پرورا۔ تسلیم۔ اب کے سال مجکو محرم کا تمام مہینہ محرم کی دسویں کی طرح غم میں گذرا پوچھیے کیوں تو عرض کروں کہ عشرۂ ثانیہ میں جو عنایت نامہ آیا اس سے معلوم ہوا کہ میرا وہ نیاز نامہ جو میں نے بمجرد وصول صحیفۂ اولین جواب میں لکھا اور بدیۃً سبعہ سیارہ کی تاریخ کہی اور اس میں لکھی آپ کو نہ پہنچا کاش اسی زمانے میں وہ خط پہونچ جاتا تو تقریظ نہ لکھنے کی شرمندگی نہ اُٹھاتا۔ افسوس ہزار افسوس، کہ میری طرف سے تو یہ تعمیل حکم میں جلدی اور آپ کو یہ گمان ہوگا کہ یہ تاریخ کہنے کو بھی اڑ گیا۔ طرفہ یہ کہ ۱۵ محرم کو جو عنایت نامہ آپ نے لکھا اس میں یہ بھی لکھا کہ میں یہاں سے وہاں اور وہاں سے کہیں اور جاؤں گا تو جنوری میں مجھے خط لکھنا۔ پس محرم کے مہینا بھر مجکو رونا رہا کہ الٰہی جلدی یہ غم کے دن گذریں اور آپ سہارنپور پہنچیں اور میں عذر واقعی لکھوں اور پھر تاریخ بھیجوں اور وہ پہنچے تو کچھ آنسو تھمیں۔ الٰہی میری نارسائی بخت آپ کی قوت اقبال پر ترقی نہ کر سکے۔ اور یہ خط تلف نہونے پائے۔ خیر یہ مطلب تو تمام ہوا۔ سردی کی شدت جو آپ نے لکھی ہے سب واقعی ہے۔ ادھر بھی اب کے سال بہت شدت ہے اور میں چونکہ ضعیف البنیان ہوں اس موسم میں اکثر مریض رہتا ہوں۔ سردی ہو خواہ گرمی تری ہو یا خشکی جو کیفیت غالب ہوتی ہے طبیعت اس سے مغلوب ہو جاتی ہے۔ میر ضامن علی صاحب جلال آ گئے اور پچاس روپیہ مشاہرہ پر نوکر

ہوئے مع الخیر ہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں فرصت نہیں ملتی اور لکھتے وقت
دل کی دل ہی میں رہجاتی ہی۔ قطعہ تاریخ جو سراسری عرض کیا تھا وہ بھیر
بھیجتا ہوں پسند کے قابل تو نہیں ہی مگر بپاس خاطر جبراً قبول فرمائیے۔
چھاپئے نہ چھاپنے میں اختیار ہی مگر یہ خفگی تو جائے کہ نہ تقریظ لکھی نہ تاریخ فقط

امیر فقیر عفی عنہ

نمبر ۱۳۴

بندہ پرور۔ اسکے بیرنگ خط بھیجنے کا قصور معاف ہو ٹکٹ لگاکر بھیجا تھا وہ
نہ پہنچا اب سے جلکر بیرنگ روانہ کیا ہی خدانخواستہ یہ بھی نہ پہنچا تو رجسٹری کی
نوبت آئے گی فقط۔

امیر فقیر

نمبر ۱۳۵

۲۔ فروری ۱۸۹۵ء

مخدومی حضرت ثاقب سلمہ اللہ الواہب۔ سلام مسنون اخلاص
مشحون قبول ہو۔ اور دیر رسی جواب معذوری واقعی پر محمول ہو۔ پہلا
محبت نامہ آیا تو مراۃ الغیب بہم پہنچانے کی فکر ہوئی اس کو چھپے ہوئے
کئی برس ہوئے میں نے دو سو نسخے لیے تھے وہ نذر دوستان نزدیک و
دور ہو چکے اس شہر میں تاجران کتب کے پاس بھی نہ ملا۔ ناچار مطبع
منشی نولکشور کو لکھا اب تک جواب نہیں آیا۔ میرے پاس نعتیہ مسدسات
جن کے نام ذکر شاہ انبیا، صبح ازل، شام ابد، لیلۃ القدر ہیں موجود ہیں

مرأۃ الغیب، گوہر انتخاب، محامد خاتم النبیین، مضامین دل آشوب نہیں ہیں۔ موجودات میں جس کی طرف التفات ہو بھیجدوں، اور کوئی امر تحریر اولین میں جواب طلب نہیں۔ تحریر ثانی سے امتحان انگریزی درجہ اول میں کامیاب ہوتا معلوم ہوا۔ اور ایسا جی خوش ہوا کہ اپنی کامیابی کا مزہ ملا۔ حق تعالیٰ وہ دن لائے کہ مژدۂ صدر آرائی سننے میں آئے۔ الٰہی مدام مکارہ سے محفوظ اور لذائذ سے محظوظ رہیئے۔ زیادہ کیا لکھوں کہ نہ بیماری سے نجات ہوتی ہے نہ پرستاری سے۔ مکروہات دنیاوی اور اندیشہ ہائے اخروی علاوہ ہیں۔ اللھم اغفر ذنوبی واستر عیوبی۔

راقم آثم امیر احمد عفاعنہ

۱۰ فروری ۱۸۹۱ء از دارالریاست رامپور افغانان روہیلکھنڈ نمبر ۱۳۶

بندہ نواز۔ نوازشنامہ آیا منت پذیر فرمایا۔ صبح ازل، شام ابد، لیلۃ القدر بھیجتا ہوں۔ ذکر شاہ انبیا جو جامع مضمون ولادت و رضاعت معراج و فضائل و وفات ہے اب نہیں باقی ہے۔ دو مثنویاں مختصر ایک نور تجلی دوسری ابر کرم بھی موجود ہیں مگر محض ثوابی ہیں۔ شاعری ایسی نہیں ہے کہ آپ کو پسند آئے اسلیے نہیں بھیجیں۔ ان مسدسات میں کسی قدر حسن شاعری بھی ہے۔ نور نظر لخت جگر محمد احمد تم تسلیم عرض کرتا ہے فقط۔

امیر احمد عفاعنہ

نمبر ۳۷ـــلـہ
۱۲۔جولائی ۱۸۹۱ء
مخدوما و مکرما دام الطافکم۔ بعد سلام سنت الاسلام کے واضح خاطر عاطر ہو کہ تلاش کرتے کرتے عرضی مطلوبہ دارالانشا میں ملی اسکی نقل ایک دوست سے لکھوائی مقابلہ کر کے تصحیح کی نوبت نہیں آئی چونکہ آپ ہی کا کلام ہے تو آپ عندالملاحظہ صحیح کرلیں گے۔ زیادہ سوائے اظہار اخلاص معنوی کے کیا لکھوں۔ امید ہے کہ بنظر خلق و کرم اتم کے کبھی یاد فرمایا کیجیے فقط امیر احمد عفا عنہ

نمبر ۳۸ـــلـہ
۲۹۔ نومبر ۱۸۹۱ء
احسن الاحبا مولوی احسن اللہ خاں ثاقب سلمہم الواہب۔ بعد سلام مسنون اخلاص مشحون کے واضح ہو کہ رافت نامہ مدت کے بعد آیا اور نور و سرور دیدہ و دل بڑھایا۔ میں آپ کی کس کس عنایت کا شکر کروں کہ مجھ سے ناچیز کو بایں خوبی و اخلاق یاد فرماتے ہیں اور کوتہ قلمی کا گلہ کرتے ہیں اس شکایت کا شکر بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ خداوند تعالیٰ مکارہ سے محفوظ رکھے آمین۔ اب میں بصد انفعال عذر کرتا ہوں کہ اس زمانے میں خود بھی بیمار رہا اور عزیزوں کا بھی بیماردار رہا۔ ایک عزیز کا انتقال ہو گیا ان کا ماتمدار رہا۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مکروہات رہے جنکا بیان نہیں ہو سکتا۔ امید کہ آپ قصور معاف فرمادیں۔ تذکرۂ انتخاب یادگار حسب فرمایش سرکار مرتب ہوا اور چھپ کر سرکار میں داخل ہوا ایں

اپنی تالیفات کو اس قابل نہیں جانتا کہ ہدیۂ احباب کروں علی الخصوص یہ تذکرہ جس میں مجکو حالات تاریخی اور انتخاب اشعار میں ایسی مداخلت ہی جیسے قلم کو دست کاتب میں، مگراب جو آپ نے یاد فرمایا تو ضرور ہوا کہ ایک نسخہ بھیجوں۔ تاجر سے کہا ہی متعاقب پہنچے گا اور دونوں تذکرے بھوپالی میرے پاس ہیں، آپ ان کے بھیجنے کی تکلیف نہ فرمایئے۔ آپ نے انگلستان جانے کی بُری سُنائی۔ یہ بار عظیم مہاجرت کا مجہ ناتواں سے کیونکر اُٹھے گا۔ خیر خداوند عالم ایسا کرے کہ آپ کو یہ سفر وسیلۂ ظفر ہو اور فائز المرام وہاں سے آکر ہندوستان میں وہ مرتبہ پائیں کہ آپ کے نبیرطالب اس پر فخر کریں۔ زیادہ کیا لکھوں۔ نور چشم محمد احمد کو تسلیم رسال ہیں۔

امیر فقیر عفا عنہ

یکم ربیع الاول ۱۲۹۹ھ دار الریاست رامپور افغانان نمبر ۳۹ الر

بندہ نواز تسلیم ۔ ۱۹۔ دسمبر کا پوسٹ کارڈ اسوقت نظر پڑا چونکہ اُس میں آپ نے لکھا ہی کہ سہارنپور پہنچکر میں تذکرہ انتخاب یادگار کی نسبت کچھ لکھوں گا اور اس کے مضامین سے اطلاع دوں گا۔ لہذا اس کے انتظار میں اب تک جواب نہیں لکھا اب بمجبوری اس پوسٹ کارڈ کی رسید اور شکر پسند تذکرہ کا لکھتا ہوں۔ بندہ پرور اس تذکرے میں اگرکچھ محاسن ہوں تو ان کو آپ سے نہر بین جانیں اور جو اس میں بمجبوری قبایح دیں قرار واقعی ان کو میرا دل جانتا ہی مگر کیا کروں مامور تھا معذور

تھا۔ دیباچے میں اس کا اشارہ بھی کیا ہو۔ آپ غور سے پڑھیے گا۔ تو سمجھ جائیے گا کہ مؤلف مجبور تھا۔ خداوند تعالیٰ آپ کو مراتب امتحان سخت و دشوار سے فارغ کرے اور اس محنت شاقہ کا ثمر دے۔ ہندوستان میں کسی جلیل عہدے پر آپ کی ماموری اور حکومت کی خبر سامعہ نوازی فرمائے تو دل کو چین آئے۔

امیر فقیر عفا عنہ

نمبر ۱۴۰

۷۔ محرم سنہ ۱۳۱۲ھ

مخدوم گرامی مناقب مکرمی حضرت ثاقب۔ سلام و نیاز کے بعد التماس ہو کہ مدت کے بعد اس وقت بجھی ہوئی آگ بھڑکی یعنی آپ نے یاد فرما کر پھر لولہ شوق و ذوق بڑھایا۔ میرے تغافل کی شکایت کو بجا ہو مگر میں اس شکایت کا شکرگزار ہوں ؎

ہر چہ از دوست میرسد نیکوست

مثنوی نشتر تیز کی تاریخ کہنے کی فرصت اور لیاقت مجکو کہاں مگر تعجیلاً للمسکم سردست جو خاطر فاتر میں آیا ہو وہ قطعہ دو بیتی ذیل میں لکھتا ہوں ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

مرآة الغیب کے سو نسخے لقیمت مجکو بھی لینے پڑے تھے۔ اطلاعاً عرض پرداز ہوں تحریر مطابع و الیس پہونچتے ہی امید ہو کہ آپ ہمیشہ یاد فرماتے رہیے تاکہ یہ معلوم ہوتا رہے کہ آپ کہاں تشریف رکھتے ہیں اور کس شغل میں ہیں۔ میں اپنے اسقام جسمانی اور آلام روحانی کا حال لکھوں تو نامہ ایک

دفتر ہو جائے اور دوست کا دل دردمند ہو کیا حاصل۔ اپنے والد ماجد کی جناب میں بشرط گنجائش و التفات نیازمند کی طرف سے تسلیم کہدیجیے

قطعہ تاریخ

گفت چوں ثمنوی نشتر تیز ۔۔۔ ثاقب تیز فہم و تیز نظر
گشت محسود خلق و گفت امیر ۔۔۔ دل حاسد مقام ایں نشتر

امیر فقیر

۲۔ مارچ ۱۸۹۳ء ۔۔۔ نمبر ۱۴۱

فقیر نواز کہوں یا امیر نواز کہوں امیر نواز کہنے میں آپ کی ترقی مراتب تو ہی مگر اپنی نسبت امارت کی اضافت خود نمائی ہی اور وہ بھی جھوٹی خود نمائی اس لیے کہ برائے نام امیر ہوں اور درحقیقت فقیر ہوں وہ بمعنی لغوی یعنی محتاج محض نہ باعتبار اصطلاح تصوف کہ وہ فقیری ہر امیری پر ترجیح رکھتی ہی ؎ گدا پادشاہ ست و نامش گداست

بہر کیف فقیر نواز و امیر نواز اس جگہ دونوں یکساں ہیں۔ لکھنا کیا تھا قلم بہک کر کدھر نکلگیا معاف کیجیے اور مطالب کا جواب لیجیے کہ عنایت نامہ آیا منت پذیر فرمایا۔ اپنی کیفیت ابتدائے سن شعور سے اب تک کی جو کچھ آپ نے لکھی وہ سب میں نے مکرر پڑھی اور آپ کی بے تکلف عبارت کے مزے لوٹے حقیقت یہ ہی کہ لڑکپن سے جوانی تک اس انسان ضعیف البنیان کو عجب عجب کیفیات میں بسر کرنا ہوتا ہی کہ طبیعت تو آزادی

چاہتی ہے اور مربی مقید کرتے ہیں مگر ایک تیسری منزل آتی ہے جس کو بڑھاپا کہتے ہیں۔ بھائی وہ کڑی منزل ہے جو لوگ اس منزل میں داخل ہوگئے ہیں وہاں کے مصائب وہی جانیں۔ اللہ آپ کی عمر میں ایسی برکت دے کہ میرے اس مطلع کے مصداق ہو جائے ؎

باقی نہ کوئی دل میں الٰہی ہوس رہے　　بارہ برس کے سن میں وہ لاکھوں برس رہے

اور بڑھاپا بھی اللہ آسایش سے بسر کردے ہم لوگوں کی طرح اڑیاں نہ رگڑیں اڑیاں رگڑنے کی توضیح اگر لکھوں تو آپ کا وقت عزیز ضائع کروں اور یقین تو آئے نہیں اس لیے کہ اس منزل پر ابھی پہنچے ہی نہیں لہٰذا اس افسانے کو چھوڑتا ہوں اور ضروری مطالب لکھتا ہوں کہ مسودات مطلوبہ کا پمفلٹ بھیجدیا۔ ہدایات متعلقہ شاعری جو آپ مجھ سے پوچھتے ہیں

ما خویشتن گمیم کرا رہبری کنیم

ایک عمر گذر گئی مگر آج تک وہ باتیں پیش آتی ہیں کہ خود تحیر رہتا ہے آپ بے ذہین اور جوہر قابل کے واسطے کچھ ہدایت نامہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ماشاء اللہ فکر رسا ہے جو قسم شعر کہیے ابتدا میں کسی استاد سے اصلاح لیجیے اس کی محو و اثبات سے چند روز میں خود راہ راست پر آجائے گا۔ لغزش جاتی رہے گی۔ رہا منزل مقصود پر پہنچ جانا یہ بہت مشکل ہے اسباب سب فراہم ہوں تب بھی ؎

عمرے باید کہ یار آید بکنار

غرض عربی کے رسائل بہت ہیں بعضے چھپ بھی گئے ہیں معیار الاشعار

محقق نصیر الدین طوسی، جامع عروض عربی و عروض پارسی ہے اور اگر عروض عربی زبان عربی میں مقصود ہو تو شرح قصیدۂ خزرجیہ دیکھیے اور مولوی احمد سعد اللہ صاحب مرحوم نے عروض یا قافیہ ایک متن مع شرح لکھا ہے وہ چھپ گیا ہے وہاں نہ ملے تو میں تلاش کر کے بھیجدوں۔ زیادہ کیا لکھوں اردو فارسی کبھی کبھی کوئی غزل مجکو بھی بھیجدیا کیجیے کہ دیکھکر خوش ہو جایا کروں اور خط لکھنے میں بہت دیر نہ فرمایا کیجیے کہ جی افسردہ ہو جاتا ہے اپنے یاران انجمن کو میرا سلام اور شوق غائبانہ کہیئے محمد احمد تسلیم گذارش کمالِ تعجیل میں یہ چند سطریں لکھدین بے ربطی اور غلطی کا عذر قبول ہو۔

راقم آثم امیر مینائی عفا عنہ

نمبر ۱۴۴

۷ جنوری ۱۸۹۸ء

گرامی گوہرا۔ سلام مسنون خلت مشحون۔ عنایت نامہ آیا غزل ساتھ لایا۔ اس نے سرفراز کیا۔ اس نے دلنوازی کی دونوں کا شکر گزار ہوں اور براہ دلسوزی جو کچھ آپ نے خطاب میں لکھا اسکا شکر ادا نہیں ہو سکتا میں خود سمجھتا ہوں کہ میرے حق میں پاس وضع مضر ہو مگر کیا کیا جائے کہ پاس آبروے دیرینہ قابل لحاظ نہیں ہو سکتی۔ اسباب ایسے فراہم ہو گئے ہیں کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کا مصداق ہو رہا ہوں حرکات اضطراری ہوا کرتے تھے۔ یہاں سکون و حرکت سب اضطراری ہیں موفق حقیقی توفیق نیک عطا فرمائے۔ آپ بھی دعا فرمائیے۔ منشی طفیل احمد صاحب میرے الیسے دلسوز

سچے دوست ہیں کہ میں ان کی صفات پر فخر کرتا ہوں۔ اللہ ان کو دونوں جہان میں اس کی جزا دے۔ غزل فارسی آپ کی دیکھی۔ ماشاء اللہ بے مشقی میں کیا کیا شعر فرمائے ہیں۔ اللّٰہم زد۔ گلدستہ دامن گلچیں کی نسبت التفات آپ کا اس قدر کافی نہیں ہے کہ آپ خریداری فرمائیں بلکہ آپ سے فروتر احباب نے بھی تیس تیس درخواستیں بھجوائی ہیں۔ آپ کو بھی برعایت اپنی شان اور بپاس مشرب وضع و محبت کے سعی بلیغ فرما کر جلد درخواستیں بکثرت بھیجنا چاہئیں۔ غزل فارسی آپ کی جب آپ منتخب فرما کر بھیجا کریں گے رونق افزائے گلدستہ ہوا کرے گی۔ غزل فارسی اپنی آپ کو کیا بھیجوں شرم آتی ہے۔ میں تو نہ اردو کا شاعر ہوں نہ فارسی کا۔ مریدا آلام و اسقام ہوں۔ بناچاری کچھ موزوں کرتا ہوں تو کبھی بھیجوں گا۔ اب تو التماس اس گلدستے کی بیل منڈھے چڑھ جائے اور مشتہرین اشتہار نے جس غرض سے میرا نام درج اشتہار کیا ہے اس کی لاج رہ جائے۔ نورچشم محمد احمد نے بمجبوری اس مشقت کو گوارا کیا ہے آپ بہت اس کا پاس کیجیے گا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ جواب ضرور لطف ہو۔

امیر فقیر

لکھنؤ کٹرہ ابو تراب خاں۔ ۱۴ مئی ۱۸۹۵ء روز پنجشنبہ نمبر ۱۴۳

مکرم دلنواز۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ نامۂ نامی آیا۔ ممنون یاد آوری فرمایا۔ غزل بھی دیکھی اور ہر شعر پر وجد کیا۔ سبحان اللہ کیا کیا شعر کہے ہیں۔ میں مسرور ہوں ضرور ان پھولوں سے دامن گلچیں کو آراستہ کرتا مگر دامن کیجیے

ہے میرا خاص تعلق نگرانی کا ہے اور امور میں قمر باتفاق رائے کمیٹی کاربند ہوتے ہیں اور کمیٹی کی رائے غیر طرح کلام درج کرنے کی اب تک نہیں ہے اور طرح کا کلام اس قدر آتا ہے کہ ورق بڑھانا پڑتے ہیں اس لیے میں نے آپ کی غزل کو باحتیاط رکھ لیا ہے اگر آیندہ کلام غیر طرح چھپنے لگے گا تو ضرور چھپے گی بشرطیکہ اس سے پہلے شائع نہو چکی ہو۔ مجکو آپ اپنا مخلص دیرینہ تصور فرمائیں۔ آخر میں پھر عذر خواہ ہوں کہ بمجبوری ابھی آپ کی غزل درج گلدستہ نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر اُردو زبان میں کچھ موزوں کرنے کا اتفاق ہوتا ہو تو طرح دامن گلچیں میں طبع آزمائی ضرور فرمائی جائے کہ اس کی رونق بڑھے اور ترتیب حروف تہجی میں آپ کے تخلص سے تائے مثلثہ کا گھر آباد ہو کہ وہ ویران پڑا ہے فقط۔ امیر احمد عفا عنہ

یحییٰ گنج قریب شوالہ بھوانا سنگھ مکان ڈپٹی وحید الزمان خان صاحب مرحوم

بھ۔ ستمبر ۱۸۹۵ء نمبر ۱۴۲ الہ

یاد آورم۔ کرم گستر سلام نیاز۔ کارڈ آیا ممنون یاد آوری فرمایا۔ فرصت نہ دیکر وہات اطاقت وقعت استقام و آلام جمعیت تو ایک مفروض محض ہے نہ کبھی تھی نہ اب ہے نہ آیندہ محتمل۔ البتہ اسباب اس کے فقدان کے مختلف ہوتے ہیں ریاست میں اطاعت سے فاقہ تھی اب وفور مکارہ سے معدوم ہے الغرض نفس لئیم شکایت سے کبھی خالی نہیں۔ بندہ نوازمیں عاطفت النسیان ہوں اور اکثر بیمار اور بیماروں کا پرستار رہتا ہوں حقتعالی

نے ایک قافلہ صغار و کبار ذکور و اناث کا خدمتگزار کیا ہے اور زمانہ دو برس سے ناموافق ہے گوناگوں نقصان اٹھائے اور اٹھاتا ہوں۔ الغرض اسباب پریشانی کا ہجوم احباب کی خدمت میں نامہ نگاری سے بھی محروم رکھتا ہے۔ میری کوتہ قلمی معاف ہو۔ لکھنؤ میں جب آپ تشریف لائیں گے تو بشرط حیات ملاقات سے مستفید و مسرور ہوں گا۔ محمد احمد بضرورت دہلی گئے ہیں۔ زیادہ کیا لکھوں۔ امیر فقیر لکھنؤ

۱۲۔ رمضان ۱۳۰۴ھ نمبر ۱۴۵

سلام نیاز۔ کارڈ آیا سرفراز فرمایا محمد احمد سلمہ اللہ الصمد مزاج پرسی کے شکر گزار ہیں اور دو ڈھائی برس سے طبیعت ان کی صحیح نہیں رہی اب بھی بیمار ہیں۔ یونانی اور ڈاکٹری علاج ہو رہا ہے میں ضعف پیرانہ سالی اور دائم المرض ہونے سے باطل محض ہو گیا ہوں۔ آلام روحانی سب پر طرہ ہیں۔ انقلاب ریاست سے تردداتِ ایسے بڑھ گئے ہیں کہ ان کو لکھ نہیں سکتا۔ فراق دائمی نواب خلد آشیاں کا صدمہ اور زیادہ روح فرسا ہے کہ وہ میرے بڑے ناز بردار اور عموماً اہل شہر کے قدردان تھے۔ الغرض عجب نازک حالت میں زندگی کے دن کاٹتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آپ کے جشن کتخدائی کی عمدہ تاریخ کہنے کو بہت جی چاہتا ہے مگر افسردہ دلی سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ دعا فرمائیے کہ اسباب جمعیت خاطر کے رونما ہوں۔ آپ کی دلبری کا نہایت ممنون ہوں فقط امیر فقیر

نمبر ۱۶

۱۱۔ مئی ۱۸۸۶ء رامپور مراد آباد

سلام مسنون اخلاص و سپاس مشحون۔ اس وقت ۸۔ مئی کا کارڈ آیا چونکہ اس سے پہلے کوئی تحریر عنایت خمیر مجکو نہیں پہنچی لہذا میں اس فقرے کے معنی کہ "تاریخ تقریب سے معزز کیا جاؤں" بالکل نہ سمجھا امیدوار ہوں کہ مفصل تحریر فرمائیے تاکہ قصد تعمیل حکم کیا جائے۔ اس زمانے میں گوناگوں پریشانیوں میں مبتلا ہوں خصوصًا قلق فراق دائمی حضرت خلد آشیاں نے سخت افسردہ دل کر دیا ہے مدت کی صحبت دیکھائی بھتی۔ افسوس صد افسوس۔ اب رئیس حال کے حق میں دعا ہے کہ خداوند اقدس عمر دراز اکرے اور صحت کاملہ عطا فرمائے۔ جناب اعظم الدین خاں بہادر جنرل ریاست اب مدار المہام با اختیارات کامل ہیں وہ اک مرد متین و مہذب انگریزی تعلیمیافتہ بڑے جفاکش ہیں بطور خود ربط و ضبط و نظم و نسق میں کوشش کر رہے ہیں۔ میری حالت اب تک تو باعتبار تعلقات کے بدستور ہے آگے کا حال معلوم نہیں فقط امیر فقیر

نمبر ۱۷

۱۴۔ مارچ ۱۸۸۹ء

میرے دلنواز۔ مجھے آپ سے مطلق شکایت نہیں بلکہ بدستور آپکی محبت قدیمانہ پر بھروسہ ہے۔ حجاب ہے تو اپنے تساہل کی بدولت ہے اور شکایت ہے تو اپنی کم نصیبی سے ہے کہ احباب کی خدمتگزاری سے بھی محروم

رہتا ہوں۔ مکروہات کا ہجوم رہتا ہے۔ میرے سفر میں پھر چند روز کا توقف معلوم ہوتا ہے اس وقت جو ڈاک آئی اس نے متوقف کر دیا۔ پھر دوسری تحریر کا انتظار کرنا پڑا جو ایک ہفتے سے کم میں متصور نہیں۔ آپ اشعار مشکوک ضرور لکھدیں تاکہ اشعار متصرفہ کی تکمیل تو ہو جائے۔ تتمہ بیاض پھر کبھی دیکھو نگا۔ فقط آپکا منت پذیر امیر فقیر

مکرر یہ کہ اسوقت کی ڈاک سے رکنا پڑا ورنہ تہیہ سامان سب ہو چکا تھا۔ صبح کو کل قصد حتماً تھا۔ عرفت ربی بفسخ العزائم۔

۱۴۔ مارچ ۱۸۹۸ء نمبر ۱۴۸

مکرما زاد عنایتکم۔ اشعار مشکوک و محتاج نظر ثانی کو علحدہ تحریر فرما کر جو جو شک لکھدیجیے تاکہ میں نظر ثانی کر کے بھیجدوں اس کے بعد آپ سے طول بیشتر اس مقدمے کے طے ہونے سے لئے کا رہ نہیں ہے فقط

غرق عرق تشویر امیر فقیر

۷۔ اگست ۱۸۹۸ء نمبر ۱۴۹

روحی فداک۔ ایک پٹھے کی مجھے ضرورت ہے ایک حق کا نسخہ اسکے بغیر کھنچ نہیں سکتا۔ اس نسخے میں آب گندہ آب کسیرو آب بیٹھہ ہے۔ گا جر تو اس موسم میں ممکن نہیں مگر کسیرو کی تلاش کا حل ہو تو شاید ملجائے لو کا حل تلاش مجھ سے کیونکر ہو مجھے تو پیٹھا بھی نہیں ملتا جو ہمیشہ مکے میں معمول ہے۔

خیال آیا کہ آپ کو ایکٹنگ ہوئی سرکاری باغوں کا تعلق آپ سے ہو تو آپ
باغبانوں سے تاکید فرما دیں اور جلد بھجوا دیں۔ اور اگر آپ سے تعلق نہ ہو تو
جن سے تعلق ہو ان سے کہہ دیجیے یا اُن کا نام نامی مجھے لکھیے کہ میں انکو
لکھوں۔ بہرکیف کیسرہ اور میٹھا دونوں اگر پہنچیں تو سبحان اللہ اور کیسرہ
نہ ملیں تو میٹھا جلد منگوا دیجیے۔ سوا سیر پانی کیسرہ کے عرق میں پڑے گا اور
سوا سیر میٹھے کا۔

فقیر امیر مینائی عفی عنہ۔

نمبر ۵۰

۱۴۔ اپریل ۱۸۹۹ء

محبی و مکرمی۔ سلام مسنون و دعا و اخلاص مشحون۔ میں نے سنا کہ کسی قدر
آپ کی ترقی ہوئی اگر سچ ہے تو اس کی مبارکباد لیجیے اور منہ میٹھا کیجیے۔ منہ میٹھا
کرنے کا یہ طریقہ اچھا ہے کہ جس جس قسم کے چاول وہاں اچھے ہوتے ہیں
وہ تھوڑے تھوڑے سے بھجوا دیجیے۔ قند و شکر یہاں بہت ملتی ہے وہ ملا
لیجائے گی اور سال بھر میٹھے چاول کھائے جائیں گے شیر برنج کا بھی استعمال
زیادہ ہے اس کے لیے خالص دودھ کی حاجت ہے اور بھینس میرے
یہاں ایک ہفتے سے نہیں رہی۔ بازار کے دودھ سے نفرت ہے۔ ایک
عمدہ بھینس جو غریب و شایستہ قوم کی اچھی کم سے کم چھ سات سیر دودھ
دیتی ہوئی اور کمال صلاحیت و خوبی سے گھر میں پل سکتی ہو وہ بھی اگر ادھر
تلاش کر دی جائے تو مزید احسان ہے۔ قیمت چالیس پچاس تک دینا منظور
ہے بشرطیکہ مال زیادہ کا ہو آپ وہاں سب صدروں کو دکھا لیجیے گا کہ جملہ محاسن

اس میں ہوں۔ طاقی وغیرہ عیوب سے بھی پاک ہو۔ غریب ضرور ہو ورنہ ماماٗیں خدمتگزار کو دکر الگ ہو رہیں گی۔ آپ کی خودداری سے بنجاروں کے یہاں جو شوق سے پالتے ہیں ملجائے گی۔ یا بازاروں میں بہم پہنچے گی یہاں نہیں ملتی، بلاسپور، سوار میں تحصیلدار و پیشکار کو لکھا تھا اور روپیہ بھی بھیجا تھا دستیاب نہوئی اب دیکھنا چاہیے آپ کی کوشش کیا نتیجہ دیتی ہے۔ چار پانچ گھڑے سرکے بھی اچار کے واسطے درکار ہیں میں نے رس رکھوا دیا تھا کہ وقت پر سرکہ ملے مگر ضائع ہو گیا۔ وہاں بآسانی شاید ملجائے ورنہ شاہ آباد سے منگوانا پڑے گا۔ محمد احمد مع اخوان اور لیاقت حسین مع احباب ماوجب رساں ہیں۔ روپیہ چاولوں کی قیمت کا اور بھینس کی قیمت کا یہاں فوراً ملے گا میں بھیجدیتا مگر دو جگہ بھیجا سوار کو اور بلاسپور کو اور دونوں جگہ سے پلٹ آیا تو خیال آیا کہ شاید روپیہ بھیجنا ہی منحوس ہو۔ لہذا صرف فرمائش پر اکتفا کی گئی۔

مجموعی چاول ایک من پختہ سے کم نہوں اور ہر قسم کا نام اور نرخ معلوم ہوجائے تاکہ جو قسم پسند آئے وہ عندالضرورۃ پھر منگوائے جائیں۔ امیر فقیر

۱۵ شعبان ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۵۳ء نمبر ۱۵۱

مرحمی فداک۔ سلام مسنون دعا و اخلاص مشحون۔ نامہ دلنواز آیا ممنون فرمایا۔ چاولوں کے نمونوں میں سے دلبا دل غیر مطلوب ہی یہاں بھی دیسی بکثرت ملتے ہیں۔ چلکیا...... ایک من پختہ اور فتحپوری دس سیر بھیجدیجیے۔

یہ دونون چاول اچھے ہیں البتہ پہلے سے گران پڑتے ہین۔ کئی باران اقسام کے چاول آگے منگوائے اُس زمانے مین اس قیمت سے سستے تھے بہرکیف اب جو قیمت ہی اس کے حساب سے ۱۲ روپے چاہئین میں بعد بھیجتا ہوں مزدوری باربرداری کی جو قرار پاے اس سے آگاہ فرمایئے گا بھینس جب کہیں قرار پائے تو شرائط پر بتامہا نظر فرمالیجیے گا۔ ایسا نہو کہ بعض شرائط کے فوت ہوجانے سے اس کی پرورش دشوار ہوجائے مجھے امید ہی کہ آپکی توجہ منتج بہ نتیجہ دلخواہ ہوگی۔ آخر میں ایک بات بنظر بے تکلفی کے لکھتا ہوں کہ "بانگی" یعنی نمونہ کو آپ نے دو جگہ اپنے خط میں "باندگی" باضافہ دال مہملہ بعد نون لکھا ہی حال آنکہ دال اس میں نہیں ہی۔ امید ہی کہ یہ اطلاع طبع نازک پر گراں نہو۔ نورِ عین محمد احمد کو کئی دن سے تپ ہی بارانجین مین کم فرصتی سے مسہل لیے وقت ہوئے طبیعت بگڑگئی ہی سلام نیاز کہتے ہیں۔ سب اطفال ما وجب گزار ہیں۔ امیر احمد عفی عنہ

بسرکہ اگر عمدہ اور مقدار میں معتدبہ پہنچے گا تو مزید منت کا باعث ہوگا۔

نمبر ۱۵۲

۱۹۔ اپریل ۱۹۰۹ء

روحی فداک۔ چاول آئے ممنون کیا جن چاولوں کا نمونہ تھا وہی ہیں پکوا کر دیکھنے کے بعد زیادہ کیفیت ان کی معلوم ہوگی۔ میں اس عنایت کا شکر گزار ہوں۔ لیاقت حسین کہیں تحقیقات کو گئے ہیں ٹٹو بند ہوا الیا ہو شاید آکر کچھ لکھیں۔ محمد احمد کو بفضلہ تعالیٰ تپ پرسوں سے نہیں ہی۔ کل

مسہل تھا آج تبرید ہی۔ سلام نیاز اور شکر مزاج پرسی ادا کرتے ہیں فقط امیر فقیر

۲۱۔ اپریل ۱۹۴۶ء نمبر ۱۸۲

مکرما۔ روحی فداک۔ سلام مسنون و دعائے ترقیات روز افزوں۔
دو گھڑے سر کے پہنچے۔ اور بھی آلیں گے تو ایک ہی بار میں کھنچوا کر مقطر تیار کیا جائے گا۔ یہ دو سطریں محض بطور رسید و شکر کے لکھی ہیں کہ ولئن شکرتم لازیدنکم" مجھے یاد ہی۔ خدا کرے عمدہ بھینس بھی ملجائے محمد احمد مع اخوان سلام نیاز کہتے ہیں اور لیاقت حسین بھی۔ امیر فقیر

۲۹۔ اپریل ۱۹۴۶ء نمبر ۱۸۳

روحی فداک۔ سلام مسنون دعا مشحون بھینس اگر ذرا بھی شریر ہوئی کہ گھر میں نہ پل سکی یا دودھ دہوانے میں رانگ لائی تو مجھے واپس کرنا بمجبوری ضرور پڑے گا اور اگر دودھ کے مقدار میں متعین مشروطہ سے پاؤ بھر آدھ سیر کی کمی ہوئی تو ہرگز واپس نہوگی۔ اور یہ امر کہ وحشت کرتی ہی یا نہیں اور دودھ آسانی سے دیتی ہی یا اُیکتی کہ دیتی ہی اور آدمیوں سے گھبراتی ہی اور رسی زنجیر کھولکے بھاگتی ہی یا نہیں۔ دو تین دن وہاں اپنے سامنے امتحاناً بندھوا لیجیے اور اپنے حضور میں دہولینے میں معلوم ہو سکتا ہی۔ زیادہ تفصیل آپ سے کرنا لقمان کو حکمت سکھانا ہی۔ آپ خود غور فرمائیں گے تو وہ عیوب جن پر صبر کرنا نہیں ہو سکتا اور وہ معائب جن پر صبر کرنا آسان ہی

متمایز ہو سکتے ہیں۔ یہ کار کھا ہے اور اگر یہ کا آسانی مل سکتا ہو تو کھنچوانے میں انتظار کیا جائے ورنہ مقطر اسی کا کھنچوا لیا جائے۔ محمد احمد مع اخوان با وجب رمضان ہیں۔

امیر فقیر

نمبر ۱۵۵

ملا دا بھینس کی زیادہ قدر رمضان میں ہے اگر جلد دو تین دن میں ملجائے تو بہتر ہے ورنہ پھر زیادہ توجہ نہ کیجائے اس لیئے کہ بعد رمضان برسات میں استعمال دودھ کا کم کر دیا جاتا ہے اور آخر برشگال تک میری حملو کی بھینس بچہ دے گی نئی خریدنے کی ضرورت نہ ہو گی مگر یہ کہ دہونے کو میرے یہاں بھی گھوسی آتا ہے یہ گمان نہ ہو کہ مامائیں دوہتی ہیں البتہ اور سب خدمتیں شبانہ روز مامائیں کرتی ہیں گھوسی دودہ کر چلا جاتا ہے۔ فقط

نمبر ۱۵۶

۲۲ صفر ۱۳۲۰ھ

گرامی گوہرا مجھے اس وقت آپ کے والد ماجد کی رحلت کی خبر معلوم ہوئی اور کمال صدمہ ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون کے سوا اس داغ کا کوئی مرہم نہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو سایۂ رحمت میں جگہ دے اور اعقاب کو صبر اور توفیق ایصال ثواب عطا کرے۔ اس سے پہلے ایک تحریر آپ کی کوئی مکان پر دے گیا تھا میں نے اس کے پاتے ہی جواب لکھا مگر پھر وہ آدمی نہ ملا اطلاعاً لکھا گیا کہ آپ بدگمان جواب قلم انداز کر لئے کا نہو۔ میں

بیماریوں اور بیمارداریوں کی کاشوں سے نجات نہیں پاتا۔ خدا رحم فرمائے مشغلہ شاعری کا بالکل چھوٹا ہوا ہے اسی سے آپ کا کلام بھی رکھا ہے لغت میں بقدر امکان مصروف ہے سب اہل دفتر ما وجب گزارہیں فقط۔ امیر فقیر

نمبر ۱۵۷

۱۵۔ دسمبر ۱۸۹۰ء

عنایت فرمائے من۔ سلام مسنون اخلاص مشحون کل ایک خط جسمیں آپ کی غزلیں تھیں روانہ کرچکا ہوں آج اپنی غزلیں اردو جو قلمی دیوان میں درج ہیں اور چند شعر اس میں اب بڑھا دیے ہیں اور فارسی غزلیں جو اس کم فرصتی میں محض آپ کی خاطر سے باوصف کم مشقی کے کہی ہیں بھیجتا ہوں۔ فارسی زمین سست تھی خریں اور حافظ شیرازی کی غزلیں بھی ان کے مرتبے سے گری ہوئی ہیں بہرکیف زمین کے پایے کے موافق شعر ہو سکتے ہیں۔ اور شاعر کا کیا اختیار ہے مشاعرے کے بعد رنگ مشاعرہ کہ کس کی غزل کیسی رہی کون پھولا پھلا کس کے ہاتھ میدان رہا ضرور مفصل لکھیے گا۔ آپ کے اخوان کو ما وجب فقط۔ امیر فقیر

نمبر ۱۵۸

مجھ سے زیادہ مجھپر مہربان میرے قدردان سلامت سلام محبت التیام محبت نامہ آیا اس سے پہلے دو اخباروں کے حاشیے پر جو کچھ آپ نے لکھا تھا ان کو دیکھکر بھی میں نے مزہ اُٹھایا تھا اور چاہا تھا کہ جواب لکھوں

مگر یہی خیال تھا کہ گلدستہ چھپ کر آتا ہوگا اس کے بعد لکھوں گا۔ لہذا
کچھ کم فرصتی کچھ موسم کی سردی کچھ بڑھاپے کی کاہلی کو بھی کوتہ قلمی میں
دخل ہے۔ امید ہے کہ آپ معاف کریں گے۔ غنچہارا انجمن بہرچہ مے شگفانند
میں کاف کا سکون بے تکلف جائز بلکہ فصیح ہے۔ البتہ مثال اس وقت
یاد نہیں، پھر بھیجونگا۔

امیر اللغات کا پہلا حصہ مارچ سنہ حال میں تیار ہوگا۔ اگرچہ مطابع
فروری میں چھاپ چکنے کا وعدہ کرتے ہیں مگر مجھے امید نہیں ہے۔ تقریظ لکھنے
کے قصد لے شکر گزار کیا۔ مگر کتاب کے آٹھ حصے ہونگے تقریظیں تو آخر
میں ہوتی ہیں حصے چھپ چھپکر جس کو پہنچیں گے سب کو یکجا کرکے ایک
یا دو مجلد کرنے گا پھر بیچ کی تقریظیں کیا ہونگی غالباً نکل جائیں گی اور اگر
رہیں گی تو بے موقع رہیں گی۔ لہذا میری رائے ہے کہ حصے نکلنے کے بعد
ریویو کہ وہ درحقیقت تقریظ ہی ہے لکھے جائیں۔ بہت سے احباب خصوصاً
صاحبان اخبار ریویو لکھیں گے اور میں سب کو جمع کرکے دوسرے
حصے کے ابتدا میں لگا دوں گا۔ ریویو جب حصے کو دیکھکر لکھا جائے گا
تو بہت ٹھیک ہوگا۔ میرے مکرم جناب قاضی ممتاز حسین صاحب کی
خدمت میں یہی پرچہ پیش کر دیا جائے۔ اطفال تسلیم گزار ہیں مراد آباد
کب تک آنا ہوگا۔ خدا آپ کے ارادے کو جلد قوت سے فعل میں لائے
اور کارخانہ تجارت میں جس کا ارادہ ہے برکت دے۔ کھنڈ سار اچھی ہوئی
نہیں اور منہ میٹھا ہونے کا شوق ابھی سے ہے گلدستہ چھپا تو کچھ حرج نہیں

غزلیں بغیر چھپے بھی مشہور ہونے والی مشہور ہو جائیں گی اور میری غزلیں
تو کچھ تھیں ہی نہیں ان کا تو نہ چھپنا ہی اچھا ہے۔ امیر فقیر

نمبر ۹ خط

۷۔ فروری ۱۸۹۱ء

اعلی اللہ شانکم۔ پوسٹ کارڈ کے جواب میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ شگفاند بسکون کاف فارسی کی سند تلاش کرنے کا خیال رہا مگر نہ ملی تھی کہ تحفہ ہند آیا اور بدلا ہوا مصرع پایا۔ آپ نے بہت ہی خوب کیا کہ مصرع بدل دیا۔ خدا جانے سند ملتی نہ ملتی۔ تتبع کامل کی فرصت نہیں ہم میں نے دیکھا ضرور ہے مگر یاد نہیں کہاں دیکھا ہے خیر اب وہ قصہ ہی شامل احتیاط ہمیشہ اچھی ہوتی ہے۔ شبہے کی بات سے جہاں تک ممکن ہو بچنا ہی چاہیئے۔ شنوا بسکون نون کہاں ہے یہ تو میں نے کہیں نہیں دیکھا بحرکت نون ہی چاہیئے۔ حضرت استاذی اسیر مرحوم کا کلام بہت ہے مگر اب نہ چھاپہ خانوں میں ہے نہ دکانوں پر ہے۔ لکھنؤ میں بعض کتب فروش ایسے ہیں کہ فرمائش کی جاتی ہے تو کہیں سے تلاش کر لاتے ہیں۔ اور قیمت زیادہ لیتے ہیں۔ میرے پاس مطبوعہ کلام اکثر ہے مگر دفتر لغت میں کام دیتا ہے۔ مکرر کوئی نسخہ ہوتا تو میں تحفہ بھیجدیتا۔ زیادہ سوا شکر اخلاق گرامی کے کیا لکھوں۔ اطفال تسلیم رساں ہیں اور احباب بھی۔ مکرمی جناب قاضی صاحب کی خدمت میں سلام نیازنہ۔ میں نے ایک خط جناب موصوف کو لکھا تھا خدا جانے پہنچا یا نہیں فقط امیر منت پذیر

نمبر ۱۶۰

میری کوتاہ قلمی پر نظر نہ کیجیے میں ہیرانہ سالی پریشاں حالی کم فرصتی کاہلی سے بہت ہی نکما ہو گیا ہوں آپ کے خط آنے سے بہت ہی دلکو قوت ہوتی ہی تسنو السکون نون اگر کلام میں ہو تو بدل دیجیے۔ مولویصاحب امیر اللغات کا پہلا حصہ نصف چھپ چکا ہی فروری میں تمامی کی امید ہی شاید مارچ میں نکلے گا۔ یہ تیار کھیے کہ کتنے نسخے بکوا دیجیے گا زیر باری بہت ہوئی ہی احباب سے توجہ کامل کی امید ہی قاضی صاحب بھی مستعد ہوں اور آپ اپنے دوستوں کو بھی آمادہ کر رکھیں عنقریب اشتہار بھیجونگا۔ فہرست تالیفات حضرت استاد مغفور ملفوف ہی۔

مولوی سید محمد نوح صاحب رئیس مچھلی شہر ضلع جونپور کے نام

۵۔ اپریل رام پور نمبر ۱۶۱

دلنواز امیر فقیر مجبی شہیر۔ اللہ تعالی آپ کو خوش رکھے تندرست رکھے، اور جمعیت وطمانیت وتنخواہ عطا فرمائے۔ آپ کی تحریر سعادت خیر مدت کے بعد نظر افروز ہوئی جیسا میں اس کے پانے سے خوش ہوا ویسا ہی اس کا مضمون ہو نیکہ مغموم بھی ہوا۔ آپ کی پریشانیاں، آپ کی زیر باریاں، ریاست کے اندرونی جھگڑے اور اس پر نصیب اعدا آپکی طبیعت کی نادرستی، یہ سب باتیں اور خصوصاً آخر کا مضمون ایسا تھا کہ مجھے بہت ہی بیچین کر دیا۔ میں تو قدیم سے آپ کا داعی خیر ہوں، ہوئے

دعائے صحت و عافیت کے کیا اختیار ہی. مجیب الدعوات سے امید ہی کہ قبول کرے اور آپ کو صحت کے ساتھ پوری طمانیت حاصل ہو. میں تو گویا دائم المرض ہو گیا ہوں، حبس بول کے دوروں کا سلسلہ چلا جاتا ہی اور پریشانیاں و قرضداریاں اس پر مستزاد ہیں بہر حال اللہ کا شکر ہی کہ آپ لوگوں کے حق میں دعا کرنے کے لیے زندہ ہوں۔ دفتر امیر اللغات بے سرمایگی سے ابتر ہو گیا، تیسرا حصہ مدت سے تیار ہی. طبع کا سامان بہم نہ پہنچنے سے بستے میں بندھا رکھا ہی۔ اس کا دوسرا حصہ اور صنم خانۂ عشق کل آپ کے نام روانہ ہو گا۔ نور چشم محمد احمد بخیریت ہیں سلام عرض کرتے ہیں.

امیر فقیر

نمبر ۱۶۲

محبی حضرت شہیر سلمہ اللہ القدیر. خدا آپ کو فائز المرام و شاد کام رکھے امراض متضاد کے حملوں سے ایسا چور ہو گیا ہوں کہ لکھنے پڑھنے میں دقت ہوتی ہی. جواب آپ کے کارڈ کا اسی وجہ سے ابتک نہ لکھ سکا۔ پیرنا اور تیرنا میں آپ کی رائے صحیح ہی۔ میرے ایک شعر کا مصرع تھا ؎ تیراک پانی چیر کے سن سے نکل گیا۔ میرے استاد مرحوم نے پیراک بنا دیا تھا. نمونۂ امیر اللغات پہنچ گیا ہو گا۔ اپنی رائے زریں سے متفصیل اطلاع بخشیے.

فقیر امیر

نمبر ۱۶۳

دلنواز امیر خمیر. سلام مسنون اخلاص مشحون و دعائے اجابت مقرون

نورچشم محمد احمد نے آپ کے خط کا جواب شاید کل بھیجدیا ہی۔ آج آپ کی دوسری تحریر نظر افروز ہوئی مولوی محمد حسنین صاحب آزاد کو امیر اللغات کی نسبت آپ نے ناحق تحریر فرمایا۔ خیر جو جواب آئے اس سے مجھے بھی اطلاع دیجیے گا۔ برخوردار سبحان کی تحریر سے لکھنؤ کے مشاعرے میں آپکی گہرافشانی و شرکت کا حال معلوم ہوکر خوش ہوا۔ آپ موید من اللہ ہیں۔ مسرت ہوتی کہ میں نے اپنے کانوں سے آپ کا کلام فصاحت التیام آپ کی زبانی نہ سنا والدعا امیر فقیر

نمبر ۱۶۴

محبی وشفیقی حضرت شہیر۔ خدا آپ کو تندرست و خوش رکھے الحمد للہ کہ اس خط میں آپ نے اپنی صحت کا مژدہ لکھکر مجھے مطمئن و مسرور کیا۔ خفیف شکایتیں انشاءاللہ جلد جاتی رہیں گی۔

نورچشم لطیف احمد نے آپکی تحریر مجھے دکھائی۔ دامن گلچین کی رونق آپکے رنگین کلاموں کی بدولت ہی امید ہی کہ پہلے جس طرح ہر نمبر میں التزاماً آپ اپنے گہرہائے افکار سے اس کا دامن بھرتے تھے اب بھی محروم نہ رہیگا۔ امیر فقیر

۱۹۔ اپریل ۱۸۹۸ء رامپور نمبر ۱۶۵

والطفواللہ امیر حضرت شہیر سلمکم اللہ القدیر۔ سلام مسنون اخلاص

مشفق من - شدّ ت امراض عسر بول و حبس بول سے اوقات میں سخت اختلال ہی ضعف پیرانہ سالی کو خستہ حالی نے اور قوت دے رکھی ہی یہی سبب ہی کہ احباب سے بھی رسم و راہ خط و کتابت ترک ہو گئی ہی - آپ کی محبت اور عنایت کا خیال تو اکثر رہتا ہی مگر خط لکھنے کا اتفاق مدت سے نہیں ہوا آج محمد احمد سے آپ کی خیر و عافیت سنکر فی الجملہ تسکین ہوئی مگر جو حالات اپنی پریشانی کے اجمالاً آپ نے لکھے اُنھوں نے میرے دلِ دردمند کو بہت دکھایا ۔ علی الخصوص سرمایہ نتائج افکار کا جو برسوں سے گم ہو جانا سنکر مجھے ایسا قلق ہوا کہ اس کے بیان کو لفظ نہیں ملتے ۔ خدا جانے کس بدبخت نے یہ ظلم کیا ۔ اتنے بڑے دیوان کا چوری جانا سمجھ میں نہیں آتا کچھ تفصیل تو لکھیے یہ کیا غضب ہوا - آپ سے نامور شاعر کا کلام کسی دوسرے کے کام کیونکر آسکتا ہی یہ بھی لکھیے کہ خدانخواستہ اس کلام کے ملنے سے یاس ہو گئی یا احتمال باقی ہی اور درصورت نہ ملنے کے کچھ مسودات ایسے ہیں جن سے پھر ترتیب تبییض ہو سکے یا نہیں ؟ خدا کرے وہی دیوان مل جائے ورنہ آپ ہرگز ہمت نہ ہاریے اور مسودات سے جس قدر ممکن ہو پھر جمع کر لیجیے ایسے ریزہائے جواہر کا تلف ہو جانا آپ کے احباب پر نہایت شاق ہی میرا دل تو یہ خبر سنکر بسمل ہو گیا ۔ زیادہ اسوقت کیا لکھوں ۔ یہ چند سطریں طبیعت پر جبر کر کے لکھی ہیں میری کوتاہ قلمی پر نظر نہ فرما کر کبھی کبھی مجھے اپنی خیر و عافیت اور صحت و سلامت سے مسرور کیا کیجیے تو کمال احسان ہی تکملۂ التماس یہ ہی کہ غدر میں میرا بھی کلام جس قدر اس زمانہ تک تحریر

ہوا تھا اور میں نے اس کو خوشنویس سے لکھوا کر مطلّا اور مذہّب کرایا تھا سب تلف ہو گیا مگر کچھ اپنی یاد سے کام لیا کچھ پھر موزوں کیا کہ مرآۃ الغیب کی صورت بندھی۔ اگرچہ ہزارہا شعر یاد نہ آئے۔ اس لکھنے سے غرض یہ ہی کہ آپ بھی بالکل اس دیوان سے قطع نظر فرمائیں اور کوشش کریں کہ کچھ یادگار باقی رہے۔

آپ کا منت پذیر حسرت خمیر و یاس تصویر امیر فقیر۔

نمبر ۱۶۶

۴۔ جنوری ۱۸۹۸ء رام پور

دلنواز قدردان فقیر امیر حضرت شہیر۔ سلام مسنون اخلاص مشحون صحیفۂ اشفاق نور چشم لطیف احمد اختر کے نام اور نامۂ اخلاق میرے نام آیا۔ حد سے زیادہ مسرت ہوئی۔ اس سے زیادہ کیا عنایت ہو سکتی ہی کہ باوصف رنجوری و معذوری آپ نے غزل کی فکر فرمائی۔

میں نے لطیف احمد سلمہٗ کے خط میں سری لال پیارے لال کے یہاں سے عرق منگوا کر استعمال کرنے کو لکھوا دیا تھا۔ آپ ضرور استعمال کریں ضلع اٹہ میں ان کے یہاں اس عرق کی شیشیاں بکتی ہیں ترکیب استعمال اسی شیشی پر لکھی ہوتی ہی اکثر شہروں میں ملتی ہی اور کسی قسم کا ضرر نہیں کرتی۔ چار مہینے کے بچے سے لیکر بڈھوں تک کو میں نے استعمال کرایا ہی۔ باربار تپ کا آجانا اچھا نہیں ہی، اس کے ازالہ کی فکر ضروری ہی۔ اور یہ عرق میرے تجربے میں ہی کہ اکسیر کا حکم رکھتا ہی والسلام۔ امیر فقیر

مولوی نور الحسن صاحب۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ خلف اکبر حضرت استاذی محسن کاکوروی کے نام

دفتر امیر اللغات۔ ریاست رامپور۔ ۸۔ اگست ۱۸۹۱ء نمبر ۱۶۷

سراپا رشد و سعادت مجسم علم و لیاقت عزیز از جان مولوی نور الحسن کو امیر فقیر کے جی سے بے اختیار نکلتی ہوئی دعائیں آج اخبار آیا آشوب چشم کے سبب سے میں دیکھ تو نہ سکا مگر تمھارا ریویو امیر اللغات پر پڑھوا کر سنا۔ اس حیثیت سے کہ تمنے اپنی رائے ظاہر کی تمھارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس نظر سے کہ تمنے بہت ہی نازک خیالی کے ساتھ ریویو لکھا آفریں و مرحبا کہتا ہوں چشم بد دور، تمنے تو امیر اللغات کے بعض بعض وہ حسن ملک کو دکھا دیئے جن کی نسبت میرا خیال یہ تھا کہ جو اس کام میں مصروف ہیں صرف انھیں کی نگاہ میں ہیں۔ خدا تمھیں بہت بڑی عمر دے۔ تمھارے علم و لیاقت کا ملک میں ڈنکا بجے اور بہت بڑا صاحب اقبال کرے آمین تمھارے سوالوں کا جواب حسب ذیل ہی:۔

آری، میرے نزدیک ہندی ہی اس لیے کہ عاری، زچ و تنگ و عاجز کے معنوں میں فارسی عربی میں کہیں نظر سے نہیں گزرا ہندی میں تو عین سے لکھنا خلاف اصول ہی۔ ہندی میں عین کہاں۔

مسالا، معلوم ہوتا ہی کہ مصالح کا مخفف ہی جو عربی میں مصلحتہ کی جمع ہی اور فارسی والے ہر چیز کی تیاری کے لوازم اور ضروریات کے معنی میں

استعمال کرتے ہیں اور یہی محل استعمال ہندیوں کے یہاں بھی ہی جیسے عمارت کے لیے چونا سرخی وغیرہ۔ تالیف کے لئے وہ کتابیں وغیرہ جن سے اس تالیف میں مدد مل سکے۔ کپڑوں کی رونق اور چمک دمک کے لئے گوٹا ٹھپا، بنت، کناری۔ کھانے کے لئے لونگ، الائچی، دھنیا، مرچ بال دھونے کا مسالا۔ محرم کا مسالا، مسالے کا تیل، دلّی والے اصل کی طرف جاتے ہیں مگر چونکہ زبانوں پر مصالح نہیں ہی یعنی یہ کوئی نہیں بولتا کہ گوشت کا مصالح پیس لیا، گرم مصالح ہو گیا۔ کرتی میں مصالح کم پڑا۔ اب کے محرم کا مصالح ہم کو نہیں دیا۔ اس لئے میری رائے ہی کہ اُردو میں جو بولیں وہی لکھیں جس طرح مسالا بولتے ہیں اسی طرح لکھا بھی جائے۔ اور یہی مشرب متوسطین و متاخرین شعرائے لکھنؤ کا ہی۔ جلیبار شک نے اپنے لغت میں لکھا ہی "مسالا" میم مفتوح سین مہملہ ولام بالف کشیدہ ضروریات ہر چیز باشد کہ بداں ضروریات رونق و لذت آں چیز شود ظاہرا ایں لغت از مصالح باشد" اور اسی کی تقلید جلال نے بھی اپنے لغت گلشن فیض میں کی ہی۔ منیر مرحوم نے بھی یہی مشرب اختیار کیا ہی ؎

نمک چھڑکنے کو مانگے جراحت دل پر ۔۔۔ جو دیکھے آپ کے موباف کا مسالا سانپ

کالا سانپ اور بالا سانپ زمین ہی۔ اور جان صاحب کے ایک شعر سے یہ بھی پتہ چلتا ہی کہ محلات لکھنؤ میں بھی یہی بولی چال تھی ؎

اے جان ایسا چھاتی سے لپٹایا بھیچ کر ۔۔۔ انگیا کا میری سارا مسالا مسل گیا

منشی ولایت علی خانصاحب صفی پوری کے نام

ریاست رام پور - ۸ - رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ روز پنجشنبہ نمبر ۱۶۸

عزیز از جان اقبال نشان سخن آفرین و سخندان سلمکم اللہ المنان -

دعائے سرسبزی نشاتین و سرخ روی دارین کے بعد مدعا نگار ہوں کہ آج کتابوں کی ترتیب اور دفتر کی تہذیب میں تمھارے دو خط مسرت نمط اور مجموعہ مثنویات ثلثہ جس کا نام "خمخانہ ابدی" ہی ملا اور ہیں نہایت محجوب ہوا کہ مہینوں کے بعد خطوط کا جواب اور کتاب کی رسید لکھنے کی نوبت آئی - بات یہ ہی کہ جن مکانوں میں سالہائے دراز سے میں اقامت گزین تھا دفعۃً وہ مکانات مجھے چھوڑنا پڑے اور اسباب سب متفرق جا بجا عزیزان و احباب کے مکانوں پر پہنچایا گیا اس لیے کہ مکان وسیع سردست مل نہ سکا اب جو مسکن قرار پایا وہاں سب مقاموں سے اسباب منگوا کر بے ترتیب و بے تہذیب رکھدیا گیا - بہت سے احباب کے خطوط اور اصلاح طلب کلام جو ممالک نزدیک و دور سے بکثرت آتا ہی لکھا جاتا ہی اور دفتر و کتب خانہ کی تہذیب ہو رہی ہی - اشعار الاشعار کا ابتک پتہ نہیں "خمخانہ ابدی" کو میں نے بنظر سرسری دیکھا اور تمھاری طباعی کا مزا اٹھایا - کیا اچھا کلام ہی اور بیان مقاصد میں کیا حسن انجام ہی - بارک اللہ فی عمر کم - تمھارا کلام دیکھکر تمھارے دیدار فرحت آثار کی آرزو ایک سے ہزار ہو گئی - افسوس کہ مجھے بعض امراض لازمہ کی وجہ سے سفر کی

قدرت نہیں ایک عمر ہوگئی کہ وطن کو جانا نہیں ہوا ورنہ میں خود آگر تم سے ملتا اور بالمشافہ تمھارے کلام کی داد دیتا۔ تم اگر چلتے پھرتے رہتے ہو تو کبھی ادھر بھی آنکلو تا کہ حسرت دیدار میرے دل میں نہ رہ جائے۔ "اشعار الاشعار" میں کیا ہے اور وہ بھی فارسی زبان میں ہے یا اردو؟ اگر فارسی ہو تو کچھ کلام اردو بھی بھیجو اور جس قدر کلام تمھارا مطبوع نہ ہوا ہو اس کو مرتب کر کے قالب طبع میں جان ڈال دو۔ "خمخانۂ ابدی" کے دیکھنے سے ثابت ہو گیا کہ حسن تمھاری طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ اہل سخن کو ان کا بھی شکر گزار ہونا چاہیے۔ جنھوں نے یہ تمھاری مثنویاں چھپوائیں۔ مجھے ان کا نام تو اس وقت یاد نہیں آتا اور وہ مثنویاں اس وقت پیش نظر نہیں مگر خیال آتا ہے کہ اس مجموعے کے دیباچے یا خاتمے میں ان کا ذکر ہے۔ عندالملاقات میری طرف سے ان کو سپاس گزاری کے ساتھ سلام کہنا۔ لکھنؤ کی بربادی اور عمائد اور شرفاء کی پریشانیاں لاتعد ولاتحصیٰ ہیں منجملہ انھیں کے آپ کی شکستہ حالی کا تصور بھی سوہان روح ہے حق تعالیٰ جزائے صبر و توکل عطا فرمائے اور پھر زمانہ جمعیت خاطر لائے۔ سعید سرمد محمد احمد کو ناواقفی نے آپ کی ملاقات سے محروم رکھا، افسوس۔ وہ مع سب برادران کوچک کے سلام دعا نیاز کہتے ہیں۔ اس وقت انھیں چند سطروں پر خط کو تمام کرتا ہوں جواب آنے کے بعد بہت کچھ لکھوں گا۔ اپنی تالیف مطبوعہ و غیر مطبوعہ کی فہرست مفصل ضرور بھیجو۔ فقط

نمبر ۲۶۹

گرامی گوہر معنی پرور سلمکم اللہ الاکبر - سلام مسنون اخلاص و دعا شحون
مختصر سا کلام جو آپ نے اپنے دواوین سے نقل کر کے بلا انتخاب بھیجا
رمضان کی وجہ سے میں ابھی اس کو پورا تو نہیں دیکھ سکا مگر جا بجا سے
دیکھا تو میری نظر میں سب منتخب قرار پایا - الحق آپ جوہر قابل ہیں اور ہر
رنگ میں مذاق آپ کا بہت اچھا ہے کیسی کیسی مشکل زمینوں میں آپ نے
نعت کی غزلیں کہی ہیں کہ ان زمینوں میں شاعر سے عاشقانہ شعر بھی
مشکل سے نکل سکتے ہیں بارک اللہ فی عمرکم - فہرست آپ کی تالیفات کی
بھی معلوم ہوئی - خداوند تعالیٰ ایسا سامان کر دے کہ یہ سب نتائج افکار
باحسن عنوان نظر افروز چشم مشتاقان ہوں -

آپ کے چھوٹے بھائی محمد یعقوب علیخاں مرحوم کی جواں مرگی سے
جو صدمہ میرے دل نے اٹھایا اس کے بیان کو الفاظ نہیں ملتے آپ اپنا
قلق جس قدر لکھیں بجا ہے - حق تعالیٰ اس مغفور کو غرق دریائے رحمت
فرمائے اور آپ کو صبر اور جزائے صبر عطا کرے - ایسی حالت ضعف قلب
و ضعف بصر میں آپ نے میرے واسطے اس کلام کی اپنے دست و قلم
سے لکھنے میں تکلیف اُٹھائی اس تکلیف نے مجھے راحت تو پہنچائی مگر
شرمندہ بھی کیا بیوقت تصدیع دینے سے شرمسار بھی ہوں اور اس عنایت
و محبت کا شکر گزار ہوں - کیفیت صومی زیادہ لکھنے نہیں دیتی - یہ چند سطریں
بطور رسید لکھدی ہیں - اشعار الاشعار دیکھنے کی نوبت ابھی نہیں آئی /

انشاء اللہ دیکھونگا اور اس سے بھی لذت اٹھاؤنگا - امیر فقیر

ریاست رامپور، ۱۰ اگست ۱۸۹۸ء نمبر ۲۷

سعید و رشید ازلی سلمکم اللہ الولی۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ دیر سے آپ کی خیریت کا انتظار تھا بحمد اللہ کہ نامہ مہربانی آیا مژدۂ خیریت کے ساتھ ایک تحفہ دل پسند لایا۔ میں آپ کی سعادت و محبت کا شکرگزار اور آپ کے حسن لیاقت سے نہایت خوش ہوں۔ کتاب "نورہان" کو میں نے سرسری نظر سے جابجا دیکھا۔ آپ کی بلند خیالی اور سخن آفرینی کی شان ہر جگہ سے نظر آئی انشاء اللہ بالاستیعاب دیکھونگا اور پورا لطف اٹھاؤنگا میری طرف سے کوتہ قلمی بوجہ رنجوری بیشتر ہوتی ہے مگر یہ یاد نہیں آتا کہ آپکی کوئی تحریر آئی ہو اور اس کا جواب قلم انداز ہوا ہو۔ آپ نے جن دو خطوں کا جواب نہیں پایا وہ یقیناً مجھے نہیں پہونچے۔ میں ہمیشہ آپ کے اخلاق سے امید رکھتا ہوں کہ اپنی خیریت و کیفیت سے جلد جلد مطمئن و مسرور کرتے رہیں گے سب اعزہ و احباب و اطفال ما وجب گزارہیں قصیدہ آپ کا "مشدد کا آمد کا" آیا تھا اس کی رسید میں سپاس نامہ مشتمل بر ستایش قصیدہ میں نے اسی وقت روانہ کیا تھا معلوم نہیں وہ آپ کو پہنچا یا نہیں۔ امیر فقیر

فصیح الملک نواب مرزا خانصاحب داغ دہلوی کے نام

نمبر ۱۷۱

۲۶۔ جولائی ۱۸۹۲ء

میرے پرانے یار پرانے غمگسار حضرت داغ سلامت۔ خداوند تعالیٰ روز افزوں آپ کے اعزاز کو بڑھائے اور اس فن کو چمکائے۔ ملک کو آپ کی قدر ہو یا نہو میری نظر میں تو جس قدر ہے آپ کا دل بخوبی جانتا ہوگا۔ آپ حاسدان کوتہ اندیش کا کچھ خیال نکریں۔ ارباب کمال خصوصًا وہ جن سے زمانہ کچھ موافقت کرتا ہے ہمیشہ محسود ہوا کرتے ہیں۔ محسود ہونا سرمایہ ناز و فخر ہے حاسد ہونے سے خدا محفوظ رکھے فقط یاد آوری کا منت پذیر امیر فقیر

نمبر ۱۷۲

روحی فداک۔ نوازش نامہ آیا ممنون فرمایا دونوں خبریں جو آپ نے سنی ہیں وہ صحیح ہیں۔ خلعت والی تو پوری وہی ہے جیسی وہاں آپ پہنچی ہے استعفے والی ذرا آنا دیل طلب ہے جس کی تفصیل آپ کو مرزا علی حسن صاحب سے جو پرسوں ۵۔ نومبر کو دلی جانے والے ہیں معلوم ہوگی اور بہت سے اخبار ان سے آپ سنیں گے جو سب آپ کی خوشی کے باعث ہوں گے۔ میں لکھوں تو خط دفتر ہو جائے اور ایک وقت میں لکھ بھی نہ سکوں فیروز کو سلام لکھوں گا اور ملامت بھی کرونگا اعتقاد تو ان کا آپ کے ساتھ حد سے بڑھا ہوا ہے

اور خود ان کو بھی آیا کیا ہو جو بد اعتقاد ہوں گے خدا جانے کن حالات میں ہیں جو خط نہیں لکھا۔ یہاں بھی ایک ہفتے سے تحریر نہیں آئی۔ آپ کی پریشانی اور حیرانی سے جو قلق ہو اس کو دل ہی جانتا ہو میں بھی اس حالت مین ہوں کہ ذرا رحم فرمائیے تو بیڑا پار ہو۔ پانسو روپے ماہوار کا خرچ اور دو سو کی آمدنی ہو رحلتِ خلد آشیان سے اب تک تین ہزار رپے کے مصارف آمدنی سے علاوہ بڑھ چکے ہیں اپنی بساط کیا تھی انھیں سات مہینے میں حیثیت بھی مٹ گئی قرضداری بھی بڑھ گئی خدا ہی سبکدوشی کا سامان کرے افسوس ہم سب مسافروں کو کیا بے محل شام ہوئی ہو تتمہ خط میں آپ نے لکھا ہو کہ یہ پرچہ منشی صاحب کو دیدیجیے گا حالانکہ کوئی پرچہ ملفوف نہیں شاید سہواً وہیں رہگیا اب بھیجد یجیے وہ آپ کو بہت یاد کرتے ہیں اور مجھ سے زیادہ ان کو یہ گمان ہو کہ آپ خوشحال ہیں۔ مجھ سے آپ کی کیفیت سنکر متعجب اور متاسف ہوے میرے سب اطفال تسلیم گزار ہیں۔ آپ مجھکو جب تک میں یہان ہوں خط لکھا کیجیے۔ میری تو تاریخ روانگی بوجہ موانع چند در چند ٹلتی جاتی ہو۔ مشیت الٰہی سے کسی کا زور نہیں چلتا۔

"او ست سلطاں ہر چہ خواہد آں کند"

میر اسلام نیاز بکمال اخلاص نواب احمد سعید خاں بہادر قبول فرمائیں آپ کے اخوان گرامی شان کو سلام مسنون دعا مقرون میاں کبھی کسی مزار پر انوار پر جانا ہو تو ذرا اس سیہ کار کے حق مین بھی دعائے حسن ختام کرنا۔ ہر نفس نفسِ واپسیں ہو۔ دیکھا چاہیے کیا معاملہ پیش آتا ہے ؎

کیا کہوںگا کوئی محشر میں جو پوچھے گا امیر ؎ کیوں نہ بگڑی ہوئی باتوں کو بنا تے آئے

امیر دلگیر حسرت خمیر یاس تصویر

نمبر ۱۷۳

از ریاست رام پور ۲۶۔ جولائی ۱۸۹۲ء

میرے پرانے یار غمگسار حضرت داغ سلامت۔ سلام اخلاص و نیاز انضمام۔ پہلا نوازش نامہ ۱۶۔ ذی الحجہ کا لکھا ہوا اور دوسرا عنایت نامہ ۲۲۔ ذی الحجہ کا تحریر کیا ہوا دونوں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے آئے تخرجے والی تاریخ میں آپ نے حوصلے سے متعلق کیا کیا لطیفے لکھے کہ جی خوش ہوگیا میں ایسے تخرجے[ه] کی تاریخ نہ کہتا تو ایسے لطیفے کیونکر سنتا۔ دوسری تاریخ اس ڈر سے جلد بھیجی کہ شاید پہلی تاریخ تخرجے کی وجہ سے پسند نہ آئے۔ برخورداران کامگار اور شاگردان سعادت اطوار نے جو تاریخیں بھیجیں وہ آپ کے پسند کرنے سے سرفراز و مسرور ہوئے۔

بندگان عالی کی توجہ فن شعر کی طرف معلوم ہونے سے آپکی طرف مزید التفات اور ترقیات مراتب کی امید کو قوت ہوئی خداوند تعالےٰ یوماً فیوماً آپ کے اعزاز کو بڑھائے اور اس فن کو چمکائے۔ ملک کو قدرہی

[ه] یہ اشارہ اسی تاریخ کی طرف ہے جو حضرت منشی صاحب نے مہتاب داغ کے طبع میں فرمائی تھی۔ اس کا مصرع آخر یہ ہے۔ شاید کہ لیں جو صلے مہتاب نہ سے۔ تاریخ صرف لفظ مہتاب داغ میں ہے جس میں سے حوصلے کے عدد نکال کر تعمیہ تاریخ کیا ہے اور لے کے عدد نکالے ہیں

یا نہو میری نظر میں تو جسقدر ہی اس کو آپ کا دل بخوبی جانتا ہو گا۔ آپ حاسدان کوتہ اندیش کا کچھ خیال نہ کریں۔ ارباب کمال خصوصاً وہ جن سے زمانہ کچھ موافقت کرتا ہی ہمیشہ محسود ہوا کرتے ہیں۔ محسود ہونا سرمایۂ فخر و ناز ہی حاسد ہونے سے خدا محفوظ رکھے۔ میرا جی یہی چاہتا ہی کہ آپ جسقدر اپنے کمال اور قدر کمال میں ترقی کریں اسی قدر انکسار و تواضع میں بھی ترقی کریں اس لیے کہ شجر میوہ دار کی شاخیں ہمیشہ جھکتی ہیں ؎

تواضع ز گردن فرازاں نکوست　　گدا اگر تواضع کند خوے اوست

میں نے اپنی تحریر اولین میں ناصحانہ جو کچھ آپ کو لکھا وہ محض دردمندی اور خیر اندیشی سے تھا آپ اس کا برا نہ مانیے گا۔ دلسوز دوست کا جی جب دکھتا ہی تو وہ دلسوزی کی راہ سے دوست کو اس راہ چلنے سے روکتا ہی جو اس کی بدنامی کا باعث ہو۔ یہ زمانہ بہت غنیمت ہی جہاں تک ہو سکے لوگوں کے ساتھ احسان کیجیے۔ اس سے میرا مقصود اپنے حق میں سعی اور احسان نہیں ہی۔ میں تو بغیر اس کے بھی آپ کا ممنون ہوں خانساماں صاحب سے جو آپ نے میرے حق میں سفارش کی اس کا شکرگزار ہوا مگر میرے حق میں مساعی جمیلہ کا اثر اگر یہ ہو کہ امیر اللغات کے باب میں کافی مدد ملے تو البتہ مزید منت کا باعث ہی اس لیے کہ اب مجھ میں پیرانہ سالی اور عوارض و خستہ حالی نے وہ طاقت نہیں چھوڑی کہ میں وہاں پہنچنے اور اعزاز حاصل کرنے کا حوصلہ کروں یہ حامۂ اُولو العزمی آپ ہی پر قطع ہے۔ حق تعالیٰ چشم بد سے محفوظ رکھے آمین۔ اساڑھ ادھر سوکھا گذرا

ساون میں برسات شروع ہوئی۔ ردیف الف میں چند زمینیں جو آپنے طلب کی ہیں متعاقب فکر کرکے بھیجونگا۔ مگر زمینیں تو آپ ایسی خوبصورت نکالتے ہیں کہ کبھی کبھی مجھ سا افسردہ خاطر بھی ان میں کچھ کچھ کہہ اٹھتا ہے۔ بڑے اطفال اور عزیزان و احباب بہ کمال اخلاص و نیاز دعا و حسب گزار ہیں اور ہمیشہ نظر لطف کے امیدوار۔

ریاض کو میں نے نصیحت نامہ لکھا تھا عجب نہیں کہ اس کا اثر کچھ ظاہر ہو گلچیں نام گلدستہ وسیم نے اس دفتر سے علیحدہ ہو کر گورکھپور میں نکالا ہے اور نہایت اصرار کرکے ریاض کو اس کی رونق دینے کی کوشش پر مجبور کیا ہے اس میں کبھی کبھی آپ بھی غزل بھیجدیا کیجئے۔ مجھ سے بھی غزل کے لئے اصرار ہے عجب نہیں کہ تقاضے سے مجبور ہو کر باوصف شاعری کے متروک و تارک ہونے کے میں بھی کبھی کچھ کہوں اور لہو لگا کر شہیدوں میں ہوں۔ سلسلہ خط و کتابت آپ سے جاری رہے تو دل کی قوت بڑھے۔ دوسرا حصہ امیر اللغات کا زیر طبع ہے اور تیسرا زیر تالیف ہے فقط

یاد آوری کا منت پذیر امیر فقیر

۵۔ جون ۱۸۹۳ء نمبر ۱۷۴

بندہ نواز۔ میری ناتوانی و اضمحلال اور افسردہ دلی پر آپ کو تاسف نہو گا تو اور کس کو ہوگا۔ میں آپ کی ہمدردی کا شکر گزار ہوں اور ہمیشہ دعائے حسن خاتمہ کا خواستگار ہوں دنیا سے اگر ایمان کامل کے ساتھ

توشہ راہ عقبیٰ لیکر عقبیٰ کی طرف جانا ہو تو دنیا کی ان الجھنون کا جو پیرانہ سالی مین درپیش ہین کچھ ڈر نہیں۔ افسردہ خاطری کی تو یہ کیفیت ہی کہ موت کا تصور ہر وقت سر پر سوار رہتا ہی شاعری سی محبوب چیز اس سے بھی گویا سروکار نہ رہا۔ آگے تو ایسا ہوتا تھا کہ کبھی کچھ جی سے کوئی موج آجاتی تھی اور کچھ کہہ اٹھتا تھا اب وہ بھی نہ رہی۔ تمھاری طرح کی ہوئی زمین سے بگاڑ ڈالا یا آدمی بنا کے مجھے۔ گلچیں میں دیکھی اور بہت سے خط گورکھپور سے تقاضے کے آئے کہ غزل دیجیئے مگر اسوقت تک ایک مصرع بھی نہ کہا اور نہ آیندہ امید ہی کہ کچھ کہوں اصلاح کے واسطے ممالک نزدیک و دور سے بہت کثرت سے کلام آتا ہی اور مجبور ہو کر کبھی روز کبھی دوسرے تیسرے دن کچھ کچھ بنا لیتا ہوں مگر وہی اچاٹ طبیعت سے میری افسردہ دلی سے میرے دوست عزیز شاگرد بھی اس فن کی طرف توجہ نہین بڑھا سکتے۔ آپ نے جو لکھا ہی کہ اصلاح کی وجہ سے فرصت نہیں ملتی جان غضب میں ہی مجھے اس کا خوب یقین ہی اسلیئے کہ مجھپر بھی یہی گزر رہی ہی گلدستے والوں سے جدا ناک میں دم ہی۔ گلدستے برساتی کیڑوں کی طرح بے انتہا نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ کہاں تک آدمی خاطر کرے ہاں ایک امیر اللغات کی تکمیل کا خیال کئی وجہوں سے ہی۔ ایک تو یہ کہ جنرل صاحب مرحوم کے اصرار سے عہد عرش آشیاں میں ریاست سے روپیہ قرض لیا اور وہ قرض بڑھتے بڑھتے حد سے بڑھ گیا۔ اب اگر اس کو چھوڑ دوں تو اس کے ادا کی امید بھی ہاتھ سے جائے دوسرے۔ ملک میں کیسی بدنامی ہو تیسرے ایک عمدہ سرمایہ معلومات رائگاں ہو۔ جو تھے

یہ جو خیال ہی کہ دین کی کتابیں بھی اُردو میں ترجمہ ہوتی چلی جاتی ہیں اُن میں بھی اُردو کا جامع لغت مدد دے گا۔ اگر ایسا ہوا تو مجھے ثواب بھی ملے گا۔ ترک کرنے میں یہ ثواب بھی ہاتھ سے جائے گا۔ الغرض ایسے ہی خیالات ہیں جو رؤسا سے التجا پر آمادہ کراتے ہیں۔ ریاست بھوپال سے قدر دانی ہوئی اور میری حیثیت سے بڑھکر ہوئی مگر یہ کام اتنا بڑا ہی کہ اس کے واسطے وہ مدد کافی نہیں سب سے بڑی سرکار اللہ رکھے وہی سرکار آصفیہ ہی وہاں سے لاکھوں کے وارے نیارے بھی ہو سکتا ممکن ہی بشرطیکہ بن پڑے۔ بڑے دربار سے مدد بھی بڑی ہی ہونا چاہیئے۔ آپ اپنی فراخ حوصلگی سے کوئی عمدہ رائے فلاح نکالیے تو بات ہی زیادہ کیا لکھوں۔ امیر فقیر

یکم اگست ۱۸۹۳ء نمبر ۱۷۵

بندہ نواز سلام نیاز۔ ایک تحریر آپ کی تحریر کے جواب میں بھیج چکا ہوں امید ہی کہ اس کا جواب آتا ہوگا۔ آج حمید آپ کا ملازم قدیم میرے پاس آیا مجھے اس کے دیکھتے ہی وہ زمانہ یاد آگیا جب آپ یہاں تھے اور اس یاد کی لذت میں میں نے اُسے گلے لگایا اور اس کی آنکھوں کو جن سے وہ دس بارہ دن پیشتر آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھا کرتا تھا میں دیر تک حسرت کی نگاہ سے دیکھا کیا اور بار بار آپ کے حالات اور ضبط اوقات کے کیفیات پوچھا اور سنا کیا اثنائے سخن میں معلوم ہوا کہ آپ کے داماد جن کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں ہو انھوں نے قضا کی۔ اُن کی جوانمرگی اور اس نو عمر

دختر نیک اختر کی بیوگی کے صدمے نے میرے دل کو چور کر دیا انا للہ وانا
الیہ راجعون کے سوا اس داغ کا کوئی مرہم نہیں اسلیئے کہ آج وہ نہیں کل
ہم نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس بیوہ اور سب اعقاب کو صبر و جزائے
صبر عنایت فرمائے اور اسوقت کیا لکھوں۔ بارگاہ ارحم الراحمین میں رحم کی
التجا کرتا ہوں اپنے اور آپ کے اور سب عزیزوں دوستوں کے واسطے
دعائیں مانگا کرتا ہوں اس کی رحمت سے امید ہی کہ بگڑے کام دین و دنیا
کے سب بن جائیں۔ پیارے داغ افسوس کہ میں نے حمید سے کوئی ساعت
آپ کی خدا کی طرف مشغولی کی نہ سنی۔ میں نے حدیث میں دیکھا ہی کہ قیامت
کے دن ہر شخص کی عمر کی ساعتیں فی ساعت ایک خزانے کے طور پر اسکے
سامنے پیش کیجائیں گی۔ کسی ساعت کے خزانے کو تو وہ دیکھنے والا گونا گوں
انوار سے لبریز دیکھے گا اور ایسا خوش ہوگا کہ اگر اسی خوشی کو دوزخیوں پر
تقسیم کر دے تو دوزخی عذاب نار سے بے خبر ہوجائیں۔ پھر دوسرے خزانے کا
دروازہ کھلے گا اس میں ایسی ظلمت اور عفونت ہوگی کہ اس کو اس سے
سخت نفرت ہوگی اور ایسا مغموم ہوگا کہ اگر اس غم کو اہل جنت پر تقسیم
کر دے تو جنتی لوگ دوزخیوں کی طرح پر ہانپنے لگیں۔ پھر ایک تیسرا دروازہ
تیسری ساعت عمر کا کھلے گا وہ بالکل خالی ہوگا نہ اس میں نور ہوگا نہ ظلمت
نہ خوشبو ہوگی نہ عفونت اسکو دیکھکر اُسے نہایت حسرت ہوگی۔ الغرض اس حدیث
سے ثابت ہی کہ انسان کی دولت عمر ہی اور عمر کی ہر ساعت اک خزانہ ساعت
طاعت و عبادت وہ خزانہ ہی جس میں انوار نظر آئے اور ساعت معصیت

وہ خزانہ ہے جس میں ظلمت اور عفونت کا ذکر ہوا۔ اور جو ساعت عمر طاعت و معصیت دونوں سے خالی تھی اس کا خزانہ خالی دیکھا گیا جس کے رائگاں ہونے کی حسرت ہمیشہ رہے گی۔ اے میرے اللہ مجھ ناصح بے معنی کو جو خود فضیحت ہے اور داغ کو نصیحت کر رہا ہے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے مرضیات میں کوشش کی توفیق دے اور میرے سب عزیزوں، دوستوں کی عمروں کا خزانہ بھی اپنے انوار رحمت سے بھر دے۔ آمین۔ پیارے داغ میرے لکھنے کا برا نہ ماننا خوشامد کرنے والے سیکڑوں ہیں ملامت کرنے والوں میں ایک مجھی کو رہنے دو میرا خطاب تمہاری طرف ہے مگر درحقیقت اپنے نفس کو ملامت کرتا ہوں بڑھاپے میں کچھ منعم حقیقی کی نعمتوں کا شکر ضرور کرنا چاہیئے۔ خلق کے حق میں بھلائی کرنا بڑا عمدہ شکر ہے اس سے بھی قلم زبان دل کبھی نہ رکے۔ فرزندان فقیر اور جملہ عزیزان و احباب تسلیم گزار ہیں فقط امیر فقیر

نمبر ۱۷۶

از ریاست رامپور ۲۵۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء

حضرت داغ نازک دماغ۔ سلام لیجیئے۔ محمد احمد نے جو خط کہ آپ کو لکھا وہ میں نے دیکھا مجھ پر جو آپ برسے ہیں غالب ہے اس کا سبب یہ ہو کہ مرض سے صحت پانے کے لیے مزاج میں جھلاپن آجاتا ہے ورنہ مجھے اپنا کوئی قصور معلوم نہیں ہوتا سہرے نہ بھیجنے کا عذر تو بے جا جب ہوتا کہ ریاض الاخبار میں آپ کے دلی آنے کی خبر نہ چھپی ہوتی، آپ خفا ہوں یا خوش ہوں ہم بھی دعا کریں گے کہ ہر حال میں آپ خوش رہیں دبدبہ سکندری میں آپ کا

سہرا میں نے اپنے سہرے بھیج چکنے کے بعد دیکھا یہ اخبار میرے یہاں تو آتا نہیں ایک دوست نے مجھے دکھایا یوں تو سب شعر آپ کے اچھے ہیں۔ مگر مجھکو بھی وہی شعر بہت پسند آیا جس کا مصرع یہ ہے۔ ع

کشتیٔ چشم میں مژگاں کا لگا کر سہرا*

محمد احمد کے سامنے بھی میں نے اسکی تعریف کی تھی شاید اس شعر کو محمد احمد نے لکھا ہوگا۔ معلوم نہیں میرے سہرے آپ کی نظر سے گزرے یا نہیں۔ حضور میں پیش ہوئے تو غالب ہے کہ آپ تک پہنچے ہوں مگر میں احتیاطاً نقل بھیجتا ہوں۔ خانساماں صاحب کا کوئی خط نہیں آیا جس سے بمبئی کی کچھ کیفیت معلوم ہوتی کہ سرکار دولتمدار نے توجہ سے ان سہروں کو ملاحظہ فرمایا یا نہیں۔ قسمت کمی کر رہی ہے اس کی امید کہاں کہ آپ کے سہرے کے سامنے میرے سہروں کے شعر نظر کیمیا اثر میں جچے ہوں۔ آپ کو کچھ کیفیت معلوم ہو تو آگاہ فرمائیے۔ سرکار کے پسند آنے سے مقصود تو یہ ہے کہ اس پر کوئی حسب دلخواہ نتیجہ مرتب ہو عزیزان و احباب موجودہ کو ماوجب فقط ایک خط درخواست تاریخ دیوان، نواب بنیاد حسین خان بہادر جاہ میں کئی دن ہوئے بھیجا ہے اسکے جواب باصواب کا منتظر ہوں۔

سراپا تقصیر امیر فقیر

از رامپور ۲۱- نومبر ۱۸۹۵ء نمبر ۱۷۴

معظم و محترم دام بالعنایۃ والکرم۔ سلام نیاز کے بعد۔ مدعا نگار ہوں کہ

---

* پورا شعر یہ ہے۔ مردم دیدہ بھی یہ چاہتے ہیں پیش کریں ؎ کشتیٔ چشم میں مژگاں کا لگا کر سہرا

نورچشم محمد احمد کے چھوٹے بھائی برخوردار لطیف احمد کی طبیعت شعر سے بہت مناسب واقع ہوئی ہے۔ اس زمانے میں بسبب بے شغلی کے ان کو خیال پیدا ہوا کہ دامن گلچیں کے قالب بے جان میں پھر نئے سرے سے روح پھونکی جائے، مجھ سے اصرار کیا گیا کہ اس گلدستے کی نگرانی بہ مثل سابق پھر توجہ کی جائے اگرچہ میں اپنے آلام و اسقام کی وجہ سے نکما ہو رہا ہوں مگر ان کی خاطر سے منظور کرنا پڑا۔ گلدستوں کی کثرت ایسی ہے کہ اب یہ مشغلہ بھی ابتذال سے خالی نہیں اور زیادہ تر اسی ابتذال کی وجہ سے طبیعت گریز کرتی ہے اور پرچے کو رونق بھی مشکل معلوم ہوتی ہے موجودہ گلدستوں سے فروغ کی صورت اگر ہے تو یہی کہ محاسن معنوی میں کوشش کیجائے اس کا مدار صرف اس بات پر ہے کہ معدودے چند عمدہ نامور شعرائے خوش فکر و خوش مذاق کا کلام ہمیشہ اس میں چھپے۔ آپ کی ذات سراپا صفات اس طبقۂ نامور کی افسر ہے اور نہایت مشتاق ہے اب غزل کہدینا آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے لہذا خواستگار ہوں کہ اپنی طبع نازک پر جبر کر کے بالالتزام غزل دینے کا وعدہ کیجیے۔ مگر یہ پہلے سے کہہ رکھتا ہوں کہ غزل ایسی کہا کیجیے گا کہ ہم سے غریبوں کو بھی کہنے کی گنجائش رہے۔ یہ نہو کہ پہلے ہی اسے دنیا بھر کے قلم توڑ دیے جائیں۔ پرچہ ابتداے جنوری میں نکلیگا طرح سے آپ کو پہلے اطلاع دیجاتی ہے تا کہ عشرہ اولین دسمبر تک آپ کی غزل آجائے اشتہار چھپ کر عنقریب آپ کی خدمت میں پہنچے گا خدا کرے یہ تحریر آپ کو حالت جمیعت و سرور خاطر میں پہنچے۔ آپ کی طبیعت

بھی صحیح ہو اور خاتونِ خانہ کو بھی افاقہ ہو ہر وقت تعلق خاطر ان کی شدت علالت سے رہتا ہی۔ فقط

مصرع طرح بابت جنوری ۱۸۹۹ء

گیسوئے پیچاں کی ہیں گلیاں مری چھانی ہوئی۔ چھانی قافیہ

امیر احمد امیر مینائی

۲۳۔ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ نمبر ۱۷۸

دلنواز امیر فقیر سلمکم اللہ القدیر و صحکم اللہ عن التبخیر۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ نوازشنامہ مورخہ ۱۷۔ اگست اسوقت آیا۔ میں ہمہ تن انتظار تھا شکرگزار ہوں کہ جلد جواب پایا۔ آپ نے لکھا ہی کہ قیام میرے پاس لابد ہوگا اگرچہ مکان اس قابل نہیں مگر شاید باید زیستن۔ میرے پیارے داغ غربت میں میری راحت کے سہارے داغ اس سے زیادہ مجھے کیا خوشی ہوگی کہ غریب الوطن ہو کر ایسے مانوس الطبع ہمدرد کے پاس ٹھہروں۔ مگر میرے حالات باعتبار عوارض کے ہرگز اس قابل نہیں تنگ مکان میں تھوڑی دیر بھی بسر کر سکوں۔ اشد ضرورت یہ ہی کہ ایک درجہ مکان جس کی راہ سکونت گاہ سے اندر ہی اندر ہو اور آدمیوں سے وہاں قریب بھی نہ ہو مجھے خاص اپنے واسطے چوکی لگانے کو چاہیے۔ مرض کی وجہ سے گھڑی گھڑی اسکی ضرورت پڑ جاتا ہوتا ہی تب زندہ رہ سکتا ہوں۔ ناشاد باید زیستن اگر سکون ہوتا تو میں تمھاری یکجائی سے اسکو شاد باید زیستن سمجھتا۔ میرے ساتھ

جو میرے فرزند ہیں وہ بھی بسبب عادات کے تکلیفات شاقہ تنگی مکان
کے متحمل نہیں اور سب تکلیفیں چند روز گوارا ہو سکتی ہیں مگر جس طرح ممکن
ہو کوئی وسیع مکان جس میں متعدد درجات ہوں میرے واسطے پہلے سے
مرتب کر رکھیے کہ جب تک مہمان سرکاری ہونے کی صورت نہ نکلے وہاں
رہوں اور زندہ رہوں اور کسی قسم کی تکلیف زائد از مکان تم کو دینا نہیں
چاہتا۔ یار شاطر ہو کر رہنا چاہتا ہوں نہ بار خاطر۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ
آپ کا دل و دماغ عوارض و امراض اور کثرت فکر سخن سے ضعیف ہو رہا
ہے۔ میرے ہمراہی یہ ہیں۔

لطیفؔ احمد۔ مسعودؔ احمد۔ لیاقتؔ حسین برادر زادہ ہمدا ماد بندہ
ثابتؔ علی فرزند خواہر زادہ حقیقی۔ حافظ جلیلؔ حسن جلیل۔ خان علی خاں
برادر مہدی علیخاں۔ انکے علاوہ تین خدمتگار ہیں۔

آپ نے حضور میں میرے آنے کی خبر کر دی بہت اچھا کیا۔ میں
ممنون ہوا اور مسرور۔ خداوند تعالیٰ آپ کو اس مرض بخیر و ضعف دماغ
و دوران سر سے نجات اور پرہیز کامل کی توفیق دے۔ آج میں نے
پھر درخواست رخصت کی سرکار عالیہ کو بھیجی ہے۔ خدا کرے جلد بلا زمت
و رخصت ہو جائے۔ عزیزان و رفیقان ہمراہی ما وجب رساں ہیں۔

والسلام۔ امیر فقیر۔

محمد حبیب الرحمن خاں صاحب حسرت شروانی کے نام

۹۔ دسمبر ۱۸۹۸ء نمبر ۱۷۹

سخنور گرامی گہر۔ سلام مسنون اخلاص و سپاس مشحون۔ مکرمت نامہ آیا ممنون التفات فرمایا۔ سب سے مقدم آپ کی تحریر جواب مسئولات میں آئی جس کو دیکھکر ہیچمدان نہایت مسرور ہوا اور واجب ہوا کہ تہ دل سے شکر گزاری کرے۔ اہل الرائے کی رائیں کمیٹی میں پیش ہو کر رد و قبول کا فیصلہ ہوگا۔ ابھی دفتر امیر اللغات میں سکرٹری ان کو جمع کرتا جائے گا کمیٹی جب فیصلہ کرے گی تو امر منفصل مختار مولف ہوگا۔ میں آخر میں آپکی عمدہ توجہ کی سپاسگزاری کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ اپنی عمر اور عنوان معاشرت اور جملہ کیفیات سے مجھکو آگاہ فرمائیں اس لیے کہ ممنون اپنے محسن کے حالات سے بیخبر نہ ہے اور رنج کے حالات سے بھی واقف ہو جائے۔ والسلام باکرام۔ سراپا تقصیر امیر فقیر۔

۱۹۔ دسمبر ۱۸۹۸ء نمبر ۱۸۰

گرامی گوہرا۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ سواد تحریر سراپا تنویر سرمہ کش دیدۂ منتظر ہوئی۔ کم فرصتی سے جلد جواب نہ دے سکا۔ کیفیت آپ کی معلوم ہونے سے بہت مسرور ہوا کہ تھوڑی سی عمر میں چشم بد دور بہت کچھ آپ نے سیکھا ہے، اللھم زد۔ اگرچہ مجھکو کثرت کار سے فرصت نہ تھی مگر

یہ غزل اور سہرا میں نے دیکھ دیا اور کچھ محو و اثبات کیا کہ پہلی بار آپ نے بھیجا ہی اگر عذر کروں تو شاید خاطر نازک پر گراں گزرے۔ امید ہی کہ مجھ پیرانہ سال خستہ حال کو آپ اپنی عمر اپنے اقبال اپنے کمال کا ترقی خواہ تصور کریں۔ اور کبھی کبھی یاد فرمایا کریں اور اپنے اب و عم زاد مجد ہما کی خدمت میں میرا سلام کہیں والدعا۔ امیر فقیر مینائی

۱۹-اپریل ۱۸۹۹ء نمبر ۱۸۱

میرے قدردان میرے مہربان۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون لو۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا۔ پیاری نظم و نثر نے مسرور کیا۔ سر کے پاؤں بری زمین تھی آپ نے غزل زور طبیعت سے بہت اچھی کہی۔ ایسی زمین میں تکلف اور بناوٹ کے سوا کیا ہو سکتا ہی۔ اثر باقی، مزے کی زمین تھی اس میں مزے کے شعر نکلے میں نے دونوں غزلوں کو فوراً دیکھا اور ریلوے ڈاک بھیجتا ہوں۔ امید ہی کہ مجھکو ہمیشہ اپنا خیر خواہ سمجھکر کبھی کبھی خط لکھا کیجیے اور ادھر سے جواب میں تاخیر ہو تو کم فرصتی کا عذر قبول کر لیا کیجیے

لغت اُردو کی نسبت بھی توجہ چلی جائے اس کی فکر کیجیے کہ یہ لغت محبوب ہو کر نکلے۔ اب تک جو لغات اُردو میں ہیں انشاءاللہ ان سے تو مفید تر ہونے کی امید قوی ہی مگر افکار رسا ادھر متوجہ رہیں کہ جمعیت بڑھے اور نفع عام تر ہو تو کیا عجب ہی کہ ایسی باتیں بڑھتی جائیں۔ آپ کا

گھڑی دو گھڑی روز ادھر بھی توجہ رکھیں تو آپ کی جواں فکر ضرور عمدہ باتیں پیدا کرے گی۔ اصول جو جو خیال میں آیا کریں ان کو ضبط کرتے جلئیے اور مجھے لکھتے جلئیے۔ وہ مثل لغت عربی ایک رسالہ لغت اُردو کا ہو جائیگا کلیات اور اکثریات مضبوط جمع ہو جائیں گے اپنے کتب خانہ کی فہرست بھیجئے تو شاید کوئی کتاب مفید مجھکو مستعار مطلوب ہو۔ مثمر اللغات خان آرزو کا کوئی صحیح نسخہ ہو تو ضرورت ہی۔ امیر فقیر

۲۰ اپریل ۱۸۹۰ء نمبر ۱۸۲

دلنواز روحی فداک۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا۔ الفاظ انگریزی کی نسبت یہی رائے میری بھی ہی اور یہی مشرب میرے موجودہ مشیروں کا ہی۔ کمیٹی میں بھی یہی امر طے ہوا ہی۔ میں بہت خوش ہوا کہ آپ ابھی ہمراہی نکلے۔ سلامت فہم آپ کی ہر بات سے پیدا ہی۔ اللہ عمر دراز کرے اور اقبال بڑھائے۔

چند اشتہار بھیجتا ہوں اگر آپ کے التفات سے اس نواح میں بہت سے خریدار پیدا ہوں تو احسان ہی۔

فہرست کتب دیکھی یہ سب کتابیں اس دفتر میں موجود ہیں اور ان سب سے زیادہ میرا ذخیرہ سی سالہ جو کہ وقتاً فوقتاً جمع ہوتا گیا ہے سب کی لیاقتوں سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے ابتو رمضان المبارک آ گئے تھوڑے باقی ہے تو عید میں دیکھا جائیگا۔ سفر کی فرصت مطلق نہیں ملتی اور آپ کا

سفر کرنا معلوم نہین آسان ہی یا مشکل، دیکھا چاہیے حسرت ملاقات کیونکر بر آتی ہی۔ غزل کے خیال سے خط بیرنگ بھیجتا ہون رسید ضرور ملے۔ امیر فقیر

۱۲۔ جون سنہ ۸۹ء نمبر ۱۸۳

روحی فداک۔ سلام و دعا۔ عین انتظار مین محبت نامہ آیا۔ ؎

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

حیف فرصت سے جان چھڑا کر غزلیں دیکھ لیں۔ یہ سب شعر اچھے ہیں۔ ایک آدھ جگہ دخل دیا، باقی ضرورت اصلاح کی نہ تھی۔ میں بھی آپ سے ملنے کا بہت آرزو مند ہوں۔ دیکھا چاہیے کب یہ آرزو بر آتی ہی آپ اپنی مفصل کیفیات و مشاغل سے تو آگاہ کیجیے کہ سفر اور سفر مین چندے اقامت ممکن ہے یا غیر ممکن اور دشوار ہی یا آسان۔ امیر احمد بقلم محمد احمد

۱۲۔ محرم سنہ ۱۳۰۷ھ نمبر ۱۸۴

بارک اللہ فی عمرکم و علمکم و عملکم و اقبالکم۔ محبت نامہ سعادت تصویر یعنی غزلوں کے ساتھ تحریر پر تنویر آئی اور مسرور کیا۔ بحمد اللہ کہ اس وقت تک زندہ ہوں۔ آپ و ہوا کا وہی رنگ ہی، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور اپنی محبت بڑھائے تو یہ تشویش جائے۔ آمین ثم آمین۔

غزلیں دیکھیں، دو تین جگہ تصرف کیا۔ پہنچتی ہیں رسید ضرور لکھئے گا اور اپنے بزرگوں کو میرا سلام و نیاز تمام کہئیے گا۔ گو ملاقات مجھ سے نہ ہو مگر کبھی

ان کے صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ مشہور ہیں، اور اوصاف جود و ہمت و کرم سے نزدیک و دور کے لوگ سب مسرور ہیں۔ میں بھی ایسے حامیان اسلام عالی ہمان والا مقام کا داعی خیر رہتا ہوں۔ مجیب الدعوات قبول فرمائے۔ اور عمر و اقبال بڑھائے۔ ارباب دفتر امیر اللغات خصوصاً آہ و تسلیم کہ میرے عزیز بھی ہیں حکیم خواجہ ہاشمی سلام شوق کہتے ہیں۔ امیر احمد عفی عنہ

۱۸ جنوری سنہ ۹۱ء — نمبر ۱۸۵

مکرما۔ نہایت کم فرصت ہوں۔ سراسری غزل دیکھی۔ ضروری تصرف کیا۔ زیادہ حاجت بھی نہیں۔ امید ہے کہ مجھکو اپنا داعی خیر سمجھکر ہمیشہ خیریت سے مسرور کیا کیجیے۔

امیر فقیر

۱۱ دسمبر سنہ ۹۶ء رامپور۔ دفتر امیر اللغات — نمبر ۱۸۶

یادآور مخلصاں۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ محبت نامہ خلعت تمام آیا، آنکھوں کا نور دل کا سرور بڑھایا۔ آپ سات برس کے بعد اپنے چپ کرنے پر اظہار ندامت فرماتے ہیں واے برحال اس غفلت کی نیند سونے والے کے جس کی عمر قریب ستر برس کے ہوئی اور وہ ایسی غفلت کی نیند سو رہا ہے کہ کروٹ ہی نہیں لیتا، وہ غافل کون ہے، سراپا تقصیر فقیر امیر، جس کی ... کا وقت قریب آیا اور وہ روز بروز اپنے مولا سے دور ہوتا جاتا ہے ... انابت کا خیال آتا ہے تو اس طرح۔ جیسے خواب میں کسی سرمست

خواب کو کوئی لہر سی آجائے اور آنکھ کھلتے ہی اسے یہ بھی یاد نہ آئے کہ
کچھ دیکھا تھا ایسے سراپا تقصیر سے معذرت خواہ ہونا اور بھی اسکو منفعل
کرنا ہی۔ میں اپنی کوتہ قلمی سے خجل ہوں آپ کی عذر خواہی اور بھی مجھے
نادم کر رہی ہی۔ میری کوتہ قلمی کی علت شدائد امراض عسر بول و حبس بول
ہیں۔ دورے ایسے جلد جلد پڑتے ہیں کہ سلامت افعال میں بہت فرق
آگیا ہی، دل و دماغ سے فکر کا کام کوئی نہیں ہو سکتا۔ شاعری کا مشغلہ بہت
دنوں سے ترک تھا، اب تلامذہ کے کلام کی اصلاح بھی متروک ہی الاماشاءاللہ
رعشہ اپنے ہاتھ سے لکھنے نہیں دیتا لہذا یہ خط دوسرے سے لکھوایا گیا

مہر۔ امیر احمد ۱۲۹۸ھ بخط طغرا

نمبر ۱۸۷

ریاست رام پور۔ ۲۰۔ دسمبر ۹۶ء

مکرم دوستاں۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ نامہ عنایت آیا اور نامہ
منظوم اپنے ساتھ لایا۔ آپ کے اصرار نے مجھے مجبور کیا کہ باوصف نادرستی
طبیعت میں نے اسے دیکھا اور کہیں کہیں محو و اثبات کیا بعض بعض شعر تو
بہت ہی اچھے کہے ہیں۔ بارک اللہ۔ امیر فقیر

نمبر ۱۸۸

بندہ نواز۔ غزل کی نقل اس لیے بھجوائی کہ آپ نے غزل اپنے خط
کی پشت پر لکھی تھی اور وہ پیارا خط میں کیونکر پھیر دیتا۔ آیندہ جب کبھی

کچھ نہ بھیجیے۔ رسید ضرور لطف ہوتا کہ اطمینان ہو۔ امیر احمد

منشی نعیم الحق صاحب آزاد شیخ پوری کے نام

۱۴، نومبر ۱۸۹۱ء نمبر ۱۸۹

مجبی، غزلیں آئیں، بیماری اور بیماروں کی پرستاری کی حالت میں دیکھیں، ماشاء اللہ طبیعت آپ کی اچھی ہی، خدا عمر میں برکت دے رشک مرحوم نے کس کتاب میں تانیث و تذکیر حروف تہجی کا ذکر کیا ہی اس کتاب کا نام و نشان ضرور لکھیے اور اگر آپ کے پاس ہو تو چند روز کو مستعار مجھے دیجئے۔ میرے نزدیک "میم" ضرور مذکر ہے اور میں نے مذکر ہی کیا ہی "سن" بمعنی سال کہیں نہیں نکلتا، فارسی میں بہت تلاش کیا کوئی سند قابل اعتبار نہ ملی۔ ان معنی میں سنہ ہی، اردو میں بغیر ترکیب اگر سن بمعنی سال کوئی کہے تو تاویل ہو سکتی ہی، محققین اس کی جگہ سال کہتے ہیں، "مردم دیدہ" مذکر ہی۔

ولایتی کاغذ پر امیر اللغات کے حصہ اول کی قیمت سات روپے اور دیسی کاغذ پر چھ روپے ہیں۔ امید کہ غزلوں اور خط کی رسید سے مطمئن کیجیے۔ داغ کی کیفیت کامیابی دکن مجھے بخوبی معلوم ہے۔ ان کے خطوط اکثر آتے رہتے ہیں۔ امیر فقیر

۹، دسمبر ۱۸۹۱ء نمبر ۱۹۰

مجبی سلام مسنون۔ مہربانی نامہ مع دو غزل اصلاح طلب کے آیا،

ممنون و مسرور کیا۔ غزلیں دیکھکر بھیجی جاتی ہیں۔ یہ بات دریافت ہونے سے بہت جی خوش ہوا کہ آپ تذکرہ شعرا موسوم بہ چشمۂ خضر لکھ رہے ہیں۔ خداوند تعالیٰ اسکو حسن و خوبی کے ساتھ اختتام کو پہنچائے۔

اس ریاست میں ایک تاریخ لکھی جاتی ہو اس میں کسی قدر میرا حال بھی قلمبند کیا گیا ہو، میں حسب فرمائش آپ کے اس سے نقل کرا کے متعاقب بھیجوں گا۔ فرصت ہوتی نہیں کہ چشمۂ خضر کی تاریخ کہوں، اگر موقع ملے گا اور موانع مرتفع ہوں گے تو فکر کرنے میں دریغ نہو گا۔ امیر فقیر

نمبر ۱۹۱

۷- نومبر ۱۸۹۲ء

دلنواز امیر فقیر محمد نعیم الحق صاحب آزاد سلمکم اللہ القدیر۔ سلام مسنون۔ میں اس زمانے میں سخت علیل رہا اور اب تک ان عوارض صعبہ سے نجات نہیں۔ آپ کی تحریریں آئیں ضرور مگر پریشانی خاطر سے نہیں معلوم کہ کے قطعہ خط آئے اور ان میں کیا کیا کلام تھا۔ اہل دفتر نے اس زمانے میں میرے نام کی تحریریں لیں بعد صحت جو کچھ مجھے ملیں گی ان کو بسر و چشم دیکھوں گا۔ امید ہو کہ حالت ناسازی طبیعت میں آپ مجھے معاف رکھیں۔ طرح گلمیں کی غزل البتہ مجھے سر دست سن لینا ضرور ہی یہ اس کو انشاء اللہ جلد سنوں گا۔ خوبصورت نیا تخلص بغیر قید تاریخ کے بھی کم ملتا ہو آپ اس میں اور قید تاریخ کی لگاتے ہیں۔

اس زمین میں میرے پاس بکثرت غزلیں آئیں اور یہاں بھی جو لوگ

مجھے کلام دکھاتے ہیں انھوں نے کہیں آپس میں شعر اور مصرع متوارد جو دیکھے گئے ان کو کبھی کسی کی غزل میں کاٹ دیا کبھی کسی غزل میں۔ وجوہ ترجیح پر بھی نظر کی گئی کہ بندش کس کے یہاں اچھی ہی۔ آپ کی غزل میں بھی جو شعر متوارد ہوں گے ان کو نکال ڈالیئے گا اس لیے کہ جن لوگوں کی غزلیں جا چکیں ان کے کلام سے اب نکالنا ممکن نہیں۔ احتیاطاً یہ مضمون آپ کو لکھ دیا۔

امیر فقیر

۹. فروری ۱۸۹۹ء رامپور اسٹیٹ نمبر ۱۹۲

مجی۔ سلام مسنون اخلاص و دعائے مشحون۔ محبت نامہ مدت کے بعد آیا ممنون و مسرور یاد آوری کیا۔ آپ اپنا تخلص صفیر کی جگہ آزاد قرار دیتے ہیں، میں بھی پسند کرتا ہوں، واقعی صفیر بلگرامی ایک مشہور شخص تھے۔

چشمہ خضر کا جزو بجنسہ بستے میں بندھا ہوا ہی اب تک ایک حرف دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ میں اپنے امراض وافکار میں ایسا گھرا رہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ چار شعر کی غزل دیکھنا بھی دشوار ہی، روزمرہ دو چار دس پانچ غزلیں ڈاک میں آتی ہیں یا تو معذرت کے ساتھ واپس جاتی ہیں یا بستے میں بندھ جاتی ہیں۔ میری حالت قابل عفو ہی۔ امید کہ اپنی خیریت سے کبھی کبھی مسرور فرماتے رہیئے۔

امیر فقیر

رامپور اسٹیٹ دفتر امیر اللغات۔ ۲۱ اپریل ۱۸۹۳ء نمبر ۱۹۳

محبی زاد لطفکم۔ سلام مسنون "سیر خلوت" کے بھیجنے کی اجازت کیا دوں اور اس کے دیکھنے کا اقرار کیونکر کروں، جب افکار و آلام و امراض سے ایک غزل بھی دیکھ لینا دشوار ہوتا ہے۔ مجھے مجبور اور معذور سمجھکر معاف فرمایئے آپ کی غزل اگر پہنچی ہوگی تو اصلاح کے بستے میں رکھی ہوگی مجھے ابتک اس کے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ جب گلچین کے چھپنے کا وقت آئے گا دیکھکر بھیجدی جائے گی۔

میں نے اب یہی مشرب اختیار کر لیا ہے کہ "آئی" اور "آئے" اور "گئی" اور "گئے" سب میں دُہری "ی" خیال کیجائے اور ۲۰ عدد لیے جائیں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ "آئے" میں ۱۰ عدد اور "آئی" میں ۲۰ عدد شمار کیے جائیں مگر اب بعض وجوہ سے یائے معروف دونوں کے ۲۰ قرار دیے ہیں۔ اگر آپ کو یہ مشرب پسند آئے تو آپ بھی اختیار کیجیے۔ اور جلال نے "آئی" میں ۱۰ عدد نہیں لئے ہیں بلکہ ۲۰ عدد لئے ہیں البتہ "لوی" میں "ی" نہیں لکھی ہے، واؤ کو اضافت دی ہے چنانچہ دیوان میں بھی بغیر "ی" کے چھپوایا ہے اور افادۂ تاریخ میں بھی اس سے بحث کی ہے مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ امیر فقیر

رام پور۔ ۳۱ دسمبر ۱۸۹۳ء نمبر ۱۹۴

محب دلنواز من السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مدت کے بعد مہربانی نامہ

آیا، اور اک خیریت سے مسرور ہوا۔ مثنوی آپ کی پہنچی جہاں صدہا احباب کا کلام بند ھا پڑا ہے اسی بستے میں اس کو بھی جگہ دی گئی۔ میری معذوری و مجبوری کا حال آپ پر حالی ہے۔ لہذا سوا اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ جب کبھی اور احباب کا کلام دیکھنے کی نوبت آئے گی اسوقت یہ مثنوی بھی دیکھی جائے گی۔ میں آپ کے اخلاق کا جس قدر شکر گزار ہوں اس سے کہیں جیسے اپنے تصور خدمت گزاری سے شرمسار ہوں۔ زیادہ دعا کے سوا کیا لکھوں۔ امیر فقیر

رامپور۔ ۲۸۔ فروری ۱۸۹۶ء نمبر ۱۹۵

دل کی افسردگی کے وقت امیر سیر خلوت ہی سیر کے قابل

علیسوی ہے یہ مصرع تاریخ سیر خلوت گرہ کشائے دل
۱۸۹۹

مجبی سلام مسنون اخلاص مشحون۔ اپنی مثنوی کی تاریخ لیجیے اور تاخیر کا عذر قبول کیجئے۔ علاوہ امراض مزمنہ کے بسبب ماہ مبارک رمضان کے کوئی کام مجھ سے نہیں ہو سکتا ہے اس پر بھی کام سے کسی وقت فرصت نہیں ہوتی میرا دوسرا عاشقانہ دیوان زیر طبع ہے۔ آغاز شوال میں چھپ کر تیار ہو جائے گا۔ اس کا اشتہار بندہ زادہ کو جلیک کی طرف سے دیا گیا ہے۔ چند قطعے آپ کو بھی بھیجتا ہوں۔ امید کہ حتی الامکان اشاعت و شہرت و تشویق و ترغیب میں کوشش کر کے مجھے ممنون کیجئے اس سے زیادہ آپ سے دلسوز کو لکھنے کی حاجت نہیں۔ امیر فقیر

رامپور۔ ۱۴ جنوری ۱۸۹۹ء   نمبر ۱۹۶

مجبی۔ کارڈ پہنچا۔ مثنوی کا چھپوانا مبارک ہو۔ سرسری فکر میں ایک تاریخ تالیف کی نکلی ہی بھیجتا ہوں۔

محوِ حیرت ہیں امیر اہلِ نظر   کچھ عجب تاثیر حسن و عشق ہی
مثنوی کو دیکھکر نقاشِ فکر   بول اُٹھا، تصویر حسن و عشق ہی

امیر فقیر

منشی جمیل احمد صاحب شادان شیخپوری کے نام

۱۷۔ نومبر ۱۸۹۲ء   نمبر ۱۹۷

مجبی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ فقیر ناتواں بیمار ہی، گئی بیماروں کا پرستار ہی۔ شاعری صحت و طاقت کی طرح پیرانہ سالی میں رخصت ہوگئی۔ آپ کی غزل دیکھکر بھیجتا ہوں۔ ماشاء اللہ آپ کی طبیعت اچھی ہی۔ بارک اللہ فی عمرکم۔ رسید سے مطمئن کیجیے گا۔ امیر فقیر

۱۱۔ ربیع الآخرہ ۱۳۱۹ھ   نمبر ۱۹۸

مجبی۔ دعا و سلام۔ میں آج کل مریض ہوں اور امراض ایسے ہیں کہ سخت بیچین ہوں۔ چونکہ یہ غزل طرح گلچیں کی تھی اس لیے میں نے اس حالت میں بھی دیکھکر اصلاح دی۔ ماشاء اللہ غزل اچھی کہی ہے صادی شعر صاف کرکے گلدستے میں بھیجے جائیں۔ کاغذ آپ نے بہت بڑا

اور کھرا اختیار کیا ہی۔ آئندہ سے سفید اور چکنے کاغذ پر لکھا کیجیے۔ لفافہ آپ کا بیرنگ ہوگیا تھا۔ دوسری غزل بوقت صحت دیکھی جائیگی۔ امیر فقیر

جناب قاضی عبدالجمیل صاحب مرحوم رئیس بریلی کے نام

نمبر ۱۹۸

۱۷ شوال ۱۳۱۵ھ

مکرم و محترم مجمع الطاف اتم دام بالمجد والکرم۔ تسلیم و نیاز پذیرا ہو نور چشیم محمد احمد سلمہٗ ربہ کے بچے کی آنکھ میں مدت سے کچھ ایسی خرابی ہی کہ باوجود متواتر علاج کے صحت نہیں ہوتی۔ فی الحال یہاں کے ایک ہندوستانی ڈاکٹر نے تجویز کیا ہی کہ گوشہ چشم کے قریب کا ایک سوراخ بند ہوگیا ہی جس سے رطوبات دماغ کی طرف نکلتے ہیں اور وہ بغیر سلائی ڈالے ہوئے کھل نہیں سکتا۔ چونکہ ڈاکٹر موصوف کی تشخیص پر اطمینان کلی نہیں ہی لہٰذا ان کی رائے پر عمل کرنے کی مبادرت نہیں ہو سکتی بلکہ بہتر یہی معلوم ہوتا ہی کہ کسی اعلیٰ قسم کے ڈاکٹر کو دکھلا کر ان کی رائے لیجائے۔ لہٰذا مکلف خدمت عالی ہوں کہ اس امر سے مطلع فرمائیے کہ بریلی میں آنکھ کے علاج کرنے والے کوئی صاحب عمدہ لیاقت اور صداقت کے موجود ہیں یا نہیں اور آپ سے ان سے اسقدر رسم بھی ہی کہ میں ایک روز کے واسطے اس بچے کو بھیجدوں اور وہ تشخیص کردیں۔ بعد تشخیص ہونے کے پھر ممکن ہی کہ تعمیل کیجائے۔

امیر احمد امیر مینائی

از ریاست رامپور روہیلکھنڈ۔ ۲۴ جولائی سنہ ۹۲ء نمبر ۱۹۹

مخدوم و مکرم معظم و محترم جناب قاضی صاحب زاد التفاتکم ۔

تسلیم و تکریم ۔ مکرمت نامہ صادر ہوا اور سرموں کی پارسل بھی پہنچی۔ سپاس گزار ہوں اور ہمیشہ الطاف و اعطاف کا امیدوار ۔

سرموں کا امتحان اپنی آنکھوں کے ساتھ کر رہا ہوں جو سرمہ آنکھ سے موافق ہوگا آپ کی خدمت میں اطلاع دونگا تین دن میں نے کحل الجواہر کا استعمال کیا اس سے تو کوئی نفع نہ معلوم ہوا آج سے آپ کے دوست کا دیا ہوا سرمہ لگانا شروع کیا ہی تین دن اسکو بھی لگا کر دیکھوں گا ۔ آنکھوں میں نمی اور چرک لطیف کہ فوراً پلکوں پر آکر خشک ہو جاتا ہی اور ضعف بصر اور حالت گمنیت جو ایک مرض خاص ہی اور کتب طبیہ میں مذکور ہی ان سب کی شکایت مجھکو ایک برس سے ہی ۔ دو چار مہینے سے خود بخود یہ کیفیات کم ہو گئی تھیں آغاز موسم برشگال سے پھر زیادتی ہی ۔ اشتہار سرمے کا جو مرحمت ہوا اسکو باحتیاط رکھ لیا ہی ۔ کئی اشتہاروں کے سرمے تو منگوا چکا ہوں اس کو بھی منگواؤں گا ۔ زیادہ سوائے شکر گزاری کے کیا لکھوں ۔ فرزند ارجمند کی خدمت میں سلام و دعا پہنچے اطفال تسلیم گزار ہیں ۔ فقط ۔

آپ کا منت پذیر ۔ امیر فقیر عفی عنہ

رامپور اسٹیٹ ۔ دفتر امیر اللغات ۔ ۱۹ ۔ اگست سنہ ۹۲ء روز شنبہ نمبر ۲۰۰

مکرم و محترم جناب قاضی عبد الجمیل صاحب زاد اخلاقکم ۔ سلام

مسنون اخلاص و نیاز مشحون۔ فقیر حقیر کی ایک لڑکی حیدر آباد سے
آنے والی ہی اس کے ساتھ اور بھی اس کے ہمراہی پانچ سات
عورتیں ہوں گی، ایک چھوٹا بچہ ہی منجملہ اُن آدمیوں کے اس کی انا
بھی ہی۔ لطیف احمد بندہ زادہ اوسط سواریاں لینے گیا ہی۔ اسوجہ
سے کہ مراد آباد سے رام پور تک کی راہ میں دو دریا پڑتے ہیں جن پر
اس موسم میں پل نہیں ہی اور بریلی سے یہاں تک راہ مامون ہی
میں نے لطیف احمد سے کہدیا ہی کہ بریلی کے اسٹیشن پر اُتریں اور
ایک منزل کی جگہ دو منزل خشکی کی گوارا کریں۔ اگر وہاں یہی صلاح
قرار پائی تو راہ سے مجھے تار آئے گا اور میں بذریعہ خط خواہ بذریعہ تار
آپ کی خدمت میں اطلاع دونگا کہ آپ براہ نوازش قدیمانہ چند باتوں
کا بندوبست فرمادیں۔ ایک ہلکا اور مضبوط میانہ جس پر دو زنانی
سواریاں بآسایش بیٹھ سکیں اور ایک کافی وسعت کی ڈولی جسپر
بچے کی انا بچے کو لیکر بیٹھ سکے وقت معہود پر اسٹیشن پر مہیا فرمادیں۔
اور احتیاطاً ایک مکان مختصر خالی رکھیں کہ اگر یہ مسافران منزل
دور و دراز دو چار پہر آسایش لینے کے واسطے اُترنا چاہیں تو اسمیں
اُتر پڑیں اور جس قسم کی مدد یہاں آنے کے واسطے کہاروں وغیرہ
کی ان کو درکار ہو اس میں توجہ فرمانے کی بھی آپ سے امید واثق
ہی۔ زیادہ تصدیع کی حاجت نہیں۔ صاحبزادہ بلند اقبال کو دعائیں
فرزندان فقیر تسلیم رساں ہیں۔ امید ہی کہ جواب سے جلد مطمئن

فرمایا جاؤں۔ فقیر حقیر امیر احمد امیر

رام پور افغانان۔ ۱۵۔ستمبر ۹۳ء نمبر ۲۰۱

مکرم و محترم جناب قاضی صاحب زادت مکارمکم۔ سلام مسنون اخلاص و نیاز مشحون۔ مکرمت نامہ میرے نامہ ہائے نیاز کے جواب میں صادر ہوا تھا۔ مجھے انتظار تھا کہ جن عزیزوں کے اتارنے کا بریلی میں بندوبست کرنا ہے ان کا تار تعین وقت کے ساتھ آجائے تو آپ کی خدمت میں اطلاع کروں۔ اس وقت راہ سے تار آیا کہ منگل کا دن گزر کر شب کی ریل میں بریلی پہنچیں گے۔ میں احتیاطاً میر ناصر علی اپنے ایک معتمد کو کہ مثل میرے عزیزوں کے ہیں یہ نامۂ نیاز دیگر آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ جس جس قسم کی ضرورت مرکبوں اور کہاروں اور مکان فرودگاہ کی درپیش ہو ان سب کا تکفل آپ کی توجہ سے ہونا چاہیے اور مستعدی سے اسٹیشن پر مع سواریوں کے حاضر باشی اور دو تین وقت تک ریل گاڑیوں کی نگرانی میاں ناصر علی کے ذمے ہے۔ مزید احتیاط کے واسطے ایک کارڈ ڈاک پر بھی آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔ آخر میں آپ کی مزاج پرسی اور آپ کی عنایتوں کی شکر گزاری کرتا ہوں۔ صاحبزادۂ بلند اقبال کو دعائیں۔ بندہ زادگان عقیدت نشان تسلیم رساں ہیں۔ امیر احمد عفی عنہ

رامپور اسٹیٹ ۔ دفتر امیر اللغات ۔ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۳ء نمبر ۲۰۲

مجمع اخلاق و کرم جناب قاضی صاحب زاد عنایتکم سلام و اخلاص و سپاس انضمام کے بعد مدعا نگار ہوں کہ نور چشم لطیف احمد مع قافلہ آپ کے اشفاق کریمانہ کے شکر گزار آئے ۔ الحق آپ کی ذات ستودہ صفات اخلاق محمدی و اشفاق اسلامی میں یادگار اسلاف کرام ہی۔ حق تعالیٰ آپ کے انفاس میں برکات روز افزوں عطا فرمائے اور ہمیشہ مکروہات سے محفوظ اور مرغوبات سے محظوظ رکھے یہی سپاس نامہ آپ کے فرزند ارجمند کی نظر سعادت اثر سے بھی گزرے اور دعائے ترقی عمر و علم و اقبال پہنچے ؎

از دست فقیر بینوا ناید ہیچ جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

آپ کا منت پذیر ۔ امیر فقیر

ریاست رامپور ۔ ۲۰ ۔ دسمبر ۱۸۹۹ء روز پنجشنبہ ۔ نمبر ۲۰۳

جناب قاضی صاحب مجمع مکارم فراوان سراپا لطف و امتنان دام بالمجد و الکرم ۔ سلام نیاز انضمام کے بعد التماس ہی کہ بندہ زادہ کو جکے محمد مسعود احمد انٹرنس میں امتحان دینے کی ضرورت سے کالج کے بورڈنگ ہوس میں ۲۱ ۔ دسمبر سے ۱۰ ۔ جنوری تک مقیم رہے گا ۔ میری خوشی تو یہ تھی کہ آپ ہی کے مکان راحت نشان پر قیام ہوتا مگر اس کے مصالح متعلق امتحان اس کو بورڈنگ ہوس کے قیام پر

مجبور کر رہے ہیں اور وہ ضعیف البنیان اور اس زمانے میں محنت کی وجہ سے نہایت ناتوان ہو رہا ہے۔ کوئی عنوان اس کی راحت اکل و شرب کا اس سے بہتر نظر نہیں آتا کہ اگرچہ وہ بورڈنگ ہوس میں رہے مگر باعتبار ماکل و مشارب کے آپ ہی کا مہمان ہو۔ کسی طرح کا تکلف اس کے لئے نہ فرمایا جائے، صرف سالن اور روٹی اور تسحر کے واسطے کھیر یا دودھ میں نان پاؤ ہو۔

نمبر ۲۰۲

ملاذا، جس طرح میں نے بنظر اخلاص و نیازمندی بے تکلفانہ آپ کو اس امر کی تکلیف دی ہے امید کرتا ہوں کہ اسی طرح آپ بھی تکلف نفرمائیں اور اپنے ناتوان بچوں کے مثل تصور فرما کر پرہیزی کھانا اپنے آدمی کے ہاتھ اوقات معینہ پر کالج میں بھجوا دیا کریں محل اقامت سے وہ خود آپ کو آگاہ کرے گا۔ زیادہ سوائے منت پزیری کے کیا عرض کیا جائے۔ آپ کے فرزند ارجمند قاضی خلیل الدین صاحب کو سلام مسنون دعا مشحون۔ اطفال عقیدت خصال تسلیم گزارتے ہیں۔

فقیر امیر احمد امیر مینائی

قاضی محمد خلیل صاحب حیراں رئیس بریلی کے نام

نمبر ۲۰۵

سعید سرمد خلیلی قاضی محمد خلیل صاحب سلمہ اللہ الجلیل۔ سلام شوق کارڈ آیا ممنون یاد آوری کیا۔ "آنچل" اور "دامن" کے جھگڑے میں میری یہ رائے ہے کہ دوپٹے اور اوڑھنی وغیرہ اوڑھنے کی چیزوں میں آنچل کہنا چاہیئے۔ اور قبا، عبا وغیرہ پہننے کی چیزوں میں دامن کہنا چاہیئے مگر شعر مبحوث عنہ کی تصحیح یوں ہو سکتی ہے کہ شعرا نے گوشۂ دامن کو بھی آنچل کہا ہے۔ چنانچہ اس کو میں نے امیر اللغات میں کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے اور یہ دو شعر سند کے بھی آنچل کے لغت میں درج کئے ہیں۔

میر؎ آنچل اس دامن کا ہاتھ آتا نہیں + میر دریا کا سا اس کا پھیر ہے

نسیم؎ دھیان دانتوں کا جو آیا تو یہ سوجھی تشبیہ + صبح نے منھ پہ لیا دامنِ شب کا آنچل

ساعت اور گھڑی ساعت کے قافیے میں احتیاط تو مقتضی اسکی ہے کہ ..... شاعر بلا ضرورت شدید وہم التباس سے بھی بچے مگر جواز ثابت کرنے کے لیئے بہت سے اشعار شعرائے فارسی و اردو کے ملیں گے جن میں انھوں نے جائز کر لیا ہے، جیسا کہ بحر نے یہ مطلع کہا ہے

بحر درویشی طریقہ ہے رسول اللہ کا   باندھیئے تسمہ کمر میں مدبسم اللہ کا

جناب قاضی صاحب کی خدمت میں میری طرف سے تسلیم۔

امیر احمد عفی عنہ

رامپور۔ ۲۲۔ محرم سنہ ۱۵ ہجری نمبر ۲۰۶

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ گرامی شان رشد و سعادت آئین قاضی خلیل الدین صاحب سلمکم الواہب۔ دعائے صلاح و فلاح دارین۔ اس وقت سید جواد علی صاحب کے کارڈ سے وفات قاضی عبد الجمیل صاحب معلوم ہوئی۔ اس خبر نے مجھکو دنیا سے بے خبر کر دیا۔ ایسا قلق ہوا کہ اس کی تعبیر کو الفاظ نہیں ملتے۔ جناب مرحوم سے کریم النفس یادگار سلف، حامی اسلام، دلنواز عام کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ ایک بڑی خوش نصیبی ان مرحوم کی یہ ہی کہ آپ سا سعید خلف الرشید دنیا میں یادگار چھوڑا۔ اب آپ کی ذات کریم الصفات ان کی قائم مقام ہی حق تعالٰی ان مغفور کو غریق دریائے رحمت فرمائے اور آپ کی عمر اقبال کے ساتھ بڑھائے، اس وقت افسردہ دلی اور کچھ لکھنے نہیں دیتی۔

فقیر امیر احمد امیر

منشی امتیاز احمد خانصاحب راز کے نام

ریاست رامپور۔ ۱۴۔ اکتوبر سنہ ۹۶ء نمبر ۲۰۷

پیارے۔ خدا کرے تمہاری طبیعت اچھی ہو اور تم حالت سرور و عافیت میں ہو۔ یہ شکایت نامہ دیکھکر منتظروں پر ترس کھاؤ۔ شکایت مجھے اس کی ہی کہ کاربرآری درکنار، اچھے صاحب نے وہ کوتہ قلمی اختیار کی جس کی مردان ذی مروت و ذی قوت سے امید

نہیں ہو سکتی۔ اگر میں جانتا کہ اظہار مطلب مجکو ایسا متبذل کر دے گا تو رجوع ہی نکرتا اس واسطے کہ رجوع کا محصل اپنا متبذل ہو جانا، اللھم احفظنا من ھذہ المذلۃ۔ اسی کے ساتھ تم سے بھی شکایت ہو کہ کیسا ضروری خط بھیجا مگر جواب ندارد۔ میرے عجز کی حالت اس بے پروائی کو مقتضی نہیں۔ جواب باصواب جلد بھیجو اور جس پیرایہ میں مناسب ہو اچھے صاحب سے بھی دوستانہ شکایت کرو۔ امیر فقیر

ریاست رام پور۔ یکم جون سنہ ۹۶ء نمبر ۲۰۸

پیارے راز، عمر دراز۔ نامۂ سعادت شمامہ آیا۔ میں نے تمھاری جگہ اس کو پیار کیا، آنکھوں سے لگایا۔ خداوند تعالیٰ تمھارے عمر و اقبال میں برکت دے۔ اور صحت و عافیت دارین نصیب کرے نصیب اعدا تمھاری علالت دریافت ہونے سے پریشانی ایک سے ہزار ہو گئی۔ خط میں جو معمولی دیر ہوئی مجھے تردد تھا کہ علت کیا ہو۔ آخر علت نکلی جو حالت تشویش میں باعث مزید تشویش ہوئی جس وقت سے خط آیا ہو ہمہ تن مصروف دعائے صحت ہوں۔ شافی برحق سے امید ہو کہ اب شفا حاصل ہو چکی ہوگی۔ امید کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنی حالت اور مژدہ عافیت سے داعی خیر کو مطمئن کرو جیمس صاحب شکار سے آجائیں تو اب حالت میری اس کی مقتضی ہو کہ جس طرح ممکن ہو ان سے کام نکالنے میں کوشش کرو۔ حاجت جس قدر ہو اور

جو حال ہی تم سے کچھ پوشیدہ نہیں ہی، جیسا مناسب سمجھو اُن سے کہو۔ تمھاری ہی رائے پر اور تمھاری ہی کوشش پر میں نے اپنے کام کو حوالہ کر دیا۔ اللہ تعالی تمھاری سعی مشکور کرے۔

تعجب ہی کہ سرکار عالیہ نے گزارش کی عبارت بغور ملاحظہ فرمائی اور پھر کچھ نفرمایا۔ تہنیت عید اضحیٰ میں ایک قصیدہ جناب وزیر صاحب کے توسط سے میں نے پھر بھیجا ہی، اس کے پہنچنے اور پیش ہونے کا کچھ حال ابتک معلوم نہیں ہوا، تم اگر صحیح ہوتے تو کھوج نکالتے، اللہ کرے تمھاری طبیعت اب بالکل اچھی ہو۔

وسیع مکان میری گزر کے قابل باوجود کمال کوشش کہیں دستیاب نہوا۔ ورنہ اس زمانے میں جب کرایہ کو ملتا بناچاری لیاجاتا بناچاری میں اپنی ذات سے خانقاہ معتمدی کا مجاور ہوا اور راہل و عیال کو حافظ عبدالحی والے مکان میں جو میاں صاحب کے مکان سے جانب جنوب متصل سڑک ہی بھر دیا۔ اسباب حتیٰ کہ کتابوں کی الماریاں بھی سب کھنڈ سار کی زمین پر کھلے میدان میں ہیں اور جہاں تک ممکن ہی کوشش کر رہا ہوں کہ اسی زمین کی تعمیرات کہنہ میں کسی عنوان سے صلاحیت برسات بسر کرنے کی نکلے مگر روپیہ بہم پہنچانے میں کچھ بس نہیں چلتا۔ حرکات مذبوحی اور تپش بسملانہ سے اب تک اسقدر ہوا ہی کہ اس احاطے کی چاردیواری خام بن گئی ہی۔ ہر روز تمھاری اور جمیس صاحب کی تحریر کا انتظار رہتا ہی۔ باسباب ظاہر سر دست

اور کہیں سے امید گرہ کشائی معلوم نہیں ہوتی فقط۔ امیر فقیر۔

نمبر ۲۰۹

پیارے راز۔ عمر دراز۔ اب تو تمھاری تحریر بھی شاہد مقصود کی طرح منھ چھپانے لگی، ایک تسکین کا سہارا تھا وہ بھی گیا۔ باوصف اس بات کے جاننے کے کہ میں تمھارے خط کا کس قدر مشتاق رہتا ہوں اور پھر خط نہ لکھنا تمھیں کہو ستم ہی کہ نہیں۔ خدا کرے مانع بخیر ہو اور اور تم خیر و عافیت سے ہو۔ جیس صاحب نے تو کوئی تحریر مجھے نہ بھیجی نہ آیندہ بھیجنے کی امید نظر آتی ہی، خدا جانے اس کی علت کیا ہی۔ بے التفاتی ہی۔ یا عدم کارروائی کی خجالت۔ وزیر صاحب سے جواب خط ملنے کی تو پہلے ہی امید نہ تھی۔ آخر وہی ہوا۔ خیر، کوئی لکھے یا نہ لکھے تم تو تسکین افزائی میں کمی نکرو میں اسی حالت کے ساتھ زندہ ہوں اور تمھارے حق میں دعا کرتا ہوں۔ قیمت دیوان کے واسطے پھر مکلف ہوں کہ جس قدر فراہم ہو گئی ہو جلد بھیجدو۔ باقی خیریت۔ سب چھوٹے بڑے واجب رساں ہیں۔ پانی نہ برسنے سے یہاں کی خلقت تباہ ہو رہی ہے اللہ رحم کرے۔ تمھارا داعی خیر امیر فقیر

نمبر ۲۱۰

پیارے راز۔ سلام و دعا۔ عقل و شعور کا رجسٹری شدہ پمفلٹ مجھے ملا

اور تمھاری تحریر محبت خمیر بھی مجھے پہنچی۔ میں تمھاری سعادتمندی سے مسرور اور عقل و شعور کے پہنچنے سے حضرت برہم اور تمھارا دونوں کا ممنون ہوں۔ حافظ جلیل حسن وطن میں سخت بیمار ہوگئے ہیں۔ میرا دل ہر وقت دھڑکتا ہے۔ دعا کے سوا کیا چارہ ہے۔ بھائی تم بھی دعا کرو۔ سب دوست عزیز ما وجب گزار ہیں۔ حضرت برہم کو سلام اور سپاس گزاری فقط۔

امیر فقیر

حافظ غلام احمد صاحب فروغی کے نام

نمبر ۲۱۱

رامپور۔ ۶۔ نومبر ۱۸۹۳ء

دلنواز۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ مہربانی نامہ آیا ممنون یاد آوری کیا۔ آپ اپنے مشاعرے کے لیے مجھ سے غزل طلب فرماتے ہیں۔ میں اس زمانہ میں بہت ہی رنجور اور معذور رہو رہا ہوں خود بیمار اور کبھی بیماروں کا پرستار رہتا ہوں۔ جو وقت فرصت و اطمینان کا ملتا بھی ہے وہ امیر اللغات کی تالیف و تصنیف میں صرف ہوتا ہے۔ شعر و سخن کا مشغلہ مجھ سے بالکل چھوٹ گیا ہے۔ آپ کے حسن اخلاق سے امید ہے کہ عذر میرا قبول کر کے مجھکو معاف فرمائینگے

امیر فقیر۔

نمبر ۲۱۲

ریاست رامپور۔ ۲۰۔ نومبر ۱۸۹۳ء

دلنواز دوستان زادت اخلاقکم سلام مسنون اخلاص بہتی

نشحون۔ عنایت صحیفہ آیا اور اپنے ساتھ عمدہ ہدیہ لایا۔ نصاب کا نسخہ جو تحفۃً آپ نے مرحمت کیا میں نے خوش ہو کر اس کو قبول کیا۔ میں نے دو چار ورق الٹ کر دیکھے۔ کتاب آپ نے بہت اچھی اور مفید لکھی ہے۔ مرزا غالب مرحوم کا قادر نامہ بھی میری نظر سے گزرا ہے آپ کے یہاں بہت سی باتیں بڑھی ہوئی ہیں۔ حسن و انسجام کے علاوہ بڑی خوبی یہ ہے کہ الفاظ روابط بہت ہی کم آئے ہیں۔ انشاء اللہ یہ کتاب مقبول خاص و عام ہوگی۔

میری رنجوری و معذوری کی وہی حالت ہے جو لکھ چکا ہوں۔ مجھے ذرا بھی صحت و اطمینان ہوتا تو آپ کی فرمایش کی خوشی سے تعمیل کرتا۔ آپ کے اصرار اور اپنی حالت سے نہایت محجوب ہوں۔ اخلاق سامی سے امید ہے کہ میرا عذر قبول کر کے میری خجالت مرتفع فرمائیں گے۔ فرزندان واحباب فقیر یاد حب گزار ہیں۔ منت پذیر امیر فقیر

حضرت طاہر فرخ آبادی کے نام

۲۰۔ ربیع الاول ۱۳۰۲ ہجری۔ ۸۔ جنوری ۱۸۸۵ء۔ لکھنؤ کرہ ابو تراب خان ۲۱۳
شفیق یاد آور مخلصاں سلامت۔ سلام مسنون۔ غدر میں اموال بھی تلف ہو گئے جانیں بھی سیکڑوں ضائع گئیں۔ یہ تو ادنیٰ کیفیات تھے۔ مگر تجربے سے معلوم ہوا کہ غارتگروں نے ہتیلیں بھی لوٹ لیں صفات قدیمہ بھی خیر باد کہہ کر سدھار گئے، محبت کا نشان بھی نہ باقی رہا

ہمدردی ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی، قوتیں سلب ہو گئیں، حافظے کام کے نہیں باقی رہے۔ میرا بھی یہی حال ہوا، حافظے میں مطلق قوت نہیں رہی۔ اسی زمانے سے ریاست رامپور کو چلا جانا ہوا وہاں جاکر دنیا ہی نئی دیکھی اور رئیس کے التفات نے شب و روز میں کسی ساعت کو خالی نچھوڑا۔ معہذا بسبب تاہل کے اپنے افکار نے بھی کچھ حصہ وقت کا دبالیا۔ اس وجہ سے فرصت نہ ملی کہ یاران قدیم و مخلصان صمیم کو یاد کرتا اور یہی باعث ہوا کہ آپ کو بھی کبھی کچھ نہ لکھ سکا۔ اب مخدومی و محترمی جناب حکیم محتشم علی صاحب کے ذریعہ سے مدت دراز کے بعد آئینۂ رابطۂ قدیم کا زنگ چھوٹا اور نئی جلا دی گئی۔ یعنی آپ کا عنایت نامہ جس میں کچھ فقیر کا ذکر ہی ملا، میں نے سوچکر آپ کی تصویر خیالی ذہن میں کھینچی اور محبت دیرینہ کا مزا اٹھایا ؎

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

رہنما اخبار بندہ زادہ کلاں نے بے شغلی سے تنگ آکر جاری کرنے کا قصد کیا ہی، دو اشتہار اس کے بھی بھیجتا ہوں اور گلدستہ بعض احباب نے شائع کرنے کا ارادہ کیا ہی، میں نے بھی بتقاضائے ؎

خیال خاطر احباب چاہیئے ہردم ۔۔۔ انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

ان کے پاس خاطر سے حتی الوسع اعانت کرنے کا وعدہ کرلیا ہی فقیر زادہ یعنی منشی محمد احمد میرے حکم کے موافق اس کے انصرام کا کفیل ہوا ہی۔ اس کے بھی چند قطعہ اشتہار بھیجتا ہوں۔ کسا دبازاران چیزونکی

قدردانی کا بیشک آپ کی تحریر سے بھی زیادہ ہی مگر تاہم ؎

ہنوز آں ابر رحمت درفشان ست   خم و خمخانہ با مہر و نشان ست

تلاش و کوشش ہو گی تو بہت نہ سہی تھوڑے ہی سہی قدرشناس پیدا ہو جائیں گے۔ یہ تحریر فرمانا آپ کا کہ میرا کلام اساتذہ کے اشعار کے سامنے کیا وقعت پیدا کرے گا دلیل کمال ہی اس لیے کہ کمال آدمی کو ضرور ہی منکسر کر دیتا ہی۔ امید ہی کہ اس گلکدے کو اپنا ذاتی گلدستہ تصور فرما کر ہمیشہ اس کی حسن افزائی ملحوظ رہے اور کلام تازہ انتخاب کے بعد عنایت ہوا کرے تم التسلیم۔ محمد احمد تسلیم گزار ہی۔

آثم امیر احمد عفی عنہ

مولوی محمد اعجاز حسن خانصاحب رئیس سولپور ضلع مظفر پور کے نام

دفتر امیر اللغات رامپور اسٹیٹ۔ ۱۵ جولائی ۱۸۹۳ء   نمبر ۲۱۴

عزیزی و سعیدی زاد عمرکم صلاح و فلاح دارین کی دعائیں۔ مدت کے بعد تمھارا ا نیقۂ سعادت سرور نور افزائے دل و دیدہ ہوا ؎ عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است، اگر اپنا بوڑھا دعاگو سمجھکر کبھی کبھی پوچھتے رہو تو تمھاری محبت و سعادت ہی ورنہ کیا شکایت ہی۔ میرا استحقاق جو کچھ تھا وہ نایاب و شاداب کے ساتھ گیا میں صرف تم لوگوں کے تصور سے اپنے دل کو خوش کر لیا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ زندہ اور خوش

رکھے باقی دعا کے سوا کیا لکھوں۔ خداوند کریم کہ حافظ حقیقی ہی بخیر و
خوبی مسافروں کو واپس لائے آمین ثم آمین۔ نورچشیم بابو ظفر حسن کو
دعائیں۔ اور باتوں کا جواب نورچشیم ممتاز علی دیں گے کہ وہ ان سے
متعلق ہیں آپ اور بابو ظفر حسن خاں اب کیا پڑھتے لکھتے ہیں کہاں تک
تحصیل علم کی ہی مشغلہ کیا رہتا ہی براہ سعادت مفصل طور پر مطلع کیجیئے گا

امیر فقیر

نمبر ۲۱۵

رامپور۔ ۱۵۔ ستمبر ۹۵ء

سعید سرمدر شید ابد سلمکم اللہ الصمد۔ سلام و دعا۔ آپکی طرف سے
کچھ ایسی مجھے خجالت ہی کہ بن نہیں پڑتا کیا لکھوں اور آجتک کچھ
نہ لکھنے کا کیا عذر کروں۔ آپ کے بہت سے سعادت صحائف آئے
اور میری خوشی و شکر گزاری کے باعث ہوئے ممکن تھا کہ میں جواب
لکھوا دیتا لیکن اجزائے دیوان نایاب مرحوم جو آج تک دیکھہ نہ سکا
لہذا کچھ لکھ بھی نہ سکا اور اس کے نہ دیکھنے کی علت اپنی علالت کے
سوا اور کچھ نہیں ہی خصوصًا اس زمانے میں بہت ہی غیر صحیح رہا حبس بول
کے دورے کثرت سے اور شدت سے پڑے۔ رات جو دورہ پڑا ہی اسکی
ایذا سے اس وقت تک بیقراری ہی۔ معہذا تپ وغیرہ کی بھی شکایت ہی
اللہ تعالی رحم فرمائے آگے ان اجزا کو دیکھنا شروع کیا تھا اسی سبب
سے رہ گیا اب پھر تھوڑا تھوڑا دیکھنا شروع کیا ہی آپ بھی دعا کیجیے
کہ میں صحیح رہوں اور اس سے جلد فراغت کر کے آپ کے پاس

بھیجدوں۔ سب عزیزما وجب گزارہیں۔ آپ کا داعی خیر امیر فقیر

۳۱۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء نمبر ۲۱۶

عزیز از جان اقبال نشان سلمکم اللہ المنان دعائے صلاح و فلاح دارین و سرخروئی و سرسبزی نشاتین کے بعد مدعا نگار ہوں کہ محبت نامہ سعادت شمامہ مشعر خبر رحلت جناب غفران مآب جد امجد سامی آیا اور میرے دل کلفت منزل کو جو نایاب و شاداب مغفورین کے غم سے پہلے ہی بسمل ہو رہا تھا اور بھی تڑپایا ایسی ذات بابرکات کا سایہ عاطفت سر سے اُٹھ جانا باعث سخت صدمہ جانکاہ ہے اس داغ کا مرہم انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا کوئی نہیں حق تعالیٰ ان کو غریق دریائے رحمت اور ان کے اعقاب کو کاسب اجر مصابرت فرمائے۔ تمام ہوا یہ مطلب اتمام نسخہ ہائے دیوان مطلوبہ گرامی روانہ کرنے کو دفتر میں کہدیا ہے برخوردار مسعود احمد ضمیر آج ہی تعمیل حکم کریں گے امید ہے کہ آپ مجھکو بھی اپنا ایک دیرینہ بہی خواہ سمجھکر کبھی یاد کر لیا کریں۔ سب عزیزوں دوستوں کو نام بنام دعا و سلام فقط فقیر امیر

رامپور۔ ۲۸۔ مارچ ۱۸۹۷ء نمبر ۲۱۷

عزیز از جان سعادت نشان دعا۔ تمھارا سعادت نامہ پہنچکر کاشف مدعا ہوا تھا۔ دیوان چھپ کر مطبع سے آگیا اب جس تپے ہیے گھوپا بخ

جلدیں تمھارے لکھنے کے موافق تمھارے نام بھیجی جائیں باقی خیریت ہے
مکرر یہ کہ کوشش کر کے خریدار بہت سے پیدا کرو ہزار جلدیں چھپوائی گئی ہیں بغیر اس کے کہ تم سے دلسوز دل سے کوشش کریں۔ ان کا نکلنا دشوار ہے۔
امیر فقیر

نمبر ۲۱۸

رامپور۔ ۲۴۔ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ
سعید کونین سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین۔ دعائے ترقیات روزافزوں
قصیدہ آپ کا مرسلہ آیا تھا۔ بسبب موسم سرما کے کہ میرے مرض کے نہایت مخالف ہے اس کے دیکھنے کی اب تک نوبت نہیں آئی تھی آج وہ قصیدہ نکلوا کر اور نظر اصلاح سے دیکھکر بھیجتا ہوں تاخیر کی تقصیر معاف کیجیے اور اس کی رسید اور اپنی خیریت سے مطمئن کیجیے۔
احتیاطاً قصیدے کا بیرنگ بھیجنا مناسب سمجھا گیا اعزہ جان۔ محمد ریاض حسن خاں و محمد ابوالحسن خاں کو دعائیں۔ امیر فقیر

نمبر ۲۱۹

۱۷۔ اپریل ۱۸۹۸ء۔ ریاست رامپور
گرامی نشان اقبال نشان زاد عمرکم حسب وعدہ تاریخ بھیجتا ہوں غالب ہے کہ پسند آئے۔ اس سے پہلے جو تاریخ تم نے بھیجی تھی وہ دیکھکر بھیج چکا ہوں اس کی رسید اب تک نہیں آئی۔ عظیم آبادی تاروں کے نیچوں کے لیے لکھا تھا ان کا بھی انتظار ہے۔ اس قطعہ تاریخ کی رسید بھی

آنا چاہیئے کہ نگرانی رفع ہو۔ مدت سے نور چشم سید ظفر حسن کا حال معلوم نہیں میری طرف سے بعد دعا کے کہو کہ کبھی کبھی خط لکھا کریں اور اپنے مشاغل و حالات سے مسرور کیا کریں۔ محبی بابو محبوب حسن خاں بھی کبھی یاد نہیں کرتے۔ ان سے بھی خصوصیت کے ساتھ شکایت ہی۔

کل ہوا اک گلشن شاداب میں سیر گزار   کتنے دیکھے نرگستاں کتنے دیکھے لالہ زار
صفحۂ روئے پری دکھلا رہے تھے برگ گل   سطر زلف حور آتی تھی نظر ہر شاخسار
تھا جو بلبل بلبل شیراز کا تھا ہمزباں   تھا جو طوطی طوطئ ہندوستاں کی یادگار
تھی بڑی حیرت مجھے یارب یہ کسکا ہی چمن   دیکھکر حیران مجکو چہچہا اُٹھی ہزار
گلفشانی ہی یہ طبع نازک نایاب کی   رنگ لائی ہی یہ تازہ فکر رنگیں کی بہار
چھپ رہا ہی آگرے میں آجکل انکا کلام   فکر سال طبع میں ہیں شاعران روزگار

سُن کے یہ مژدہ کہی تاریخ میں نے بھی امیرؔ
ہی یہ دیواں شاعر شیوازباں کی یادگار   امیر احمد امیر مینائی
۱۳۱۵ھ

رام پور ۲۱۔ اپریل ۱۸۹۸ء   نمبر ۲۲

گرامی نشان اقبال نشان زاد عمرکم و اقبالکم۔ دعائے ترقیات روز افزوں۔ سعادت نامہ مورخہ ۲۵۔ ذیقعدہ آیا۔ مضمون خلق و محبت کے دیکھنے سے بہت ہی مسرور رہوا۔ اللہ تعالیٰ تمھاری عمر و اقبال میں برکت دے اور مقاصد دارین پر فائز کرے۔ تاریخ طبع دیوان نایاب میں نے کسکو بھیجی تھی، اب تم کو پہنچی ہوگی۔ اس کی رسید کا مجھے انتظار ہی

نیچوں کے بارے میں جو تم نے دریافت کیا ہے مجھے قفلی دار چند نیچے مطلوب ہیں اور ایک نیچہ پیچوان کا۔ باقی خیریت۔ اپنے بھائیوں کو میری طرف سے دعا پہنچاؤ۔
امیر فقیر

نمبر ۲۲۱

عزیز از جان گرامی شان اقبال نشان زاد عمرکم۔ دعا کے بعد دعا یہ ہے کہ تحریر سعادت خمیر مشعر صحت پہنچکر سرور افزائے خاطر فاتر ہوئی خداوند تعالے ہمیشہ ہمدوش صحت و ہم آغوش راحت رکھے آمین۔ نیچوں کا بکس کھلوایا گیا تینوں نیچے باعتبار کپڑے اور حسن بندش کے بہت اچھے ہیں کلا بتونی نیچوں کی کچھ حاجت نہیں البتہ ان نیچوں میں کوئی نیچہ صرف نے کا جسمیں قفلی نہیں ہوتی اور وہیں بنتے ہیں نہیں ہر چند نیچے ویسے مطلوب تھے۔
حافظ جلیل حسن صاحب کو جو تذکرہ لکھنا ہے اس میں قید حیات شاعر نہیں ہے۔ جلوۂ خضر کا پہلا حصہ میرے پاس ہے دوسرا حصہ مطلوب ہے میں بہت ہی مسرور ہونگا اگر آپ اس کا دوسرا حصہ تلاش کر کے مجھے بھیجدیں گے سب عزیزوں کو دعا۔ امیر احمد امیر مینائی

نمبر ۲۲۲

رامپور دفتر امیر اللغات۔ ۲۸۔ ستمبر ۱۸۹۸ء
عزیز از جان اقبال نشان زاد عمرکم و اقبالکم۔ دعائے سرخروئی دارین و سرسبزی نشاتین مسرت نامہ سعادت شمامہ نور و سرور افزائے

دیدۂ و دل ہوا۔ بلٹی بھی پہنچی نیچوں کا بکس بھی ریل سے وصول ہوا
ابھی کھولا نہیں یقیناً نیچے اچھے ہی ہوں گے۔ میں آپ کی محبت و عنایت
کا شکر گزار ہوں۔ نصیب اعدا طبیعت کیا ناچاق تھی مجھے نہایت تردد
رہے گا جب تک حسب دلخواہ صحت کی خبر نہ آئے گی۔ محض استدراک حال
کے واسطے یہ تحریر مختصر نیچے دیکھنے سے پیشتر روانہ کرتا ہوں خدا کرے
مژدہ صحت میرے دل افسردہ منزل کو جلد شگفتہ کرے اس کے بعد تحریر
مفصل نیچوں سے متعلق بھیجوں گا سب عزیزوں کو حسب مراتب سلام
و دعا۔ محب دلنواز گرامی شان بابو محبوب حسن خاں بیرسٹرایٹ لا کا
خط بہت دنوں سے نہیں آیا ان کو بھی سلام مسنون اخلاص و دعا
مشحون اور دوستانہ شکایت کوتاہ قلمی پہنچے۔ برخوردار کامگار بابو ظفر حسن خان
کو ادعیہ کثیرہ کے بعد یہ پیام پہنچے کہ اپنی کیفیت خصوصاً تعلیمی حالات اپنے ہاتھ
سے لکھکر مسرور کریں فقط۔ فقیر امیر احمد مینائی بقلم یکے از اہل دفتر

۱۰۔ نومبر ۱۸۹۸ء نمبر ۲۲۳

عزیز از جان من منشی محمد اعجاز حسن صاحب زاد عمرکم و اقبالکم دعائے
سرسبزی نشائتین و سرخروئی دارین۔ محبت نامہ سعادت شمامہ نور و
سرور افزائے دیدۂ و دل ہوا" مقاصد حسنہ" کا نسخہ میرا مملوک نہ تھا
ایک دوست سے مستعار منگوالیا تھا وہ اب یہاں نہیں ہیں میں نے
ان کو خط لکھا ہے کہ عبارت مطلوبہ کی نقل بھیجدیں اب تک ان کے جواب کا

انتظار ہو اس وقت بنظرِ رفع نگرانی یہ مختصر تحریر دست رعشہ دار سے
لکھکر بھیجتا ہوں جس وقت وہ عبارت آجائے گی فوراً بھیجونگا۔ جلوہ خضر
کے دو حصے اور ہونا اس حصہ دوم سے معلوم ہوا شاید ان کے چھپنے کی
نوبت نہ آئی ہو گی اگر آپ کی کوشش سے قلمی دونوں حصے نقل
کے واسطے مل سکیں تو بہت ہی جی خوش ہو اور اگر صفیر مرحوم کے جانشین
مستعار ندیں تو وہیں نقل لینے کا بندوبست کیا جائے اور اُن کے
کتب خانے کی فہرست بہم پہنچانے میں بھی سعی کرنا باعث منت ہو گا۔
اعزہ بجان منشی محمد ریاض حسن خاں کو دعائیں۔ فقط امیر فقیر مینائی

رامپور ۲۴۔ نومبر ۹۸ء نمبر ۲۲۴

عزیز از جان گرامی شان اقبال نشان بابو محمد اعجاز حسن خانصاحب
زاد عمر کم و اقبالکم۔ دعائے ترقیات دارین۔ سعادت نامہ اقبال ختامہ
مورخہ ۳۔ رجب نور کو سرور افزائے دیدہ و دل ہوا خدا کرے آپ کی
سعی در باب بہم رسانی تالیفات صفیر مرحوم مشکور ہو یہ دوسرا حصہ "جلوۂ
خضر" کا جو آپ نے مجھے بھیجا ہے ایسا غلط چھپا ہے کہ قرائن مقام سے
بھی اکثر جگہ پڑھا نہیں جاتا جس مطبع میں چھپا ہے غالب ہے کہ اسکی
اصل منقول عنہ وہاں ہو اگر وہ نسخہ مل جاتا تو اس کی تصحیح ہو جاتی
یہ کتاب تو مسخ ہو جانے کی وجہ سے مفید نہ رہی کتاب مصنف مرحوم
نے بہت اچھی لکھی ہے مگر افسوس کہ بہت ہی بری چھپی ہو اور اس

کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مابعد کے دو حصے اور بھی ہیں خدا کرے یہ تصنیفات ان کے ضائع نہ ہوئے ہوں اور آپ کی کوشش سے ملجائیں۔ افسوس کہ ان کے صاحبزادے بھی جو ہوشیار تھے قضا کر گئے چھوٹے چھوٹے دو بچے جو باقی ہیں ان سے کیا کام نکلے گا ہاں وہ شاگرد صفیر مرحوم کے جن کو آپ نے استدراک کیفیت کے واسطے لکھا ہے حسب دلخواہ کوشش کریں تو کام چلے بہر کیف آپ اس باب میں کما حقہ توجہ کیجیے اور مطبع سے اصل جلد ثانی جلوہ خضر، اگر وہاں ہو تو بھیجے۔

"مقاصد حسنہ" کا نسخہ اب تک مجھے نہیں ملا تلاش میں ہوں عزیز از جان مولوی محمد ریاض حسن خاں اور محمد ابوالحسن خاں سلمہا اللہ تعالیٰ کو دعائیں۔ امیر فقیر

نمبر ۲۲۵ دارالریاست رامپور، ۲۰ جنوری ۹۹ء

جان سے پیارے میرے اعجاز تمھارا اقبال بلند اور عمر دراز۔ محبت نامہ سعادت شمامہ آیا آنکھیں پر نور ہوئیں اور دل مسرور۔ حق تعالیٰ اس حسن یاد آوری کے ساتھ دیر گاہ تم کو اقبال مند رکھے اس سے قبل والی تحریر بھی شاید آئی ہو اس وقت کیفیت صوری میں کچھ یاد نہیں تاخیر جواب کا عذر خواہ ہوں۔ افسوس صفیر مرحوم ان کے نتائج طبع سب برباد ہو گئے۔ میں آپ کی سعی جمیل کا شکر گذار

ہوں. کوشش چلی جائے شاید کبھی کوئی چیز ملجائے. مقاصد حسنہ کا نسخہ صحیح نہ ملنے سے میں اب تک عبارت مندرجہ امیر اللغات کی تصحیح نقل نہ کرسکا آپ کے سب عزیزان کو حسب مراتب ماوجب. امیر فقیر

رامپور ۱۵، مارچ ۹۹ء نمبر ۲۲۶

اعزبجان سعادت واقبال نشان زاد عمرکم واقبالکم سلام مسنون دعائے ترقیات مشحون. سعادت نامہ پہونچا اور دس نسخے دیوان نایاب کے آئے باعث سرور موفور ہوئے دیوان کی چھپائی اور خوش اسلوبی دیکھکر بہت جی خوش ہوا خداوند تعالیٰ تمھاری محنت وحسن کارگذاری ٹھکانے لگائے کہ یہ دیوان محبوب و مرغوب ہوکر قبول عام کا خلعت پائے. میری تاریخ جو تمھیں اس قدر پسند آئی اس کی وجہ زیادہ تر یہ ہو کہ تم کو میرے ساتھ ایک قلبی علاقہ ہی اور میں بھی تمھاری سعادت ولیاقت سے اس قدر خوش ہوں کہ اس کو بیان کر نہیں سکتا۔ ہمیشہ دعائے خیر سے یاد کیا کرتا ہوں. اللہ تعالیٰ تم کو جمیع مقاصد پر فائز کرے سب بندہ زادے دیوان پاکر سلام اور شکریہ اداکرتے ہیں. اپنے بھائیوں کو میری طرف سے بہت بہت دعاکہو فقط. امیر فقیر

رامپور یکم اپریل ۹۹ء نمبر ۲۲۷

گرامی نشان اقبال نشان اعلیٰ اللہ شانکم دعائے ترقیات روزافزوں

نامۂ سعادت پہونچا اور ممنون کیا دیوان نایاب کا زیر طبع ہونا باعث سرور ہوا۔ تاریخ طبع اس سنہ کے موافق جو آپ نے مجھ سے طلب کی ہے میں انشاء اللہ فکر کروں گا اور حسب دلخواہ تاریخ ہوگئی تو آپ کو بھیجدونگا۔ وہ تاریخ تو بہت اچھی تھی اگر ممکن ہو تاریخ ترتیب قرار دے کر چھپوائی جائے ورنہ خیر۔ عزیزی محمد ابوالحسن خاں کی تاریخ دیکھکر بھیجتا ہوں پورا قطعہ اچھا ہے میرا جی بہت خوش ہوا طبیعت ہونہار معلوم ہوتی ہے۔ بارک اللہ فی عمرہم و اقبالہم۔ صنمخانۂ عشق کے صفحات بوجوہ اب تک طبع نہیں ہوئے جس وقت چھپیں گے آپ کو اطلاع دیجائے گی۔ تاروں سے بنے ہوئے پنکھے جو خاص اسی ملک میں بنتے ہیں مجھے درکار ہیں اگر آپ مہربانی کر کے بھیجدیں تو باعث منت پذیری ہے۔ عزیزان سعادت نشان محمد ابوالحسن خاں و محمد ریاض حسن کو بہت بہت دعائیں۔ امیر فقیر

نمبر ۲۲۸

رامپور ۲۰۔ مئی ۱۸۹۹ء

گرامی نشان اقبال نشان زاد عمرہم و اقبالہم دعائے ترقیات روز افزوں۔ عرصہ سے کوئی تحریر مشعر خیریت نہیں آئی تعلق ہے۔ خدا کرے آپ بجمیع الوجوہ مطمئن و مسرور ہوں۔ سخندان پارس کا ذکر آگے آپ نے لکھا تھا چونکہ دفتر امیر اللغات میں اس کی حاجت ہے اس لیے چاہتا ہوں کہ جس مطبع سے اس کا ملنا ممکن ہو مجھے آگاہ کیجیے

کہ میں طلب کرلوں جواب مفصل دیجئے باقی خیریت۔ سب عزیزوں کو ما وجب۔

امیر فقیر

نمبر ۲۲۹

ریاست رامپور۔ ۲۶۔ جون سنہ ۹۹ء

گرامی شان سعادت و اقبال نشان زاد عمرکم و اقبالکم دعائے ترقیات روزافزوں۔ نامہ سعادت شمامہ آیا پارسل موصول ہوئی چار نیچے ڈیڑھ خمے اور ایک فتح پیچ پہونچا میں نے خوش ہو کر آپ کو دعائیں دیں اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور اس دلنوازی کا اجر دے دیوان نایاب کے نسخوں میں اس شعر کی تصحیح کردی گئی باقی خیریت۔ ان سطروں کو پارسل کی رسید اور شکریہ سمجھئے۔ امیر فقیر

نمبر ۲۳۰

۲۰۔ جنوری

اعز بجان من۔ سلام لو دعا لو اور اپنے محبت نامہ مورخہ ۱۱ جنوری کا جواب لو دیوان نایاب کا پمفلٹ مجھے پہونچگیا اور اسکے ساتھ جو خط تم نے لکھا تھا وہ بھی پہونچا تمھاری تحریر پر تنویر آنکھوں میں گھر کرتی ہی آنکھوں کا نور بڑھاتی ہی بارک اللہ وجزاک اللہ میں دیوان کو دیکھوں گا۔ دیکھیئے کب سے دیکھنا شروع ہوتا ہی ابھی کچھ بھی نہیں دیکھا مجھے دل سے فکر ہوا اور خیال ہی اللہ تعالیٰ میرے خیال کو پورا کرے بیماروں کی خدمت سے فراغت نہیں

ہوتی احباب کی خدمت سے نہایت قاصر ہوں اور نہایت نادم ہوں ان اجزا سے فارغ ہو کر اور اجزا تم سے طلب کرونگا زیادہ عذر تقصیر کے سوا اور کیا لکھوں وہاں سب کو میری طرف سے ماوجب کہو خوش رہو۔ تمھارا دعاگو امیر فقیر

مولوی محمد ریاض حسن خاں صاحب المتخلص بہ خیال در ریختہ و دانش در پارسی رئیس رسولپور ضلع مظفرپور کے نام

رامپور ۷۔ نومبر ۹۲ء نمبر ۲۳۱

اعزبجان سعادت و اقبال نشان زادت مراتبکم۔ سلام و دعا آپ کا محبت نامہ مع کلام اصلاح طلب آیا تھا افسوس کہ میں اپنی معذوریوں کی وجہ سے جواب بھی نہیں دے سکا۔ حبس بول کا دورہ پڑ جانے سے طبیعت بہت بے کیف ہی سہندا اکثر اعزہ کی بیماری سے نہایت تشویش اور پریشانی رہتی ہی۔ آپ کا کلام میں نے بحفاظت رکھوا دیا ہی ذرا طبیعت کو سکون اور اطمینان ہولے تو اسے نکلوا کر دیکھوں امید کہ آپ اس تاخیر کو بے التفاتی پر محمول نہ کریں اور کبھی کبھی اپنی اور سب کی خیریت سے مسرور کرتے رہیں عزیزی محمد ابوالحسن خاں کو دعائیں محمد اعجاز حسن خاں کو ماوجب۔ امیر فقیر

۱۶۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء نمبر ۲۳۲

عزیز از جان اقبال نشان زاد عمرکم دعائے ترقیات دارین تحریر سعادت ضمیر نور وسرور افزائے دیدۂ دل ہوئی۔ دوسرا حصہ جلوۂ خضر کا بھی پہونچا۔ اس محبت وسعادت کا شکر گذار ہوں حق تعالیٰ تمھاری عمر دراز اور تم کو اقران واماثل میں ممتاز رکھے۔ افسوس کہ یہ کتاب بہت ہی بُری چھپی۔ بہر کیف مجھے جو اس کی نسبت فکر تھی وہ تمھاری عنایت سے رفع ہو گئی۔ صفیر مرحوم کے پاس شاعری سے متعلق کتابیں خصوصاً کلیات و دواوین شعرائے سلف بہت تھے معلوم نہیں ان کے اعقاب میں کوئی ان سے منتفع ہوتا ہے یا نہیں اور مجھ سا مشتاق ان کتابوں میں سے کوئی کتاب مستعار پا سکتا ہے یا نہیں۔ خیر۔ اگر ممکن ہو تو ان کے کتب خانے کی فہرست منگوا کر ایک نقل اس کی مجھے بھیج دیجئے۔ اور بعد مطالعہ فہرست جن کتابوں کا میں طالب ہوں اپنی ذمہ داری سے ان کو مستعار دلوانے میں کوشش کیجیے۔ دفتر امیر اللغات میں کمیاب ونایاب دواوین سے شعرائے گذشتہ کی بہت حاجت رہتی ہے آپ لوگوں کی سعی جمیل بہت باعث شکر گذاری ہوگی۔ اعز بجان مولوی محمد اعجاز حسن خاں اور اقبال نشان منشی محمد محبوب حسن خان اعلی اللہ شانہما کو دعا و سلام بوحدت مضمون فقط

امیر فقیر

مولوی محمد مہدی حسن خانصاحب شاداب رئیس سول پور کے نام

۲- جنوری ۱۸۸۴ء نمبر ۲۳۳

میرے قدر افزا دلنوازی ہیں یکتا سلامت۔ سلام نیاز مکرمت نامہ عالی کے جواب میں عریضہ ۱۹ دسمبر ۱۸۸۳ء کو رسول پور بھیجا تھا پہونچا تو ہوگا مگر رسید نہ آنے سے ذرا تردد ہی کئی دن ہوئے ایک نمونہ امیر اللغات کا روانہ خدمت عالی کیا ہو امید ہو کہ غور سے ملاحظہ ہو کر پوری ممبری اس کی قبول فرما کر سند قبول لطف ہو اور عمدہ رائے دی جائے۔ محمد احمد نے صحت پا کر پنجاب کا سفر کیا ہو ایک مہینے میں واپس آنے کا ارادہ ہو اس سفر کا نتیجہ اگر اس لغت کے حق میں اچھا ہوا تو دوسرا سفر اور کسی لین پر کریں گے میری رائے نہ تھی کہ ابھی سفر کیا جائے مگر جناب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی کی رائے یہی ہوئی کہ جب تک کوئی لائق آدمی ملک میں پھر کر اشاعت نہ کرے گا تب تک ملک متوجہ نہو گا اور صحیح انتخاب ممبران کمیٹی انتظامی و مشیر کا نہو گا۔ یہ جو اسما درج نمونہ ہوئے ہیں ان میں سے اکثر چھٹ جائیں گے بعض لایق آدمی بڑھ جائیں گے۔ سفر سے مقصود طلب زر نہیں ہو بلکہ لایق آدمیوں کا انتخاب کرنا ہو۔ روپیہ تو اس کام کے واسطے بہت درکار ہو جس کو میں اور میرے احباب نہیں لگا سکتے اس کے ذمہ دار تو لائل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ہیں البتہ مجھکو تمام لغت کے واسطے دو تین ہزار روپیہ درکار ہو جس کو میں اپنی طرف سے صرف کروں خواہ اپنے فراخ حوصلہ احباب سے لوں اور مصارف

ہیں خیر کچھ ہو ہی رہے گا اطفال تسلیم گذار ہیں۔ امیر فقیر عفی عنہ

۱۹۔ ربیع الآخر ۱۳۰۴ھ روز جمعہ نمبر ۲۳۴

قدر دان امیر فقیر سلامت۔ تسلیم و تکریم مکرمت صحیفہ آیا سرفراز فرمایا۔ بند انتظار سے چھڑایا امیر اللغات کے نمونے کی رسید بھی آئی اس کو سراسری مطالعہ فرما کر جس قدر داد دی گئی اس نے بہت دل بڑھایا جب آپ سے بالغ نظر سر آمد اہل ہنر اس کو پسند فرماتے ہیں تو امید واثق ہی کہ منصف طبع اس کی قدر کریں گے ابھی یہ نمونہ پورا پورا نمونہ اس لغت کا نہیں ہی اس لئے کہ میں گوناگوں مکروہات میں گھرا رہا۔ وقت تعمق و استقرا کا باطمینان ہاتھ نہ آیا معہذا انہا تھا محمد احمد بھی بیمار تھے جس وقت علمی کمیٹی لایق ممبروں کی جمع ہو کہ جی لگائے گی اور کام منقسم ہو جائے گا تو امید ہی کہ امیر اللغات اس سے بدارج حسن تالیف اور محاسن تصنیف میں سوا ہو گا۔ ریویو ابھی اخبار میں کیونکر ملاحظہ ہوتے سوا آپ کے چند احباب کے کسی کو بھیجا ہی نہیں سر الفرڈ لائل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی جن کی فرمایش سے یہ نمونہ درست کیا ہی وہ ابھی اس کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتے۔ محمد احمد نے ان کی رائے کے موافق سفر عمدہ مقامات ہندوستان کا ارادہ کیا ہی چنانچہ علیگڈھ میں آنریبل سید احمد خاں سے مل کر دہلی سہارنپور انبالہ پٹیالہ

امرتسر۔ لاہور وغیرہ کی سیر کی اوران مقامات کے لایق یورپین اور ہندوستانیوں سے ملکر رائیں لیں اور جن کو لایق سمجھے ان سے ممبری کی درخواست کی اور جن کو اہل اور متوجہ نہ پایا ان سے ہاتھ اٹھایا فہرست مشیر اور انتظامی کمیٹی کی جو اس میں ہی وہ قابل اعتبار نہیں بہت لوگ گھٹ جائیں گے اور بعض بڑھ جائیں گے کسب زر اس گردش سے مقصود نہیں۔ اس کی صورت جو کچھ صاحب فرمایش کو منظور ہوگی وہ کریں گے۔ مقصود اس سیر و سیاحت سے لایق ممبروں کی تجویز اور ملک کو متوجہ کرنا ہی البتہ اس سفر میں جو مصارف پڑتے ہیں وہ میری زیر باری کا باعث ہونگے۔ اور مجھ پر کئی برس سے ایسے پیچ پڑے ہیں کہ متحمل ایسے مصارف کا ہونا دشواری سے خالی نہیں۔ دیکھیے کیا انجام ہوتا ہی۔ محمد احمد اب کی مرتبہ جو اٹھیں گے تو غالباً آپ ہی کی طرف کا سفر کریں تاکہ آپ سے ملیں بھی اور علاوہ حسرت زیارت برلانے کے اس کی پوری حقیقت من اولہ الی آخرہ عرض کر کے رائے لیں اور بعنوان استمداد کریں مگر وہ استمداد ہرگز کسی یگانہ و بیگانہ سے مقصود نہیں جو بار خاطر ہو۔ امید ہی کہ آپ پورے نمونے کو مطالعہ فرمائیں اور جس جگہ جو خدشہ ہو وہ لکھ دیں میری نظر میں خود جا بجا مخدوش ہی جسکی اصلاح وقت تالیف لغت کی جائے گی۔ دامن گلچیں سے میں نے مدت ہوئی کنارہ کیا۔ ایک سال پورا کر دیا تھا تاکہ زر واجب خریداروں کا

اپنے ذمے نہ رہے۔ جب پار سال میں لکھنؤ سے رامپور چلنے لگا تو اپنے ایک عزیز شاگرد واحد علی بسمل کو سپرد کیا کہ وہ اپنے شوق سے بقدر امکان اس کو سنبھالتے ہیں مگر سنبھل نہیں سکتا اس لیئے کہ مجھے یہاں مطلق فرصت نہیں جو کچھ کہوں یا شاگردوں کا کلام بنا سکوں اور محنت کے بغیر کوئی کام ہو نہیں سکتا۔ میرے سب اطفال بکمال ادب تسلیم گذار ہیں کم فرصتی میں یہ چند سطریں لکھیں اور مکرمت نامہ عالی محمد احمد کو دیدیا غالباً وہ کچھ لکھیں گے امید ہے کہ سلسلہ رسل و رسائل جاری رہے اور تغافل نہ فرمایا جائے فقط امیر فقیر عفی عنہ

نمبر ۲۲۵

مخدوم مخلص نواز سلامت۔ تسلیم و تکریم ایک مدت سے آپ نے مخلص نوازی کے خلاف یہ شیوۂ تغافل شعاری اختیار کیا ہے کہ جبتک آرزومندان اخلاص منش اچھی طرح تڑپ نہ لیں تب تک ان کی طرف التفات ہوتا ہی نہیں۔ ہر نامہ نیاز کا بصیغۂ رجسٹری روانہ کرنا تکلف سے خالی نہیں اور بغیر اس کے جواب لطف نہیں ہوتا۔ برائے خدا یہ رنگ اب بدل دیجیے اور بوضع قدیم مہربانی فرمایا کیجیے کچھ تحائف جرائد و کتب مطلوبہ کے قسم سے بھیجنے کو آپ نے لکھا تھا اُن کا بھی انتظار رہا میں نے یہاں کی چند مخصوص اشیا کی نسبت مرضی دریافت کی تھی اس کا جواب بھی قلم انداز ہوا اینچوں حقوں

حلیموں سے میں نے بالکل قطع نظر کی ان کا آپ اب ذرا خیال نفرمائیں جب کاریگر اس قدر محیل ہیں تو آپ بھی مطلق التفات نہ کریں ۔یہ میں نے اس واسطے عرض کیا کہ مبادا آپ کو نصیب دشمناں یہ حجاب خط لکھنے سے روکتا ہو تو اس کو بالکل الفت کیجیے اور دوں کے افعال کے ذمہ دار آپ کیونکر ہو سکتے ہیں اور یہ خفیف سا جزئی امر کیوں باعث حجاب ہو میں کبھی آپ کی کم توجہی پر اس کو حمل نہیں کرسکتا ۔حاشا ثم حاشا وکالت کی نسبت لکھنؤ میں آپ نے مجھ مجکو تحریر فرمایا تھا جس کی تفصیل میں بھول گیا لہذا امیدوار ہوں کہ پھر مفصل ارشاد ہو کہ کتنے زمانہ میں اس ملک میں ذہین آدمی جو ناواقف انگریزی ہو اور عربی فارسی اُردو سے آگاہ ہو وکالت کی لیاقت حاصل کرسکتا ہی اور کیا کیا مدد اس کو آپ کے سرکار سے مل سکتی ہی۔ محمد احمد کو اس ریاست میں پچاس روپے ماہواری تک کی نوکری مل سکتی ہی مگر ترقی معتدبہ کی امید نہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ میں فراخور حوصلہ فلاح حاصل کروں اور میں بھی اس کو بخیال حاجات آتیہ پسند کرتا ہوں اس لیے کہ میرا ہر نفس نفس واپسیں ہی اور اعقاب کا قافلہ بڑا جائداد کوئی پیدا نہیں ہوئی پھر اس قافلے کی خدمتگذاری بغیر عمدہ وجہ معاش کے کیونکر ہو سکے گی میں نے تو وقت اچھا پایا دس سے بُری تو بیس سے اچھی گذر گئی ۔ اب صرف ہندوستانی لیاقت کو کوئی پوچھتا ہی نہیں دور سلطنت انگلشیہ ہی ریاست کے قیام سے وہ

حاصل نہیں ہوئی۔ اب قصد کیا جاتا ہے تو محمد احمد کا مقتضائے عمر نہیں
بااین ہمہ وہ ارادہ کرتے ہیں کہ میں تین برس متصل کوشش کروں۔
اس بارے میں ارباب فہم سے رائیں لی جاتی ہیں۔ چونکہ آپ سرتاج
اہل آرائے سلیم اور اس کے مربی اور میرے مہربان و قدردان قدیم
ہیں لہذا آپ سے استفادہ و استمداد استشارہ واجب ہے شرح وبسط
سے اس کا جواب باصواب کہ اس کو کیا کرنا مناسب ہے جو جلد موصل
الی المقصود ہو مرحمت ہو یہ بھی ضرور ارشاد ہو کہ محمد احمد اگر اس ملک
میں رہ کر قانون وکالت یاد کرنے میں یا اور جس ذریعے سے آپ
تجویز فرمائیں فلاح حاصل کرنے میں برس دو برس تین برس کوشش
کریں تو مجھے کس قدر ماہوار کفالت ان کی آسایش رہی کے واسطے
ضرور ہوگی نسبت زماں اطمینان کی جو تین برس اس طرف تھا میں ہنوز
پریشان ہوں مگر ان تین برس میں جو پریشانیاں رہیں بحمداللہ کہ ان
اعتبار سے میرا حال اب اچھا ہے اور خداوند تعالی آقائے ولی نعمت
کو سلامت اور صحیح رکھے تو امید ہے کہ تلافی مافات ہو جائے اگر محمد احمد
کے لیے وہاں آپ کی اعانت اور آپ کی ہدایت آپ کی دستگیری
آپ کی سفارش آپ کی عنایت سے کوئی اچھی صورت رونما ہوئی
تو عجب نہیں کہ میری زندگی نے اگر جلد بیوفائی نہ کی تو کبھی میں بھی
ادھر آنکلوں اور زیر سایۂ خدام کرام کبھی کسی زمانے میں چندے
راحت اُٹھاؤں یہ ایک معمائے خیالی ہے جس کا حل کرنا اس وقت

مناسب نہیں چونکہ آپ سے کمال خصوصیت معنوی حاصل ہی. لہذا اب کچھ لکھ جاتا ہوں. جواب جلد لطف ہو۔ امیر فقیر عفی عنہ

۲۷, شوال ۱۳۰۴ھ ۱۹ جولائی ۱۸۸۷ء رام پور متصل مراد آباد۔ نمبر ۲۳۶

چہ می پرسی ز احوال دل غمدیدہ ام چوں شد
دلم شد خوں و خوں شد آب و آب از دیدہ بیروں شد

قدر دانا دلنواز ازادہ حشمتکم ۔ سلام سنۃ الاسلام. مدت دراز کے بعد محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا. اچھا الثا الزام آپ نے دیا سبحان اللہ رحلت نواب خلد آشیاں کے بعد میں نے کئی خط روانہ کئے اور لخت جگر محمد احمد کا بیان ہی کہ تین خط میں نے بھیجے ایک رجسٹرڈ اور دو بیرنگ مگر کسی کا جواب نہ پایا. مجموع پانچ خط ہوئے اور آپ کا ایک عنایت نامہ آج پہونچا ایک پیشتر آیا تھا اس کا جواب جا چکا اس کا جواب یہ ہی میرا حال آپ نے پوچھا اس کا شکر گذار ہوں مگر دکھا ہوا دل زیادہ دکھا، بالاجمال تو عنوان کے شعر میں حال موجود ہی تفصیل یہ ہی کہ آقا اور محسن شفیق اور عزیز دوست اور قدر افزا شاگرد و ہنر شناس دنیا سے اٹھ گیا ایک تو اس کی مفارقت دائمی کا غم اس پر طرہ افکار و تشاویش کی زیادتی اس سے قیاس کر لیجئے. میرے ساتھ خاص جو ان کا برتاؤ تھا وہ سوا میرے اور ان کے کسی کو معلوم نہ تھا ماہ ۲۱۶ (دو سو سولہ) ماہوار تو تنخواہ وہ مجھ کو دیا کرتے تھے اور ہر سال ختم سال پر چار پانچ ہزار روپیہ دیدیتے

تھے اور اس طرح دیتے تھے کہ وہ جانتے تھے اور میں اور خدا بس
اور کسی کو خبر نہوتی تھی یوں پانچ چھ سو روپیہ ماہوار مجھے ملتے تھے
جس میں میں بسر کرتا تھا اگر کسی وجہ سے کچھ مقروض ہوجاتا تھا تو میری
ناواقفی میں وہ اُن کو ادا کرکے دستاویز پھیر لیتے تھے پھر جب مجھے علم آتا تھا
جلوت کی ملاقات میں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم نوکر اور یہ آقا ہیں مگر
خلوت میں وہ برتاؤ تھا کہ جیسے بے تکلف سچے احباب میں ہوتا ہے
خصوصیات روز افزوں تھے اب ان امور کا پتہ کہاں رام پور ہی اور
مُدل پاس مدار المہام بہادر ایک بڑے جفاکش اور مدبر و منتظم
آدمی ہیں اصول انتظامی کو انگریزی رنگ پر لاتے جاتے ہیں۔
بے خدمت بنظر استحقاق یا خصوصیت و پرورش کسی کو رکھنا یا تنخواہ
دینا اصول انتظامی انگلشیہ کے مخالف ہی میری تنخواہ میں بھی بلا سبب
ماعہ ر (ایک سو سولہ) کی کمی ہو گئی۔ سرکار گردوں وقار نے اختیارات
سپید و سیاہ مدار المہام بہادر کو دے رکھے ہیں ایشیائی باغ جو انھوں نے
دنیا بھر سے گل بوٹے چن کر لگایا تھا خزاں کے ہاتھوں اُجڑ رہا ہی میں
بھی اس باغ کا ایک کمھلایا ہوا شجر ہوں جس کے بہت سے پھول اور
بہت سی شاخیں یہیں پھلی ہوئی تھیں۔ اب جب اصل شجر میں
نقصان ہی تو پھول پنکھڑی کی طراوت معلوم۔ مُدل پاس آ آکر ملازم
ہو رہے ہیں اور انتظامی گروہ میں جگہ پا رہے ہیں حکیم عبد العلی صاحب
مار (دو سو) کے ملازم ہوئے تھے اور مار (سو) کی ترقی کر کے مار (تین سو)

تک انھوں نے جگہ پائی تھی اب یہاں کا رنگ دیکھکر وہ ہجرت کر گئے
طبیب خاندانی ہیں آدمی معقول ہیں زیادہ حذاقت کا مجھے تجربہ
نہیں ہوا میں نے سنا ہے کہ مار (سو) یا پاصد (ڈیڑھ سو) ماہوار کے
قریب وہ آزادی سے اپنے وطن لکھنؤ میں پیدا کر لیتے ہیں۔ دیکھا چاہیے
کہیں اور جائیں یا نہ جائیں۔ آدمی متین اور مستقل مزاج اور متمول ہیں
مضطرب الحال نہیں۔ نواب مرزا خاں صاحب داغ سے کارخانہ
اصطبل پہلے نکل گیا تھا فراشخانہ کی موجودات وہ خود سمجھا کر مستعفی ہوئے
استعفا نامنظور رہا اور رخصت دو ماہ کی منظور ہوئی کئی روز ہوئے کہ وہ بھی
چلے گئے احتمال آنے کا ضعیف ہے۔ میں بھی نہایت دل برداشتہ ہوں
معمولی وقت پر حسب حکم سرکار تسلیم گاہ میں جا کر تسلیم بجا لاتا ہوں دگرہیچ
.... گو میں نہایت ہی شکستہ خاطر و
افسردہ دل ہوں مگر آپ اپنے بھائی کا دیوان ضرور بھیجیے بسر و چشم
اُسے دیکھونگا۔ والسلام خیر ختام

حضرت صفیر بلگرامی کے نام

۹۔ دسمبر ۱۸۸۸ء نمبر ۲۳۷

بلبل شیراز و طوطی ہند کے ہمصفیر سلامت۔ سلام مسنون، اخلاص
و سپاس مشحون۔ سفر سے پلٹ کر بیماریوں اور بیماروں کی پرستاریوں
نے مجھ سے جی بھر کے ان آسائشوں کا عوض لیا جو میں نے ملاقات

احباب سے سفر میں پائی تھیں، وہ سرگذشت لکھوں تو خط مرتبہ ہو جائے کتنے ہی عزیز چل بسے۔ خدا مغفرت فرمائے۔ اس اجمالی اطلاع سے مقصود یہ ہی کہ آپ اپنے فقیر نام کے امیر کو یہ نہ سمجھیں کہ وطن پہونچکر آپ کی مہربانیوں اور قدردانیوں کی لذت بھول گیا، نہیں نہیں، اسے یاد ہیں۔ امیر اللغات کے اصول سے متعلق ایک کاپی بھیجکر آپ کے دل و دماغ سے جواب باصواب کی آرزو ہی زیادہ حاجت تصدیع نہیں۔ امیر احمد

حضرت بشیر ملیح آبادی کے نام

ریاست رام پور ۲۶ جون ۱۸۹۳ء — نمبر ۲۳۸

سعید رشید سرمد سلمہم اللہ الصمد۔ سلام مسنون۔ اخلاص و دعا مشحون۔ محبت نامہ آیا مسرور کیا۔ آپ کے والد ماجد کے طبع ہمایوں کی ناسازی سے ملال اور صحت سے خوشی ہوئی۔ میری طرف سے بھی بعد سلام مزاج پرسی کر کے مبارکباد صحت دیجئے۔ غزل دیکھی زمین کے سست ہونے سے اکثر شعر سست ہیں۔ جو شعر میرے نزدیک رکھ لینے کے ہیں ان پر صاد ہیں۔ پرس مذکر ہی۔

آموں کی فصل آگئی اور آپ کی مستعدی ہدیہ کرنے کی نسبت اس تحریر سے معلوم بھی ہوئی۔ میں ہدیہ بھیجنے سے پیشتر شکر گذاری کرتا ہوں مگر بنظر بے تکلفی آپ کی غزل دیکھتے دیکھتے یہ شعر زبان پر آگیا ہے ؎

آم وہ بھیجئے کہ ہوں کمیاب ورنہ امسال ادھر بھی کثرت ہی
مجھے خیال آتا ہی کہ پارسال آم اچھے نہیں پہونچے یہ تو کیونکر
کہوں کہ وہ قسمیں اچھی نہ ہوں گی۔ یہی شبہہ ہوتا ہی کہ احتیاط و اہتمام کی
کمی سے راہ میں بگڑ گئے ہوں گے۔ چنانچہ میں نے آپ کو آم بھیجنے کے
بعد مفصل لکھا بھی تھا۔ اب کی بار اگر تکلیف کیجئے تو بہت ہی عمدہ قسم
کے آم جن پر چٹھیاں ایسی چپکی ہوں کہ چھوٹ نہ جائیں بھیجئے اور بھیجنے
میں ایسی احتیاط ضرور کی جائے کہ بے مزہ ہو کر نہ پہونچیں اور اگر یہ
جانیے کہ یہ سب اہتمام دشوار ہیں تو بھیجئے ہی نہیں۔ اس لئے کہ مفت
میں آپ کو تکلیف اور صرف کا نقصان ہو اس سے کیا حاصل۔
چونکہ تکلف کا قدم درمیان نہیں ہی اس لئے یہ امور لکھے گئے۔ طبع
نازک پر گراں نہ گذرے۔ میری طبیعت کا حال ویسے ہی ہی۔ بہ نسبت
جاڑوں کے گرمیوں میں کسی قدر لازمی امراض میں افاقہ ضرور ہو جاتا
ہی۔ اللہ تعالی کا ہر حال میں شکر ہی۔ امیر احمد عفی عنہ

نمبر ۲۳۹
۲۸۔ فروری ۱۸۹۲ء رام پور
پیارے بشیر ایک نظر تمھارے دیدار فرحت آثار نے ایسا تکلف
برطرف کر دیا کہ رسمی تکلفات کے القاب لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ اسلئے
پیارے بشیر لکھنے پر قناعت کی۔ تمھاری سعادت مندی سے امید ہی
کہ اس یگانگی کے الفاظ کو ناپسند نہ کروگے۔ اللہ ہمیشہ تم کو خوش رکھے

اور اقبال بڑھائے اور تمھاری دلی مرادیں برلائے اور ایسا سامان کردے کہ میں جی بھر کے تم کو دیکھوں اور یہ داغ جدائی جو میرے دل پر تازہ ہو گیا ہی اس کو مٹاؤں۔

غزل میں نے فی الفور دیکھی بنلانے کی حاجت ہی نہیں۔ سرسری نظر سے دیکھکر انتخاب کردی۔ تمھارا حسن طبیعت آرائش اصلاح کا محتاج نہیں۔ خال خال کہیں کہیں کچھ بنا دینا کافی ہی۔ میری طبیعت بہ سبب ازدیاد مرض کے اور زیادہ بے لطف ہی۔ خداوند تعالی رحم فرمائے اور اس تکلیف سے نجات دے۔

مالک سراج سخن نے مجھ سے بھی غزل کے واسطے بہت ہی اصرار کیا اور میرے اور احباب شاہجہانپوری نے بھی بار بار مجھ سے سفارش کی اور میرا کوئی عذر قبول نہ کیا گیا تو بمجبوری میں نے بھی گذشتہ گلدستے کے واسطے چند شعر موزوں کرکے بھیجے۔ پرچہ چھپ کر جو آیا تو اسکو دیکھکر جی خوش نہ ہوا۔ کاغذ برا چھپائی ناقص۔ خط بھی اچھا نہیں۔ معہذا تصحیح میں بھی نقصان۔ میری غزل بھی غلط چھپی اطلاعاً لکھا گیا۔ اس سے یہ مقصود نہیں کہ آپ غزل گلدستے کو نہ دیں۔ بلکہ حقیقت واقعی بیان کی گئی۔ آپ کے جتنے عزیز ساتھ آئے تھے سب کو میری طرف سے محبت و اخلاص کے ساتھ سلام و دعا کہیے۔ اور اپنے برادر مکرم اور والد ماجد اور سب اعزہ اور احباب کو ما وجب پہونچائیے۔ قرۃ العین مسعود دعاقبت محمود اور عزیز از جان منشی

ممتاز علی دوست اور منشی جلیل حسن صاحب جلیل سب بکمال شوق
سلام نیاز کہتے ہیں۔ فقط۔ امیر فقیر

ریاست رام پور۔ ۴ جون ۱۸۹۴ء نمبر ۲۴۰

سرمایۂ محبت و اخلاص سلمکم اللہ تعالیٰ۔ سلام و دعا۔ بہت دنوں سے آپ کی تحریر سعادت خمیر دیکھنے میں نہیں آئی آنکھیں مشتاق ہیں اور دل خلوص منزل ادراک خیریت کے لیئے بیچین ہی۔ فقیر نے دو رسالے بامید ذریعہ نجات و باقیات صالحات ہونے کے تالیف کیئے ہیں اور چھپواتے رہیں۔ اُن کا ایک۔ ایک نسخہ بھیجتا ہوں اس امید پر کہ آپ شوق کی نگاہوں سے دیکھیں اور کوئی بات آپ کے حق میں مفید ثابت ہو تو مؤلف کے لیئے حسبۃ اللہ دعا کریں۔ امید ہی کہ مژدہ خیریت کے ساتھ ان کتابوں کی رسید سے آپ جلد مطمئن کریں گے۔ اپنے اُن عزیزوں اور دوستوں کو میری طرف سے ماوجب کہیئے جو اپنی دیدار فرحت آثار سے مجھے مسرور کرچکے ہیں۔ آپ کے والد ماجد کی خدمت سراپا برکت میں سلام و نیاز قبول ہو۔ امیر فقیر

رام پور ۱۹ جون ۱۸۹۴ء نمبر ۲۴۱

دلنواز۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ محبت سے بھرا ہوا خط آیا۔ آنکھوں کا نور دل کا سرور بڑھایا۔ آپ جس قدر ملاقات کا

اشتیاق رکھتے ہیں اور محبت ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے کئی حصہ زیادہ میری طرف سے تصور کیجیے۔ اللہ تعالی نے آپ کو وہ خلق عطا کیا ہی کہ آپ کی باتیں سنکر روح تازہ ہوتی ہی۔ دیدار کی لذت کا کیا کہنا خداوند کریم اس سعادت اور محبت میں برکت دے اور جمیع مقاصد پورے کرے۔ آم کی قلت سنکر مجھے بھی افسوس ہوا خیال تھا کہ شاید ہمارے ہی یہاں اب کی اس کا قحط ہی اب معلوم ہوا کہ ہر جگہ یہی حال ہی۔ غزل آپ کی میں نے دیکھ لی۔ ۲۲ شعروں پر انتخابی صاد کر دیا ہی۔ یہی چھپنے کو دئے جائیں۔ تو بہتر۔ باقی اور شعر بھی صحیح ہیں مگر وہ اس مرتبے کے نہیں ہیں۔ میرا خود جی چاہا کرتا ہی کہ آپ کو بالتخصیص اپنے ہاتھ سے خط لکھا کروں مگر رعشے نے مجبور کر دیا ہی چار سطر بھی لکھنا دشوار ہو جاتا ہی۔ اب آپ نے بنظر قدر دانی فرمایش کی ہی تو انشاء اللہ کسی دن قصد کروں گا اور ممکن ہوا تو چند سطریں ضرور لکھوں گا۔ خط لکھوا ہی رہا تھا کہ آپ کا دوسرا عنایت نامہ مع غزل آیا کتابوں کی رسید معلوم ہوئی اطمینان ہوا۔ نور چشم ممتاز اور جلیل تسلیم رساں ہیں اور میاں مسعود احمد سلمہم اللہ الصمد بھی۔ ماجب گذار ہیں۔

امیر فقیر

نمبر ۴۲   ۱۴۔ اگست ۱۸۹۴ء   رام پور

یاد آور امیر فقیر سلمکم اللہ القدیر۔ پوسٹ کارڈ آیا ممنون یاد آوری فرمایا۔ وبا کی کثرت اس نواح میں دریافت ہونے میں سخت تشویش

ہوئی۔ ارحم الراحمین بحرمت رحمۃ اللعالمین رحم فرمائے۔ حتی الامکان بارگاہ کبریا میں التجا و دعا کا التزام رہے کہ بندے کا یہی کام ہے۔ اس ملک میں ڈیڑھ مہینے سے تمام شہر بلائے تپ و لرزہ میں مبتلا ہے۔ میرے گھر میں بھی اس وقت ۲۵ آدمی اسی مرض میں مبتلا ہیں۔ دل کسی وقت مطمئن نہیں ہوتا۔ امید ہے کہ تا حصول اطمینان کامل آپ اپنے و اپنے اعزہ کی خیریت سے جلد جلد مطمئن کرتے رہیں۔ اپنے والد ماجد اور سب بزرگوں کی خدمت میں میری طرف سے حسب مراتب سلام و نیاز پہونچائیے گا۔ ممتاز اور جلیل اور میرے سب اطفال عقیدت خصال ماوجب رساں ہیں۔ فقیر امیر احمد امیر۔

نمبر ۲۴۳ ریاست رامپور ۱۱۔ مارچ ۱۸۹۵ء

محبی و شفیقی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ آپ کا کارڈ آیا۔ بہت محجوب کیا۔ غزل آپ نے بھیجی تھی کہ ۱۰۔ فروری تک دیکھکر واپس کردی جائے۔ یہاں ۱۱۔ مارچ کو آپ کے حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔ ایک مہینے سے بھی ایک دن بڑھگیا۔

دلنواز یہ تاریخ بڑی ہی مجبوری سے ہوئی مجھے متواتر حبس بول کے دورے پڑے۔ یہ بھی خبر نہیں کہ ڈاک کب آئی اور اس میں کیا آیا۔ مہینوں کے بعد آج جواب طلب خطوط نکالے گئے ہیں۔ سب سے پہلے آپ ہی کا مہربانی نامہ نظر افروز ہوا۔ غزل دیکھی۔ کیا کیا شعر

آپ نے اس زمین میں نکالے ہیں۔ ....
..... بارک اللہ فی عمرکم و اقبالکم۔ پوری غزل اچھی ہی جو شعر بہت اچھے تھے اُن پر میں نے صاد کر دیا ہی۔ باقی سب شعر رکھنے کے نہیں۔ مجھے بیمار داریوں سے بھی ابتک نجات نہیں ہی۔ تمام شہر میں امن ہی مگر میرا گھر مریض خانہ بدستور ہی۔ معہذا اور بعض کاہشیں جدید لاحق ہو گئی ہیں جو سوہان روح ہیں میرے ساتھ میرے احباب بھی بدحواس رہتے ہیں۔ ورنہ میری رنجوری و مہجوری کی اطلاع آپ کو کوئی ضرور دیتا۔ امید ہی کہ آپ اپنی سعادت و محبت سے اس تقصیر تاخیر کو معاف کریں۔ "سراج سخن" کی شکایت جو آپ نے کی اُس کی نسبت مجھے ذرا بھی خیال نہیں ہوا اور نہ ہی اور نہ کبھی ہوگا۔ آپ میرے شفیق ہیں۔ مہربان ہیں۔ سعید ہیں۔ رشید ہیں۔ دلسوز ہیں۔ ہمدرد ہیں۔ مجھے بشرط خیریت و امکان آپ کی خدمت گذاری اور آپ کی خوشی سے کام ہی۔ اس سے کچھ غرض نہیں کہ آپ شاگرد کس کے کہے جائیں آپ بھی اس کا مطلق خیال نہ کیجیے۔ اور مجھے تحریر سعادت نامجات سے اپنا شکر گذار بناتے رہیئے۔ میاں جلیل بہت بہت تسلیم عرض کرتے ہیں اور سب بندے زادے بھی ماوجب رساں ہیں۔ اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں میرا اسلام و نیاز عرض کیجیے اور سب حضار انجمن سے ماوجب کہیئے۔ میں ہوں آپ کا قدیمی دعاگو امیر فقیر

ریاست رامپور ۲۔ جولائی ۱۸۹۵ء نمبر ۲۴۴

سعید سرمدی مجبی بشیر احمد خاں صاحب سلمکم اللہ الوہاب۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون سپاس مقرون کے بعد مدعا نگار ہوں۔ کہ محبت نامہ خلعت شمامہ کئی دن ہوئے آیا تھا۔ جس میں آموں کی بلٹی بھی ملفوف تھی اور آپ نے نصیب دشمناں اپنے درد کی کھٹک سے بھی اطلاع دی تھی مگر میں نہ مزاج پرسی کر سکا نہ آموں کی رسید دے سکا اس وجہ سے کہ میری ران میں ایک دنبل نکل آیا ہی۔ جس نے مجھے نہایت رنجور و معذور کر دیا ہی۔ آج صبح سے فی الجملہ اس میں افاقہ شروع ہوا ہی تو پوری ڈاک جو پندرہ بیس روز سے جمع ہوئی ہی اُسمیں سب سے مقدم آپ کے محبت نامے کا جواب لکھتا ہوں۔ آم مجھے پہونچنے میں ممنون ہوں اور دل سے شکر ادا کرتا ہوں مگر افسوس یہ ہی کہ یہ آم بالکل خام آئے اور اس زمانے میں کوئی خوش سلیقہ آدمی جس کو پال رکھنے اور اُٹھانے میں مہارت ہو میرے پاس نہیں۔ اس وجہ سے ایسے ایسے تحفہ آم بالکل خراب ہوئے اوّل تو آیندہ آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہی ندامت مجھ کو کیا کم ہی کہ آپ کا اتحاف یہاں بے سامانی سے ضائع ہوا اور اگر آپ اپنے غلبہ محبت سے پھر تہدی کریں تو مختلف اقسام۔ انڈا۔ مالدہ وغیرہ وغیرہ ہرگز نہ بھیجیں۔ صرف سپیدا اور سرخا ایسی پختگی پر پہونچا ہوا کہ یہاں پہونچتے ہی کھانے کے قابل ہو جائے پال رکھنے کی ضرورت نہ پڑے

عنایت کریں۔ بعض قسمیں ان آموں میں اس حالت پر پہونچیں کہ اطراف اُن کے پک گئے اور بیچ میں بالکل خام رہے اور بعض بالعکس الغرض کوئی قسم روپ پر نہ آئی۔ جس قدر لذت ملی سپیدے ہی سے ملی۔ اگر پال رکھنے کا سامان عمدہ طور سے یہاں ہوتا تو سپیدا بہت اچھا رہتا۔ یہ تفصیل میں نے اس واسطے گذارش کی تاکہ آیندہ آپ کا نقصان بیجا نہ ہو۔ مختلف اقسام میں ایک دشواری یہ بھی ہی کہ سب عزیزان خانہ کو ایک قسم جس کے چند افراد ہوں دینا نہیں ہو سکتا اور شکایت رہ جاتی ہی۔ اس لئے کہ ماشاءاللہ کنبہ بڑا ہی۔ دوستوں سے قطع نظر عزیزوں کو بھی جو چیز بکثرت ہو وہ پہونچ سکتی ہی۔ اور تنہا کسب لذت اُس شخص سے نہیں ہو سکتا جو ایک قافلے کا خدمتگذار ہو۔ خدا کرے آپ کے بے درد درد کی کھٹک جاتی رہی ہو اور کمال صحت و تندرستی کی حالت پر یہ نامہ اخلاص پہونچے اور مژدۂ صحت جلد لائے۔ اطفال فقیر عقیدت ضمیر تسلیم رساں ہیں۔

مکرر یہ کہ کیا آپ کے باغ میں بنارس کے لنگڑے کی قلمیں نہیں لگائی گئیں یہ آم تو بہت خوش ذائقہ اور قابل تعریف ہوتا ہی۔ زیادہ بجز سپاس و دعائے بقیاس کیا لکھوں۔

آپ کا داعی خیر امیر مینائی عفی عنہ

نمبر ۲۴۵ دفتر امیر اللغات رام پور اسٹیٹ ۲۰۔ جولائی ۱۸۹۹ء

دلنواز امیر فقیر سلمکم القدیر۔ محبت نامہ آیا۔ بے درد درد کے دورے نے اُدھر آپ کو اُدھر اس کی خبر نے مجھ کو تڑپایا۔ شافیِ مطلق آپ کو ہمیشہ اس بے درد کی ایذا سے محفوظ رکھے۔ غریب امیر کے اختیار میں دلِ دردمند و خاطر شکستہ سے دعا کرنے کے سوا اور کیا ہے۔ مجیب الدعوات مقبول فرمائے۔ میں بھی جلس بول کے مرض میں دن رات تڑپا کرتا ہوں۔ اس زمانہ میں اور امراض نے بھی گھیرا۔ کل سے کسی قدر آثارِ صحت ہیں۔ دُمل قریب الاندمال ہے اور تپ و لرزہ سے بھی خدا خدا کر کے جان چھوٹی۔ اس وقت اس مختصر کارڈ پر اکتفا ہے۔ اپنے بزرگوں کی خدمت میں سلام کہیے۔ اور عزیزان و احباب سے ما و جب حافظ جلیل حسن بعد سلام مزاج پرسی کرتے ہیں۔ فقط امیر فقیر

نمبر ۲۴۶ ۲۲۔ دسمبر ۱۸۹۹ء رام پور

مُحبی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ محبت نامہ آیا اور ممنون و مسرور یاد آوری کیا۔ خداوند تعالیٰ آپ کو اسی دلنوازی اور محبت طرازی کے ساتھ خوش رکھے اور مقاصد دینی اور دنیوی پر فائز کرے۔ میری طبیعت کی ناچاقی بدستور ہے۔ اسی ہفتہ میں ایک دورہ شدہ جلس بول کا پڑ چکا۔ جس میں قاناطیر کی نوبت آئی تھی۔ اب کئی روز سے حالت بدستور ہے۔ اللہ کا ہر حال میں شکر ہے۔ دوسرے

دیوان موسوم بہ صنمخانۂ عشق کو میں نے نظر ثانی سے مہذب مرتب کرلیا
کچھ ہی کسر باقی ہی۔ ڈیڑھ دو ہفتہ میں فراغ تام ہوجائے گا۔ بعض احباب
کا سخت اصرار ہی کہ یہ دیوان چھپے لہٰذا میرا بھی ارادہ مصمم چھپوانے کا
ہو چکا ہی۔ خداوند تعالیٰ اس ارادے کو پورا کرے۔ قیمت کی نسبت یہ
قرار پایا ہی کہ عام لوگوں سے ۶ر فی نسخہ لیے جائیں۔ اس سے کم کرنا نہیں
ہو سکتا۔ اور جو خاص احباب (تلامذہ) ہیں اُن سے خاص قیمت
لی جائے یعنی وہ اپنی وسعت وحیثیت و توفیق قدردانی کے موافق
اس کی قدر کریں۔ اس تجویز کو سُن کر احباب کے خطوط دربارۂ اظہار
قدردانی ابھی سے آرہے ہیں۔ بہت ضروری جان کر میں نے
آپ کو بھی اطلاع کردی۔ یہ دیوان دیوان اوّل سے بدرجہا اولیٰ
ہی۔ باعتبار بلاغت اور باعتبار زبان و لذت کے بھی ہر صورت میں
اس کو ترجیح ہی۔ جلیل تسلیم عرض کرتے ہیں۔ امید کہ جواب ضرور
لطف ہو۔ داعی خیر امیر فقیر

نمبر ۲۴۷

یکم ستمبر ۱۸۹۶ء رامپور

محبی وسعیدی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ سلام مسنون و اخلاص مشحون
مدت کے بعد نامۂ سعادت آیا ممنون و مشکور کیا۔ غزل دیکھ کر بھیجتا ہوں
اور چاہتا ہوں کہ آپ کی خیریت سے جلد اطمینان ہوتا رہے۔ اللہ تعالیٰ
آپ کو خوش رکھے۔ آپ نے اپنی رونق افروزی کا قصد ظاہر کر کے

بہت خوش کیا۔ خداوند تعالیٰ ایساہی کرے کہ آپ کے دیدار سعادت آثار سے میری آنکھیں پُرنور اور دل مسرور ہو۔ میں آجکل زیادہ مریض رہا۔ اب بھی ہوں دو دن میں چار دورے حبس بول کے پڑے اور وہ دورہ روح فرسا۔ بحمداللہ کہ اب اُن شدائد میں تخفیف ہی۔ امیر تقیر۔

رام پور ۸۔ مارچ ۱۸۹۷ء نمبر ۲۴۸

مجبیّ۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ نامہ سعادت نے پہونچکر ممنون و مسرور کیا۔ خداوند تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت دلخواہ کے ساتھ رکھے اور جملہ مکروہات سے مرتفع فرمائے۔

کسر بفتحتین اُردو ہی اور اسی طرح مستعمل ہی جس طرح داغ نے کہا ہی۔ ایک آنچ کی کسَر رہ گئی۔ تھوڑی سی کسَر باقی ہی۔ بے تکلف زبان ہی۔ اور کسر بفتح اول و سکون ثانی عربی ہی۔ جو بمعنی شکستن ہی جیسے کسر شان۔ کسر نفس۔ وہ اس جگہ مستعمل نہیں ہی جس جگہ سے بحث کی گئی ہی۔ اور نہ اس کے معنی یہاں چسپاں ہوتے ہیں۔ بہرکیف کسر اپنے مقام پر صحیح اور بول چال میں داخل ہی۔

اس زمانے میں میرا ارادہ براہ لکھنؤ و کانپور سفر کا ہے اگر خداوند تعالیٰ نے ارادہ پورا کیا۔ تو چاہتا ہوں کہ ملیح آباد کے اسٹیشن پر یا لکھنؤ میں آپ کی دیدار فرحت آثار سے بھی مسرور ہوں۔ تاریخ

روانگی متعین ہو جانے پر آپکو مطلع کرونگا۔ جلیل تسلیم گذار ہیں۔ امیر فقیر

نمبر ۲۴۹

۱۲۔ جون ۱۸۹۷ء لکھنؤ

مجمع اخلاق بے حد شفیق و محبی منشی بشیر احمد صاحب سلمکم اللہ الوہاب

سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ مجھے آخر اپریل میں سفر کا اتفاق ہوا۔ مگر اپنے عوارض کی وجہ سے بنظر راحت و اختصار ڈاک گاڑی اختیار کرنا پڑی۔ اور معاودت میں بھی بہ سبب بعض خصوصیات ذاتی کے پسنجر اختیار کرنا نہیں ہو سکتا۔ اور حسرت لقائے گرامی دل میں رہی جاتی ہو۔ لکھنؤ میں اقامت غالباً تین دن سے زیادہ نہ ہو۔ اور چونکہ میں اپنے وطن میں بسبب مدت سے مہاجرت کے مسافر ہوں لہذا آپ کو تکلیف نہیں دے سکتا۔ ایسی عجلت اور بے سامانی میں کیا تدبیر کی جائے جو حسرت دیدار دیرینہ برآئے۔ بوالیسی ڈاک کارڈ کا جواب مشعر خیر و عافیت اس نشان سے لطف ہو۔ لکھنؤ متصل لال اسکول مکان خواجہ کاظم صاحب وکیل۔ امیر فقیر

نمبر ۲۵۰

رامپور ۲۶۔ ۱۸۹۷ء

دلنواز از امیر فقیر سلمکم اللہ القدیر۔ سلام و دعا۔ محبت نامہ آیا۔ ممنون و مسرور و یاد آوری کیا۔ غزل دیکھکر بھیجتا ہوں۔ کیا اچھے اچھے شعر آپ نے لکھے ہیں۔ بارک اللہ فی عمرکم و اقبالکم۔ جو شعر بہت ہی

اچھے اور انتخاب تھے اُن پر دو صاد کر دیئے ہیں۔ باقی ایک صاد کے شعر بھی اچھے ہیں۔ خط آپ ہمیشہ غزل کی پشت پر لکھا کرتے ہیں جس سے مجھے بمجبوری واپس کرنا پڑتا ہے۔ اس کی میں شکایت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ علیحدہ محبت نامہ تحریر ہوا کرے کہ میرے پاس رہے۔ دیوان چھپ کر مطبع سے آگیا ہے۔ آج اتوار کی وجہ سے ڈاک میں روانہ نہیں ہو سکا کل انشاءاللہ آپ کے نام ایک نسخہ بھیجا جائے گا۔ میں آپ کے حصول مقاصد کے لئے ہمہ تن مصروف دعا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپکو حسب دلخواہ کامیاب فرمائے۔ امیر فقیر

رامپور ۲۲۔ جون ۱۸۹۸ء نمبر ۲۵۱

مجبی دلنواز سعید و رشید ابو محمد بشیر احمد خاں صاحب زاد عمرکم و اقبالکم۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ دو مہربانی نامے موصول ہوئے بلٹی آئی تین سو آم سفیدے کے پہونچے آپ کی دلنوازیوں کا کہاں تک شکریہ ادا کروں ؏

از دست فقیر بنیوا ناید ہیچ جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

پہلے خط سے نصیب اعدا صاحبزادہ بلند اقبال کے عود مرض کا حال معلوم ہوا اور اس نے داعی خیر کو بے چین کر دیا مگر دوسرے مہینے سے افاقہ معلوم ہو کر کسی قدر تسکین ہوئی اللہ تعالیٰ اس افاقے کو پوری صحت کی حد تک پہونچا دے اور آپ کو حسب دلخواہ

مطمئن فرمائے۔ میرا تعلق خاطر ابھی بدستور ہی اور برابر دعائے صحت میں مصروف ہوں۔ آپ کی سعادت سے امید ہی کہ تا حصول اطمینان کامل کیفیت وخیریت قرۃ العین طالعمرہ سے جلد جلد مجھے مطلع کرکے رفع نگرانی کرتے رہیے۔ زیادہ کیا لکھوں میرے حالات بدستور ہیں۔ اطفال فقیر اور حافظ جلیل حسن کمال خصوص کے ساتھ تسلیم گزار ہیں۔

امیرؔ قصر

نمبر ۲۵۲

۲۳ جون ۱۸۹۹ء رامپور

محب دلنواز۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ مدت کے بعد محبت خمیر تحریر آئی۔ آنکھیں پرنور اور دل مسرور ہوا۔ خداوند تعالیٰ آپ کو تمام مکروہات سے محفوظ و مامون اور صحت و عافیت سے مکنون رکھے۔ میں آپ کی خوشی سنکر مسرور اور آپ کی تشویش سے بےچین ہو جاتا ہوں اور ہمیشہ دعائے خیر سے یاد کیا کرتا ہوں آلام و اسقام میرے کبھی زیادہ ہو جاتے ہیں کبھی کچھ کم مگر ساتھ نہیں چھوڑتے۔ بہرحال میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوں۔ یار جس حال رکھے وہی حال اچھا ہی +

آپ کے اغلاق سے مجھے شکایت ہی مہینوں خبر خیریت کو ترسایا کرتے ہیں۔ اب خدا کے لئے ایسا نہ کیجیے گا۔ دامن گلچیں آپ کے کلام سے خالی رہا جاتا ہی۔ کبھی کبھی تو گہرفشانی ہونی چاہیئے۔ آخر

جلیل بصد شوق تسلیم رساں ہیں۔ امیر فقیر۔

ریاست رامپور ۲۲ جنوری ۱۹۱۰ء نمبر ۲۵۳

محب دلنواز۔ سلام مسنون۔ اخلاص و دعا مشحون۔ مدت کے بعد یاد آوری نے ممنون کیا۔ میں آغاز موسم سرما سے علیل رہا مرض عسر بول وحبس بول کے دورے بہت پڑے اور اب تک وہی حالت ہی۔ اور ایک دُنّل نکل آئی تھی وہ بھی بہت مکلّف تھی۔ اسی حالت بیقراری میں بحالت اضطراری تھوڑا اسا سفر کرنا پڑا ملیح آباد کی طرف سے آمد و رفت ہوئی اور ارادہ ہوا کہ تار دے کر آپ کو مطلع کروں مگر کچھ معلوم نہ تھا کہ آپ ملیح آباد میں ہیں یا کہیں اور منجملہ اس زمانے کے مصائب کے ایک حادثہ یہ پیش آیا کہ میرے گھر میں دفعتًا آگ لگ گئی ہوا بند تھی آناً فاناً ایسی بڑھی کہ سامان راحت و اسباب معاشرت۔ مطبوعہ اور قلمی صدہا کتابیں خاک سیاہ ہو گئیں۔ میرے نتائج افکار منظوم و منثور غیر مطبوعہ بھی اکثر جل گئے۔ جن کی تلافی اب ممکن ہی نہیں۔ ایسی حالت میں میری کوتاہ قلمی قابل عفو ہے۔

بحمد اللہ کہ آپ نے اپنی حالت اطمینانی لکھ کر مجھے مطمئن کیا۔ خداوند تعالیٰ دیر گاہ مکروہات زمانہ سے محفوظ اور رمز نجوبات سے محظوظ رکھے امید ہی کہ میری پیرانہ سالی اور خستہ حالی پر نظر کر کے میری کوتاہ قلمی

کا خیال : کیا کیجیے وبحکم رشد و سعادت و خلت و محبت ہمیشہ اپنے حالات خیریت سے مسرور کیا کیجیے ۔ جلیل رخصت لے کر وطن گئے ہوئے ہیں ۔ اختر بوجہ خط سالی ادا نہ ہو سکنے زر مالگذاری سخت سراسیمہ ہیں ۔ اسی وجہ سے دامن گلچیں کئی مہینے سے نہیں نکلا ۔ بکمال شوق سلام نیاز کہتے ہیں ۔ اپنے سب عزیزان و احباب کو میری طرف سے حسب مراتب سلام و دعا کہیے ۔ سب اطفال عقیدت خصال ما وجب گذار ہیں ۔ امیر فقیر

نمبر ۲۵۴

مجھی سلام مسنون و دعا مشحون ۔ دو عنایت نامے اور دو غزلیں آئیں ، مشاعرے کی غزل دیکھ کر بھیجتا ہوں ۔ دوسری غزل بسبب علالت نہیں دیکھ سکا ۔ میری طبیعت بالکل اچھی نہیں ۔ آخر جو تھا روز ہو گیا ۔ حبس بول کا سخت دورہ پڑا تھا ۔ حتی کہ قاتا طیر کی نوبت آئی ۔ اسوقت بے چینی بڑھی ہوئی تھی ۔ ذرا تکلیف گھٹے اور طبیعت سنبھلے تو دوسری غزل بھی دیکھ کر بھیجوں ۔ امید کہ اس کی رسید سے مطمئن فرمائیے ۔ امیر فقیر

نمبر ۲۵۵

دلنواز امیر فقیر مجھی لحیرا احمد نماد صاحب نبیرہ سلمہ اللہ تعالےٰ ۔

سلام مسنون۔ دعاشحون محبت نامہ آیا آموں کی بلٹی لایا۔ آموں نے مذاق جان کو شیریں کیا۔ اتحاف کا شکر گذار ہوں اور آپ کی صحت وسلامتی کا خدا سے خواستگار۔ میری اس ناچاقی طبیعت اور بعض اعزہ کی عدم صحت سے پراسیمہ رہتا ہوں۔ یہی سبب ہی کہ احباب کو نامہ نگاری کا اتفاق بھی کم ہوتا ہی۔ سب عزیزان و احباب خصوصاً حافظ جلیل حسن ماوجب گذار ہیں۔ امیر فقیر

نمبر ۲۵۶

جیبی ولبیبی۔ ادھر امسال آم بہت کم ہیں اور مجھے حسب مراسم قدیم بعض عالی مرتبہ رؤسا کو ہدیتہً بھیجنا ہوتا ہی۔ چنانچہ ان آموں کو بہت مغتنم سمجھ کر ایک جگہ روانہ کر دیا۔ اب آپ سے یہ بات دریافت کرتا ہی کہ عمدہ لنگڑا آپ کے باغوں میں سے کچھ مل سکتا ہی یا نہیں یا اور باغوں میں بقیمت کس نرخ سے خرید ہو سکتا ہی۔ اپنے کھانے کو اور ہدیہ کرنے کو مطلوب ہی۔ خدا کرے یہ خط آپ کو خوش دلی اور اطمینان کی حالت میں ملے اور جواب باصواب مفصل جلد آئے۔ امیر فقیر

خان بہادر سید علی محمد شاد عظیم آبادی کے نام

نمبر ۲۵۷

۱۲۔ نومبر ۱۸۹۹ء

معظم و محترم دام بالمجد والکرم۔ سلام سپاس انضمام۔ نوازشنامے

مفصل نے ورود فرما ہوکر آپ کے کمالات کا دفتر کھول دیا میں نے
دوبار اول سے آخر تک دیکھا اور گوناگوں لطف اٹھایا۔ اللہ تعالےٰ
آپ کی بافیض ذات کو دیرگاہ قائم رکھے۔ چشمۂ فیض ہی کہ جاری ہی
کتاب کا بلندہ آج پہونچا۔ قطعہ اور نسب نامہ بھی موصول ہوا۔ اس
کتاب کو میں بالاستیعاب دیکھوں گا۔ اور تشویق و ترغیب میں امکان
بھر کوشش اٹھا نہ رکھوں گا بلکہ میرا خیال ہی کہ ریاست کے ڈائرکٹر
مدارس سے ملاقات ہو تو اُن سے بھی زور دے کر کہوں خدا کرے
آپ کی سب کتابیں جو مفید عام ہیں چھپ کر کام میں آئیں۔ افسوس کہ
ان جواہر کا قدردان کوئی نظر نہیں آتا۔ اور جو اس کی قدر جانتے ہیں
وہ کچھ کر نہیں سکتے۔ قطعہ کا کیا کہنا۔ آپ کے دل و دماغ سے جو بات
نکلتی ہی وہ دل و دماغ ہی میں رکھنے کی ہوتی ہی۔ ابھی میں نے پورا
نہیں دیکھا اب دیکھوں گا۔ جواب عرض کرنے میں دیر اس وجہ سے
ہوئی کہ کتاب کا انتظار تھا بلندہ پر رام پور کے ساتھ راجپوتانہ لکھ گیا
تھا۔ وہ راجپوتانہ کی سیر کرتا ہوا آج سولھویں دن مجھ تک پہونچا۔ یہ ملک
نور و ہیلکھنڈ کہلاتا ہی اور ممالک مغربی و شمالی میں داخل ہی۔ ڈاک
گاڑی لکھنؤ سے سات گھنٹے میں رام پور پہونچتی ہی۔ مراد آباد جانے کی
زحمت اب نہیں ہی۔ مغلسرا سے چلی ہوئی گاڑی سیدھی رام پور
ہوتی ہوئی سہارنپور کو جاتی ہی۔

تحریر گرامی سے تصانیف کا ذخیرہ تلف ہونا اور قرآن مجید کا حال

رجس کی نظیر دنیا میں نہیں) معلوم کر کے سخت قلق ہوا اور حقیقت یہ ہی کہ اس پر جس قدر افسوس کیا جائے بجا ہو۔ زیادہ بجز یاس گذاری کیا عرض کروں۔ آپ کی عنایات کا شکر تو محال ہی۔ شکر کا انظہار بھی پورا پورا مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ موسم سرد میرے مرض کے مخالف ہو حبس بول کے دورے کا زور ہی اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ امیر فقیر

خان بہادر احمد حسین خاں صاحب نبی الدّ تعلقہ دارو آنریری مجسٹریٹ پر یانواں ضلع پرتاب گڈھ کے نام

۱۵، دسمبر ۱۸۹۹ء نمبر ۲۵۶

کریم الاخلاق پیارے مذاق اعلیٰ اللہ شانکم۔ سلام مسنون۔ دعا مشحون۔ بحمد اللہ یہاں خیریت ہی اور آپ کی عافیت مطلوب قبل اس کے آپ نے لکھا تھا کہ خان بہادر سید اکبر حسین صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد مفصل خط لکھوں گا۔ حسب تحریر تحریر مفصل کا انتظار رہا۔ چونکہ طبیعت آپ کی طبع گرامی کی طرف مصروف ہی اس لئے متکلف ہوں کہ مژدہ صحت مزاج سے مسرور اور مطمئن کیجیے۔ میری حالت بدستور ہی اور پریشانیاں موفور۔ دعائے عافیات و ترقیات میں مشغول ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور عمر و اقبال میں برکت دے۔ والسلام امیر فقیر

شاعر نازک خیال حضرت جلال لکھنوی کے نام

۱۰ دسمبر ۱۸۹۹ء رامپور نمبر ۲۵۹

شفیق حال من شکستہ بال سلمکم اللہ تعالیٰ۔ سلام اخلاص نظام کے بعد عذر خواہ ہوں کہ محبت نامہ کے جواب میں تاخیر ہوئی۔ علاوہ امراض قدیمہ کے بالائے ناف ایک پھوڑا نکل آنے سے جواب تک تکلیف ہے آپ کا محبت نامہ دیکھکر طبیعت کو نہایت اثر جار رہوا۔ افسوس یہ پیرانہ سالی اور اس پر یہ خستہ حالی۔ الحق۔ اب میں ہوں یا آپ ایسے مریضان ناطاقت سفر کے قابل نہیں رہے۔ یہ مجھے ابتک معلوم نہ تھا کہ مانگرول سے تعلق ترک ہوگیا۔ جس ریاست میں آپ نے تحریک کے واسطے لکھا ہے وہاں کی حالت متواتر قحط پڑنے سے بہت خراب ہے۔ نواب عالمگیر محمد خاں میرے شاگرد نہیں۔ کئی برس سے رسم مراسلت تھی۔ جب بھوپال جانے کا اتفاق ہوا تو دو ایک ملاقاتیں ہوئیں۔ واپسی کے بعد سے رسم قدیمہ مراسلت میں بھی فرق آیا۔ اب جو خط جاتا ہے جواب نہیں آتا میں نے اس سرزمین پر پہونچکر کسی متنفس کو کام کا آدمی نہیں پایا۔ وہ صاحب جنکو مجھی امتیاز احمد خاں راز نے قصیدہ بھجوانے کی آپ کو رائے دی ہے قدیم شاگرد اور بڑے چالاک جگت آشنا آدمی ہیں مگر آزادی اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ پاس وضع کی قید بھی ان سے نہیں اٹھتی۔

آپ کے قصیدے کے ساتھ جو معاملہ ہوا وہ دعوے کی کافی دلیل ہی۔ میں تصدیق تو نہیں کرتا کہ اُنھوں نے آپ کے قصیدے کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو آپ نے سنا۔ مگر اُن کی بے پروائی اور لاابالی پن سے کچھ بعید نہیں۔ میرے چار قصیدے جو میں نے نواب عالمگیر محمد خاں کے ذریعہ سے پیش کرنے کے لیئے بھیجے تھے آخر میں تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک سرکار عالیہ تک پہونچا اور تین کا پتا نہیں کہ کیا ہوے۔ سوا خون جگر کھانے اور صبر کرنے کے کیا چارہ میری کامیابی نواب عالمگیر محمد خاں کے ذریعہ ہے جو آپ نے سُنی یہ صحیح نہیں ہی۔ اگر نواب ممدوح میں کچھ بھی اس کی صلاحیت پاتا تو آپ کی حالت سے جیسا میرا دل دکھا ہی اس کا مقتضی ضرور یہ تھا کہ میں ہرگز کوشش میں دریغ نہ کرتا۔ واللہ علی مانقول شہید۔ وہاں پہونچنے پر بھی اگر مجھے کامیابی کی امید ہوتی تو ضرور رائے دیتا کہ آپ حرکت اضطراری کیجیے۔ اس سرکار میں جب تک کوئی اندرونی ذریعہ نہ ہو کارروائی کی امید نہیں۔ اور اندرونی ذریعہ اس پر موقوف ہی کہ آدمی برسوں وہاں پڑا رہے اور گوناگوں کوششیں کرتا رہے۔ یہ شرح کشاف جو میں نے لکھی اس کی سچائی میں بال برابر فرق نہیں باایں ہمہ میرے دل پر آپ کی پریشانی کا اثر ایسا پڑا ہی کہ میں ہرگز تدبیر سے غافل نہ رہوں گا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ صاحبزادوں کو دعائیں۔ اطفال عقیدت خصال ماوجب گذارش۔ امیر فقیر

مولوی مظہر الاسلام صاحب کے نام

نمبر ۲۶۰

۲۔ فروری سنہ ۱۹ء

گرامی نشان اقبال نشان محبی مولوی مظہر الاسلام صاحب سلمکم اللہ الواہب۔ سلام مسنون اخلاص و دعا شحون۔ رشد و سعادت خمیر تحریریں آپ کی کئی آئیں اور میری طرف سے جواب میں تاخیر ہوئی وجہ تقصیر زیادہ تر یہ ہو کہ رسالہ عروض و قافیہ کی اصلاح بہ سبب کم فرصتی و ناطاقتی و رنجوری و معذوری کے نہ ہو سکی آپ کی محنت پر نظر کر کے یہ جی نہیں چاہتا کہ بے اصلاح بھیجدوں۔ اسلیئے کہ ایسا جامع مسائل رسالہ بغیر تہذیب و اصلاح کے پیشکش دربار آصفیہ ہونا مناسب نہیں۔ اسی وجہ سے اب بھی یہی ارادہ ہو کہ یک نظر دیکھ جاؤں تو بھیجوں اور دو قصیدے جو آپ نے بھیجے تھے اُن پر سرا سری نظر میں نے کی تھی وہ بہت اصلاح کے محتاج ہیں۔ میرے پیشی کے منشی حافظ جلیل حسن جلیل سکرٹری دفتر امیر اللغات رخصت لے کر وطن گئے ہیں۔ وہ قصیدے اُن کے پاس ہوں گے اُن کی غیبت میں مل نہیں سکتے وہ آئیں تو نکلوا کر دیکھوں۔ مگر میری رائے یہی ہو کہ اگر اس دربار میں پیش کرنا ہو تو بہت ہی اچھا کر شگفتہ قافیوں میں کوئی قصیدہ کہئیے اور بہت سے شعر کہکر چھانٹ لیجیے۔ یہ قصیدے جو آپ نے بھیجے ہیں بہت ہی رو کھے ہیں۔ غذوبت ایک

بالکل نہیں۔ اعلیٰ حضرت نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہٗ خود سخن شناس و سخن فہم و سخن گو اور سخن آفریں ہیں ان کے دربار کے لئے مختصر ہی کلام سہی مگر بہت اچھا ہونا چاہیئے۔ فصیح الملک داغ سا شاعر شیریں زبان وہاں موجود ہی ایسے ویسے کلام پر وہاں امید قبولیت نہیں۔ یہ بات میں نے فرط محبت سے دوستانہ لکھی ہی برا نہ مانیے گا۔ دیوان ناظم کی تاریخ بیشک میں نے جلال کی فرمایش سے کہی اور کہتے وقت مجھے بالکل یاد نہ آیا کہ اسی دیوان کے واسطے آپ نے فرمایش کی تھی ورنہ آپ ہی کو بھیجتا۔ تقریظ جو آپ نے اُن کے دیوان کی لکھی ہی وہ میری اصلاح سے مستغنی ہی مجھے نثر میں مزاولت نہیں اور تاریخ جو آپ نے کہی ہی اس میں لفظ بلند مکان محض بضرورت تاریخ ہی۔ دیوان کی تاریخ میں شاعر کی صفت بلند خیال چاہیے نہ بلند مکان۔ اور باینہمہ تکلف بھی باعتبار اعداد تاریخ پوری نہیں کہ سر انتسال سے ایک عدد کا تعمیہ کیا گیا۔ تقریظ ہو یا تاریخ غرض تو اس سے بھی یہی ہوتی ہی کہ اہل سخن پسند کریں اور اگر بھرتی ہوئی تو اس ہونے سے نہ ہونا اچھا۔ میرے تلامذہ سب اپنے اپنے حال میں پریشان ہیں مجھے امید نہیں کہ تاریخیں لکھکر بھیجیں حقیقت حال سے میں نے آپ کو اطلاع دیدی آپ کا خالص دوست و بہی خواہ ہوں۔ ہمیشہ مجھ کو اپنا داعی خیر تصور کیجیے۔ آپکی نہ بیماری و ناداری سے بہت دل دکھتا ہی مگر سوا دعا کے چارہ کیا ہی۔ خداوند تعالیٰ آپ کے حال پر بھی رحم فرمائے۔ میں بھی کہ نہ آرام

روحانی اور اسقام جسمانی سے نہایت سراسیمہ ہو رہا ہوں۔ جن کی تفاصیل لکھ نہیں سکتا۔ دامن گلچیں آپ کے نام کبھی روانہ ہوا تھا معلوم نہیں کہاں تلف ہو گیا۔ کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ کے پاس نہ بھیجا جاتا۔ اختر تسلیم گذار ہیں۔ اس زمانے میں ایسے قوی موانع پیش آئے کہ دامن گلچیں بند ہو گیا۔ اس کے مہتمم کمال منفعل و عذر خواہ ہیں۔ اور سب اطفال و احباب ماوجب گذار ہیں۔

فقیر امیر احمد امیر مینائی



قطعات تاریخ

از جناب سید زاہد حسین صاحب زاہد موسوی الکاظمی (صاحب دیوان)

۱۳۲۸ھ

اے زہے نثر دلفروز امیر — جو ہی مانند نظم پر تاثیر

جب کوئی واقعہ کیا تحریر — صاف لفظوں میں کھینچدی تصویر

فوج مضموں کے ساتھ ساتھ رہی — لفظ و معنی کی بے شمار بھیر

نقش پائے امیر پر وہ چلے — جو پرانی لکیر کے تھے فقیر

رنگ تحریر خوشتر از تقریر — طرز تقریر بہتر از تحریر

نقطۂ نون خط ہر اک نقطہ — اور خط جو ہری ہر ایک لکیر

نثر اور نظم دونوں یکتا ہیں — دونوں ہموزن طرز غالب و میر

مایۂ ناز لکھنؤ کے لیے — باعث فخر مصحفی و امیر

ایک نمبر بڑھی ہوئی نکلی — میر سے بھی امیر کی توقیر

خانفریتاں جناب ثاقب نے — جو کہ ہیں قند پارسی کے مدیر

جمع یکجا کیئے ہیں چند خطوط — پائے جو کچھ نقیر او قطمیر

ہر وہ ہر خط میں نور کی تحریر — جس سے روشن ہو عقل اور ضمیر

پیر تعلیم اور سبق آموز — بہر ہر طفلک و جوان و پیر

سال ترتیب یہ خرد نے کہا

ہیں خرد نامہ نامہ ہائے امیر

۱۳۲۸ھ

ولہٗ

کچھ تو اُستاد کے خط جمع ہوئے — شکر صد شکر خدائے قیوم
عود ہندی کی طرح ہند میں ہے — اب اس اُردوئے معلیٰ کی بھی دھوم
سالِ ترتیب یہ لکھو زاہد — واہ رقعاتِ امیرِ مرحوم
۱۳۲۸ھ

از جناب مولوی رضا علی صاحب وحشت (صاحبِ دیوان از کلکتہ)

یادگار از امیرِ مینائی — آں سخن پرورِ ستودہ صفات
بود ایں دفترِ مکاتیبش — کہ ز تاقب دوبارہ یافت حیات
فکرِ تاریخ داشتم وحشت — گفت ہاتف، بلیغ مکتوبات.
۱۹۱۱ء

از حضرت خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز لکھنوی (صاحب کلیات نظم و نثر)

فارسی

امیر احمد امیر آں پیر مینو جائے مینائی — کہ با حوراں بود صبح و مسا در بادہ پیمائی
سخن در پیر مغاں و بود او پیر مغاں گویا — کہ طبعش کرد مینائی مدام اشعار صہبائی
سخن دانے سخن گوئے کہ اندر عصر خود او — ربودہ گوئے از خیل سخن گویاں بگویائی
فراہم کرد مکتوبات او را احسن اللہ خاں — بکارہ احسنت آفریں بر کار فرمائی
ز قند پارسی بود آنکہ چندے ذکر شیریں — ز قند ہندی اکنوں کرد چوں طوطی شکر خائی
ز نیرنگ صنائعے کہ دیدار نظم و نثر او — طلسمے دلکشائی بست با صد زیب زیبائی
عزیز از روئے ایماء گہے مؤلف گفت تاریخش — بچشم اہل مینائی سپہرے ہست مینائی

تبصرے

از شمس العلماء حضرت خواجہ الطاف حسین صاحب حالی

مکتوبات امیر

کتاب مندرجہ عنوان کا مسودہ جو میرے لایق دوست خواجہ محمد احسن اللہ خاں ثاقب مدیر رسالہ مرحوم "قند پارسی" نے مرتب کیا ہی میری نظر سے گذرا۔ خواجہ صاحب موصوف جناب منشی امیر احمد صاحب مغفور سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں ان کا شاگردانہ خلوص اس بات کا مقتضی تھا کہ اپنے واجب التعظیم اُستاد کا حق شاگردی کسی مناسب پیرائے میں ادا کریں۔ اول انھوں نے انکی سوانح عمری لکھنے کا ارادہ کیا مگر بعض اسباب سے جن کا ذکر انھوں نے دیباچہ میں کیا ہی میٹریل بہت کم میسر آیا۔ پھر ان کے مکتوبات جمع کرنے کی طرف توجہ کی لیکن باوجود اسکے کہ ایک عالم سے جناب ممدوح کی خط کتابت تھی خطوط بھی بقدر توقع بہم نہ پہونچے۔ بااین ہمہ ایک معتدبہ مقدار مکاتیب کی جمع ہوگئی۔

اگرچہ ایک ایسے نامور بزرگ کے حالات لکھنے کے لیے یہ مختصر ذخیرہ کافی نہ تھا لیکن اس خیال سے کہ شاید آیندہ کوئی صاحب اس عمارت کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوں اور یہ تالیف اس عمارت کے لیے ایک بنیاد کا کام دے سکے۔ خواجہ صاحب موصوف نے میٹریل کی کمی سے ہمت

نہیں ہاری اور اپنی خوش سلیقگی سے اسی مختصر ذخیرہ کو ترتیب دیکر ایک دلکش پیرائے میں ظاہر کیا ہی۔

انھوں نے اس کتاب میں اول جناب ممدوح کی مختصر لائف قلمبند کی ہی بعد ان کے کلام پر نہایت آزادی کے ساتھ ریویو کیا ہی اور ان کے دونوں دیوانوں کا مقابلہ فصیح الملک مرحوم کے دیوانوں سے کرکے دونوں اُستادوں کے کلام میں جو فرق دیکھا ہی وہ بغیر کسی قسم کے حیف و میل کے پبلک پر ظاہر کیا ہی اور پست و بلند دونوں قسم کے اشعار کے نمونے دونوں صاحبوں کے کلام سے التقاط کرکے ناظرین کو دکھائے ہیں۔

اگرچہ بدقسمتی سے ہمارے ملک کے اہل قلم میں ابھی تک نکتہ چینی کا تحمل اور اس کی برداشت پیدا نہیں ہوئی لیکن اگر ان کو رفتہ رفتہ اس کا عادی نہ کیا جائے تو امید نہیں کہ ہماری تصنیف و تالیف کے عیب و صواب کبھی پبلک پر ظاہر ہو سکیں۔

اس کے بعد انھوں نے اس مقصد کی طرف توجہ کی ہی جس پر کتاب کا نام مندرجۂ عنوان دلالت کرتا ہی یعنی جناب منشی صاحب مرحوم کے خطوط جس قدر بہم پہونچے ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب کیا ہی

انسان کے اخلاق اور جذبات کا انکشاف جیسا اس کی بے تکلفانہ حضر کتابت سے ہو سکتا ہی ایسا کسی اور چیز سے نہیں ہوتا۔ اسی واسطے مکتوبہ کو نصف ملاقات قرار دیا گیا ہی بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب اس کا وجود عنصری خاک میں پنہاں ہو گیا اور اس سے ملنے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا اب

اس کی ملاقات محض اس کی خط کتابت پر منحصر ہی اور بس۔ پس کسی مصنف کی وفات کے بعد اس کے مکتوبات کا فراہم کرنا درحقیقت اسکی سوانح عمری کا ایک مہتم بالشان حصہ قلمبند کر دینا ہی۔

مجھے امید ہی کہ مکتوبات امیر کی اشاعت خاص کر ان لوگوں کے لیے جو حضرت امیر احمد مینائی سے عقیدت رکھتے ہیں۔ اور جن کی تعداد ہندوستان میں کچھ کم نہیں ہی ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگی۔

الطاف حسین حالی

(پانی پت)

نوشتۂ شمس العلماء حضرت مولانا شبلی نعمانی۔

اُردو شاعری کے اخیر تاجدار دو شخص تسلیم کئے گئے ہیں، امیر و داغ امیر یعنی منشی امیر احمد صاحب مرحوم شاعری کے علاوہ بہت سے کمالات کے جامع تھے، یعنی اگر وہ شاعر نہوتے تب بھی ایک نامور شخص ہوتے، اس بنا پر اور نیز ان کے کمال شاعری کے لحاظ سے، ضرور ہی کہ ان کی مفصل اور جامع سوانح عمری لکھی جائے۔ افسوس ہی کہ اب تک کسی نے اس ضروری کام کی طرف توجہ نہیں کی، یہ افسوس اس لحاظ سے اور زیادہ بڑھ جاتا ہی کہ منشی صاحب موصوف کا سلسلۂ تلامذہ نہایت وسیع ہی، جس میں متعدد ایسے حضرات موجود ہیں کہ جو

اس فرض کو خوبی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں۔

ہم اپنے معزز دوست مولوی محمد احسن اللہ خانصاحب ثاقب کے ممنون ہیں کہ انھوں نے گو سوانح عمری لکھنے کی تکلیف نہیں اُٹھائی، لیکن اس کے لیے ایک بہت ضروری مصالحہ بہیا کر دیا۔

سوانح کا بڑا ضروری اور دلچسپ حصہ اس شخص کے روزمرہ کے حالات و مقالات و خیالات ہوتے ہیں، انسان کے خیالات اور انداز طبیعت کا پتا زیادہ تر اس کی خط کتابت اور مراسلت سے لگتا ہی، مولوی صاحب موصوف نے جناب منشی صاحب کے خطوط جا بجا سے بہم پہونچا کر ایک خاص طریقے سے مرتب کیے ہیں جن سے اگر کوئی چاہے تو سوانح عمری کا بہت کچھ سامان حاصل کر سکتا ہی۔

کسی مصنف کے سوانح کا دوسرا ضروری حصہ اُس کے کلام کی تقریظ و تنقید ہی۔

مولوی صاحب موصوف نے ان خطوط کے دیباچے میں مختصر حالات کے ساتھ کلام پر ناقدانہ ریویو کیا ہی، اور اس فرض کو ایسے بے لاگ طریقے سے ادا کیا ہی کہ اُستادی کے حقوق بھی نظر انداز کر دیے ہیں۔

میری رائے جناب منشی صاحب مرحوم کے کلام کے متعلق ممکن ہی کہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو، لیکن میں اگر ان کا شاگرد ہوتا تو ایسی بے لاگ، بیدردانہ تنقید نہ کر سکتا۔

منشی صاحب مرحوم کی لپیٹ میں مرزا داغ بھی آگئے ہیں اور جیسا

ہمارے دوست کو اُستادی کا حق اظہارِ حق سے مانع نہ ہوا تو داغ کا کیوں پاس کرتے، اس بنا پر داغ کی کمزوریاں اور غلطیاں دکھلائی ہیں، اور اس میں اس بات سے مدد لی ہے کہ داغ کا علمی سرمایہ کچھ نہ تھا۔

لیکن اہلِ عرب کا یہ خیال ہے کہ شاعر جس قدر علومِ رسمی سے بے بہرہ ہوگا اُسی قدر بڑا شاعر ہوگا، یہی بات ہے کہ شعرائے جاہلیت کی برابری شعرائے اسلام نہیں کر سکتے۔

فارسی میں دیکھیے تو ہر شخص جانتا ہے کہ فردوسی، انوری اور نظامی کے مقابلے میں جاہل تھا، تاہم انوری کو اُس کی عبودیت کا اقرار ہے، اور نظامی کہتے ہیں ؎ کہ آراست زلفِ سخن چوں عروس۔ جامی علم و فضل میں نظامی سے بڑھکر ہیں۔ غرض شاعری کا تعلق جذبات سے ہے، معلومات سے نہیں۔

بہرحال جو خدمت ہمارے دوست نے اُردو علم ادب کی کی ہے، اہلِ زبان اس کے ہمیشہ مشکور رہیں گے، اور اگر میں اہلِ زبان ہوتا تو یقیناً میں بھی مشکور ہوتا ؎ احب الشاعرین ولست منہم۔

شبلی

۱۹ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء

نگاشتۂ خان بہادر جناب سید علی محمد صاحب شاد،
رئیس پٹنہ عظیم آباد

بسم اللہ خیر الاسماء، مکتوبات امیر کا مسودہ میرے واجب التعظیم بہت بڑے قابل، و باکمال دوست جناب مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب نے مجھے دیکھنے اور اس پر رائے دینے کے لیے مرحمت فرمایا، جس کا شکریہ میں بتہ دل سے ادا کرتا ہوں،

جن بزرگوں کی نظر سے رسالہ ہائے قند پارسی گذرتے رہے ہیں وہ حضرت ثاقب کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت اور زور قلم کے ہمیشہ قائل ہونگے۔ میں نے اس مسودہ کو پڑھا اور ان کی محنت و نکتہ شناسی و قابلیت و آزادہ روشی پر بے اختیار غش غش کیا۔

ابتدا میں، انھوں نے میرے باکمال و واجب الاحترام دوست منشی امیر احمد صاحب مرحوم کے جو حالات قلمبند فرمائے ہیں، افسوس ہی کہ وہ بہت کم اور ناکافی ہیں لیکن تاہم بہت کچھ غنیمت ہی، ان کے مکتوبات سے ان کے خصائل حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ اور معلومات فن پر روشنی پڑتی ہی،

امید ہی کہ یہ مکاتیب رہروان جادۂ تکمیل کے لیے چراغ ہدایت ہوں گے۔

حضرت ثاقب نے بیشک منشی صاحب کے کلام پر بھی آزادانہ ریویو فرمایا ہے، اور پھر جناب داغ کے کلام سے موازنہ کرکے جابجا فرق دکھایا ہے اس آزادانہ روش کی میں حضرت ثاقب کو مبارکباد دیتا ہوں مگر دبی زبان سے اتنا عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت امیر کا پہلا دیوان جسقدر ان کی پختہ کلامی و استادی و باکمالی پر روشنی ڈالتا ہے، اسقدر جدید روش کا دیوان روشنی نہیں ڈالتا۔

بہرکیف موازنے کو میں ہرطرح پسند کرتا ہوں، اور اس کو دیکھکر ایک گونہ تسکین ہوتی ہے کہ اب نقادانِ سخن لفظ و معانی اور اصلیت مضمون اور واقعیت بیان و ماحصل شاعری کو اپنی دوربین نگاہوں سے بہت کچھ ملاحظہ فرمانے لگے ہیں۔

میں بسبب پیرانہ سالی و مشغولی بعض تصانیف، نہایت عدیم الفرصت ہوں اس لیے اس سے زیادہ اس بیان میں طوالت نہیں دے سکتا۔

آخر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ یہ کتاب امیر ہرطرح پسندیدہ اور مہذب سخن سنجوں کے لئے ایک گلدستۂ روح افزا ہے

خداوند عالم اس کے باکمال مولف کی عمر و جمعیت خاطر میں ترقی عطا کرے آمین۔ وقد کتبہ بمناہ۔

علی محمد شاد

از پٹنہ

رقمزدۂ جناب مولوی سید علی حیدر صاحب نظم طباطبائی لکھنوی پروفیسر نظام کالج حیدرآباد دکن

مکتوبات امیر مینائی مرحوم کو جمع کر کے حضرت ثاقب نے زبان اُردو کی بڑی خدمت کی ہی، جزاہ اللہ خیر الجزا۔

ان مکتوبات کا مقدمہ بھی نہایت دلچسپ لکھا ہی کہ میں نے جب تک سب پڑھ نہ لیا، ہاتھ سے نہ رکھا۔

داغ و امیر کے موازنے میں استدلال و توجیہات کی جا بجا ضرورت تھی اسے ترک کیا ہی۔

یہ فقرہ بھی میرے تکدر خاطر کا موجب ہوا کہ " امیر کا تلمند اور راہل لکھنؤ کی صحبت مانع ترقی و کامیابی ہوئی اگر دلی میں پیدا ہوتے اور اساتذۂ دہلی کا کلام سامنے رہتا تو وہ اُستاد ارجمند ہوتے۔

اور یہ قول بھی صحیح نہیں کہ " اب شاعری مرچکی " ابھی شعر کے کتنے ہی میدان ہیں کہ اُردو گویوں نے ادھر قدم نہیں اُٹھایا ہی، جو شخص فارسی میں وسعت نظر رکھتا ہو اُسکے قلم اس فقرے کا نکلنا تعجب ہی۔

نیاز مند

علی حیدر طباطبائی

از جناب منشی امیر احمد صاحب علوی بی اے نبیرۂ حضرت محسن کاکوروی طاب ثراہ

دانایانِ فرنگ کا قول ہی کہ شاعری بنی نوع انسان کا ایک فطرتی جذبہ ہی اور اس کا تعلق تہذیب و تمدّن سے اسقدر مضبوط ہی کہ جس قوم میں کوئی روشن خیال اور باریک بیں شاعر نہو وہ متمدن نہیں کہی جا سکتی اور جس گروہ نے ایک شاعر بھی ایسا بلند مرتبہ پیدا کیا ہو جسکی بلند نظری کے سامنے سخن فہموں کو سر تسلیم خم کرنا پڑے اس کی نسبت سمجھنا چاہیے کہ وہ ضرور تہذیب کی ایک اعلیٰ منزل تک پہونچ چکی ہی۔

یہ بھی فطرت کا ایک قانون ہی کہ اس عالم ایجاد میں جب تک فنا عالم اجرام و اجسام سے نجات نہ دے ہر ایک ذی روح کو طفلی شباب اور پیری کی ناہموار منزلیں طے کرنا ہوتی ہیں اور ایک مستقل حالت پر قیام نصیب نہیں ہوتا۔

قوم افراد انسانی کے اجتماع کا نام ہی، اور اسلیے یہ بھی فطرت کے اس سخت قانون کی مجبوراً پابند ہی اور اس تبدیل حالت کو زمانۂ حال میں عروج و ترقی تنزل و فنا کے ناموں سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔

ہر ایک قوم کی ترقی و تنزل کی سچی حالت اس کے اخلاق و عادات حرکات و سکنات سے معلوم ہوتی ہی، اور اس فرق مراتب کو اظہار جذبات

کے معمولی ذرائع یعنی شاعری، مصوری، نقاشی اور موسیقی آئینہ کیطرح روشن کر دیتے ہیں۔

چونکہ شاعری تمدن انسانی سے خاص طور پر وابستہ اور اظہار جذبات کا سب سے زیادہ سہل الحصول ذریعہ ہے اس لیئے قوم کی اخلاقی حالت جسقدر صحیح طور پر اس کے سرمایۂ انشاپردازی کے معائنے اور مطالعے سے ظاہر ہوتی ہے اتنی کسی اور ذریعے سے واضح نہیں ہو سکتی۔

افسوس ہے کہ اُردو[ع۵] شاعری نے ایسے تباہی کے وقت نشو و نما پایا کہ قوم کی اخلاقی حالت بالکل بگڑ چکی تھی، ترقی اور عروج کی منزلیں تمام ہو چکی تھیں اور تنزل و فنا کے آثار در و دیوار سے ہویدا ہو چکے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ نظم اُردو کا کوئی دور ایسا صاف اور بیداغ نہیں گذرا جبمیں آسمان سخن کے سب روشن ستارے خیالات کی پاکیزگی سے منور ہوتے اور فحش اور گندہ مضامین کے غبار سے اُردو شاعری کا دامن پاک ہوتا۔ دیکھو جس وقت میر تقی اور میر درد سوز و گداز حقیقت و معرفت کی ترانہ سنجی میں مشغول تھے اُسی وقت سودا د ضاحک کی نہر لیات کی دھوم تھی جس وقت مرزا مظہر جان جان نظم اُردو میں تصوف کی چاشنی دینا چاہتے تھے اُسی وقت سید انشا اور رنگین ریختی کا بنیادی پتھر رکھ رہے تھے، اور شیخ قلندر بخش جرأت عاشقی کو آوارگی کا مرادف

ع۵ اُردو کسی خاص قوم یا ملک کی زبان نہیں ہے بلکہ مختلف ممالک کے مختلف ... [illegible]

بنانے میں سرگرم تھے جس وقت ایک پاکباز عاشق کہتا تھا کہ ؎

چشم نامحرم کو برقِ حسن کر دیتی تھی بند ٭ دامنِ عصمت ترا آلودگی سے پاک تھا

اسی وقت بعض معشوقوں کو اس نصیحت کی ضرورت بھی پیش آتی تھی کہ ؎

لوگ بد وضع کہیں گے تمکو میلے ٹھیلے کبھی جایا نہ کرو

قوم کی اخلاقی حالت پستی کے انتہائی درجے تک پہونچ چکی تھی، نیکی و بدی میں تمیز کرنے کی قابلیت باقی نہ رہی تھی، مذاق بگڑ گیا تھا، اور اردو زبان کے بولنے والے بحیثیت ایک قوم کے فنا ہو چکے تھے، لہٰذا شاعری کو مقبولیت عام حاصل کرنے کے لیے وہی جامۂ عریانی اختیار کرنا پڑتا تھا جو اہل مجلس کی شرمناک وضع تھی۔

یہ تھی ابتدا ہماری سرمایۂ ناز اردو شاعری کی ؎

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینوں پر ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

نظم اردو نے اگر چند شاعر ایسے پیدا کیے جن کا کلام فحش و بدمذاقی سے پاک رہا تو یہ ان شعرا کی ذاتی پاکیزگی اور نکو کرداری کا نتیجہ تھا نہ کہ سوسائٹی کا اثر

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) باشندوں کے باہم ملنے سے ایک نئی زبان پیدا ہو گئی ہے لہٰذا اس زبان کی شاعری بھی کسی خاص قوم کی طفولیت، شباب اور پیری کے کبھی تابع نہ رہی بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب اردو زبان کی ایجاد کرنے والی قوم کا عالم پیری تھا اسوقت شاعری گھٹنوں کے بل چلنا سیکھ رہی تھی ۱۲

سنجیدہ سوسائٹی اگرچہ جرأت و یار علی کے کلیات کو نظر انداز کرتی تھی لیکن میر سوز جرات، رند و صبا، میر حسن و شوق کو سر آنکھوں پر جگہ دیجاتی تھی اور اس قدر افزائی کا ثمرہ تھا کہ اردو زبان کے بہترین شاعر غالب کو وہ عام مقبولیت کبھی حاصل نہ ہوسکی جو آج کے "روشن خیال" زمانے میں بھی داغ کو حاصل ہی، بلکہ سچ تو یہ ہی کہ آوارگی اور تماش بینی کے ناپاک مضامین اس قدر مقبول عوام تھے کہ ثقہ بزرگوں کو اپنی پاک روش اور صالح وضع ترک کرکے اُس پستی کی طرف رجوع کرنا پڑا تھا جس کا شاہد عادل امیر مینائی کا ابتدائی اور انتہائی کلام ہی۔

امیر مینائی نے تمام عمر مولویانہ زندگی بسر کی اور آخر وقت میں تو ان کے زہد و اتقا کی شہرت ان کے مرتبہ شاعری سے کسی طرح کم نہ تھی، یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہی کہ فطرتی جذبات کو دباکر انھوں نے وثاقت و متانت کو ترک کیا اور پسند عام کی خاطر سے اپنے کلام میں آوارگی کی چاشنی بڑھائی اور اُس میں ایک حد تک کامیابی حاصل کی۔

ایسے بزرگ کے سوانح عمری اور ملفوظات پر جس قدر روشنی پڑسکے وہ فلسفۂ اخلاق کے طلبا کے لیے ایک ضروری اور مفید سبق ہی اور ہمارے موجودہ طرز معاشرت میں اصلاح کے حامیوں کے لیے ایک نہایت کارآمد داستان۔

درستی اخلاق کے حمایت کرنے والوں پر حضرت ثاقب کا یہ ایک احسان عظیم ہی کہ انھوں نے اپنے اُستاد کے مکتوبات کا مجموعہ مرتب

کر کے ایک مفصل دیباچے کے ساتھ شائع کیا ہے جس میں امیر مینائی کی پرائیویٹ زندگی کے نہایت دلچسپ حالات بکمال تحقیق و تفتیش جمع کئے ہیں جن پر غور کرنے سے دریافت ہو سکتا ہے کہ وہ کیا تغیرات و حادثات تھے جنھوں نے اس مشہور دیار استاد کو تبدیل وضع پر مجبور کیا۔

مکتوبات کے فراہم کرنے میں جو سخت دقت حضرت مؤلف کو پیش آئی ہوگی اس کا صحیح اندازہ صرف اس شخص کو ہو سکتا ہے کہ "ہمیں مصیبت گرفتار آید" لیکن اس کا دیباچہ جس قابلیت اور انصاف پسندی سے لکھا گیا وہ ہر دشمن و دوست کی تعریف کا مستحق ہے۔

عرصہ ہوا کہ امیر و داغ جو ہمارے زمانے کے بادشاہ سخن تھے اس عبرتناک محل سرا میں گوشہ نشین ہو چکے ہیں جہاں شاہ و گدا کی کوئی تمیز نہیں ہے مگر ان کے شاگرد اور معتقد آج تک ایک دوسرے کے قدر شناس نہ بن سکے اور اپنا بیشتر وقت اس فضول خانہ جنگی میں ضائع کر رہے ہیں کہ ان میں سے کون افضل تھا، اور کس کا کلام عقم و نقص سے پاک تھا۔

آنسو بہانے کی بات ہے کہ دہلی اور لکھنؤ کے حسرتناک کھنڈروں میں جو دو چار سخن فہم باقی رہ گئے ہیں وہ بجائے اس کے کہ ایکدوسرے کے جوہر شناس ہوں ہمیشہ حریف مقابل کی تحقیر کی فکر میں سرگرم رہتے ہیں اور اس راستی مصلحت آمیز سے ان کو تسلی نہیں ہوتی کہ امیر

وداغ دونوں اس آخری دور میں آسمان سخن کے آفتاب وماہتاب تھے، اور دنیا کو دونوں کی ضرورت تھی، کسی کی دن کو اور کسی کی رات کو۔

حضرت ثاقب نے جو محققانہ رائے ان دونوں ممتاز شاعروں کے متعلق ظاہر فرمائی ہے اور جس صلاحیت سے اس خاردار مسئلہ پر محاکمہ لکھا ہے وہ بالکل انصاف اور راستی پر مبنی ہے، اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ اُس مہلک غلطی سے پاک رہے جس میں ہمارے ملک بھر کے اکثر انشاپرداز مبتلا ہو جاتے ہیں، یعنی اپنے ہیرو کی مدح سرائی میں غلو کو مذہب سعادت مندی کا ایک رکن عظیم فرض کر لیتے ہیں

حضرت ثاقب کے دیباچے کا بہترین حصہ میری نظر میں وہی جہاں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت کی طبیعت میں جدت کم ہے، اور کلام میں سوز و گداز بھی البتہ شکوہِ الفاظ، متانت بیان اور شاعرانہ لطافت ان کے اشعار میں ایسی ہے کہ جو داغ کے کلام میں نہیں پائی جاتی وہ اصناف سخن پر قادر اور اُستاد ماہر ہیں قصائد باشوکت و فر کہتے ہیں اور سخنور باسرمایہ، صاحب علم وفضل ہیں، داغ ان اوصاف سے معرا ہیں۔ آخر عمر میں اُستاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھکر زبان کی صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی اور اس میں وہ ایک حد تک کامیاب ہوئے تاہم صنم خانہ عشق کی جلوہ آرائی گلزار داغ

کی شناوری ابی کو نہیں پہونچی، واقعی بات یہ ہی کہ امیر کی اُستادی میں کوئی کلام نہیں کر سکتا، لیکن اسیر کا تلمذ اساتذہ لکھنؤ کی ہم بزمی اہل لکھنؤ کے کلام کا پیش نظر رہنا پھر لکھنؤ کی صحبت کا اثر، یہ سب امور مانع ترقی و کامیابی ہوئے - اگر وہ دلی میں پیدا ہوتے، دلی کے ارباب کمال کی ہم نشینی میسر آتی اساتذۂ دہلی کا کلام سامنے رہتا اور شاہجہاں کی سوسائٹی سے مستفید ہوتے تو وہ سخنور بے مانند اور اُستاد ارجمند ہوتے .... یہ سب سہی مگر کوئی شک نہیں کہ لکھنؤ کی شاعری بعد آتش و ناسخ کے جناب مرحوم سے اور دلی کی شاعری ذوق و غالب کے بعد مرزا داغ سے زندہ تھی، اب شاعری مرچکی اور ماتم باقی ہی"

کیا یہ الفاظ کسی فریق کو ناگوار ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ تنقید لفظ بہ لفظ صحیح نہیں ہی۔ حضرت ثاقب کو مبارکباد دینا چاہیے کہ انھوں نے اس سخت مہم کو نہایت خوبی سے سر کیا، اور اپنے اُستاد کی تعریف ایسے مناسب الفاظ میں تحریر فرمائی کہ ان کے کسی مخالف کو حرف گیری کا موقع نہیں ہی۔

میں حضرت ثاقب کی اس مفید تالیف کی تعریف کرتا اور ان کی انصاف پسندی کی داد دیتا ہوں مگر یہ میرے لیئے انصاف سے بعید ہی اگر میں اس تقریظ نگاری میں جادۂ اعتدال سے گذر جاؤں اور یہ نہ کہوں کہ یہ مفید تالیف فروگذاشتوں سے خالی نہیں۔

امیر و داغ کے موازنہ اشعار میں تقریباً بیس صفحوں کا خون کر دینا اُس سے بہت زیادہ ہی جتنا کہ کتاب دیکھنے والا بخوشی گوارا کر سکتا، اور نیز یہ کہ مضطر خیر آبادی اور مولف تذکرہ خمخانۂ جاوید کے متعلق جو الفاظ حضرت ثاقب کے قلم سے نکلے ہیں وہ اگر اس بیش بہا تالیف میں نظر نہ آتے تو بہتر تھا۔

بہر حال یہ مجموعہ مکتوبات ہمارے عہد کی ایک قابل یادگار تالیف ہی، اور جس خوبی سے اس کی ترتیب کی گئی، اور جس عمدگی سے ایک شہنشاہ سخن کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات (جو در اصل بہت زیادہ دلچسپ ہوتے ہیں) موتیوں کی طرح اس میں جڑے گئے ہیں وہ اس کا علمی پایہ "اُردوئے معلائے غالب" کی سرحد تک پہونچاتے ہیں، اور ہم کو نہایت خلوص سے کہنا پڑتا ہی کہ ؎

ایں نامہ کہ خامہ کرد بنیاد | توقیع قبول روزیش باد

امیر احمد علوی، بی، اے

از جناب محمد شعیب صاحب قریشی بی" اے

مخدومی جناب مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب نے مجموعہ مکاتیب امیر کو تالیف کر کے اُردو و علم ادب پر بڑا احسان کیا ہی، جن اصحاب دانش نے رسائل قند پارسی ملاحظہ فرمائے ہیں وہ

حضرت مؤلف کے کمال انشاپردازی اور مبلغ علم سے بخوبی واقف ہیں، اس مجموعے کی ابتدا میں حضرت امیر مینائی کی مختصر لائف نہایت دلکش پیرایہ میں جناب ثاقب نے تحریر فرمائی ہی بعدہٗ ان کے کلام پر ناقدانہ ریویو کیا ہی، اور امیر و داغ کا موازنہ بھی بہت بے لاگ لکھا ہی، اور ایسی خوش اسلوبی سے اس بحث پر گفتگو کی ہی کہ اب کسی مخالف کو نکتہ چینی کا کوئی موقع نہیں مل سکتا۔

مرزا داغ کی نسبت جو حضرت مؤلف نے کم علم ہونا لکھا ہی، وہ صحیح ہی، داغ کی خوش گوئی میں کلام نہیں، لیکن یہ ضرور نہیں کہ ہر جاہل شخص شاعری میں بلند مرتبہ ہو، اہل عرب میں شعرائے جاہلیت کا جو کلام مقبول ہی وہ اس کی سادگی اور محاورات اور زباں دانی کے وجہ سے مستند مانا گیا ہی، ورنہ ظاہر ہی کہ متنبی کے اشعار میں جو نزاکت خیال، تشبیہات بلیغ اور استعارات لطیف ہیں وہ شعرائے قبل اسلام کے کلام میں نہیں ہیں۔ اگرچہ نیچر کی فیض رسانی عامی اور عالم دونوں قسم کے شعرا کے لیئے عام ہی مگر مضمون آفرینی اور دقت نظر اور لطافت شعری اہل سخن ہی کے لئے مخصوص ہیں۔ پھر اردو شاعر کے واسطے اگر وہ دولت علم سے بہرہ ور نہیں ہی تو ایک زبان ہی کی غلطیوں سے اس کا کلام کسی طرح محفوظ نہیں رہ سکتا، چنانچہ پنجاب کے شعرا زبان صحیح نہیں لکھ سکتے، اور محاسن فن کا تو حاصل ہونا بہت دشوار ہی، مؤلف خمخانۂ جاوید اور مضطر خیرآبادی کے مذاق اور شاعری کے متعلق

حضرت ثاقب نے جو کچھ لکھا ہی وہ بہت کم ہی ورنہ یہ دونوں صاحب اس سے بہت زیادہ تعریف کے مستحق تھے، افسوس ہی کہ ہمارے باکمال مخدوم کی غیر معمولی تہذیب اور متانت نے ان کو اس باب میں کچھ اور لکھنے کی اجازت نہیں دی۔

کچھ شک نہیں کہ یہ مجموعۂ خطوط اور اس کا دلچسپ مقدمہ ہمارے عہد کی نہایت مفید اور عمدہ یادگار، اور اہل ادب اُردو کے لئے بہترین سرمایہ انشاپردازی کا ہی۔

محمد شعیب بی، اے

(محمڈن کالج علی گڈھ)

ازجناب ابو المعانی مولوی محمد عبد القوی صاحب فانی، بی، اے لکھنوی، خلف الرشید مولانا المرحوم حضرت آسی مدراسی

مخدومی جناب مولوی محمد احسن اللہ خانصاحب ثاقب نے مجموعہ مکتوبات امیر کو شائع کرکے اُردو لٹریچر میں ایک مفید کتاب کا اضافہ فرمایا ہے،

اس کتاب کا مقدمہ بھی نہایت محققانہ اور منصفانہ تحریر کیا ہی، جس طرح جناب امیر مرحوم کے فضل و کمال اور اُستادی میں شک نہیں ہی اُسی طرح مرزا داغ کی رنگیں نوائی میں کلام کرنے کی گنجایش

نہیں ہی، اور حضرت ثاقب کا مضمون اس موضوع پر قابل مدح وثنا ہی۔
باقی اور امور میں مجھے اپنے دوست مسٹر محمد شعیب صاحب،
بی، اے سے حرفاً حرفاً اتفاق ہی، اور انھوں نے جو ریویو مکتوبات امیر
پر تحریر کیا ہی وہ بالکل تعصب سے بری، اور سراسر انصاف پر مبنی ہی،
افسوس ہی کہ میں بوجہ مصروفی امتحان ایل، ایل، بی، مفصل ریویو
اس قابل قدر مجموعے پر نہیں لکھ سکتا۔

حضرت مؤلف و ام مجدہم سے معافی کا خواستگار ہوں، اور امیدوار
ہوں، کہ یہ تالیف مقبول اہل علم و دانش ہو۔

عبد القوی فانی بی، اے
(محمڈن کالج علی گڑھ)

از جناب سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی بی اے
اڈیٹر اردوئے معلیٰ علی گڑھ

مولوی محمد احسن اللہ خانصاحب ثاقب، مدیر رسالہ قند پارسی،
نظم و نثر پارسی میں یادگار ارباب کمال ہیں، وہ مرحوم رسالہ (جو
انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد دوبارہ زندہ ہوگا) جن لوگوں کی نظر سے
گذرا ہوگا انھیں راقم حروف کی اس رائے کے تسلیم کرنے میں

مطلق تامل نہ ہوگا کہ اسوقت ہندوستان میں کوئی شخص آپ سے بہتر فارسی نثر نہیں لکھ سکتا'

جناب موصوف کی اس اعلیٰ قابلیت نے ایک عرصہ دراز تک نگارش نظم و نثر اُردو کی جانب متوجہ نہ ہونے دیا، لیکن جب احباب کے اصرار سے آپ نے اپنی مادری زبان کی طرف التفات فرمایا تو اس میں بھی اپنے مذاق صحیح کی اعانت سے وہ وہ جوہر دکھائے کہ تھوڑے ہی دنوں میں تمام ارباب نظر کو اپنا گرویدہ بنالیا،

نظم اُردو میں آپ کی غزلیں اُردوئے معلّٰی کے ہر پرچے میں نظر افروز اہل بنیش ہوتی رہتی ہیں' رہی نثر اُردو اس میں آپ کا تازہ ترین کارنامہ وہ دلچسپ دیباچہ ہے جو آپ نے مکتوبات زیر نظر کے آغاز میں درج کیا ہے' اس دیباچے کے پہلے حصے میں امیر مینائی مرحوم کے سوانح زندگی لکھے ہیں اور دوسرے میں داغ و امیر کے کلام کا موازنہ ہے'

یوں تو حضرت ثاقب کی کل تحریر مضمون کے لحاظ سے بنہایت دلپذیر اور عبارت کی حیثیت سے بغایت مضبوط و بے عیب ہے' لیکن بعض بعض موقعوں پر خیال کی لطافت اور الفاظ کی خوبی نے ایسی دلفریب صورت اختیار کی ہے کہ آپ کے منتخب فقرے اس قابل ہیں کہ اُردو لٹریچر کا بہترین نمونہ قرار دئے جائیں، مثلاً امیر مرحوم کے اخلاق و عادات کی نسبت لکھا ہے کہ :-

" وہ نہایت نیک طینت، پاک صورت، پاکیزہ سیرت ایک عالم نور تھے .... " جامع مکتوبات نے ایک مرتبہ استاد کے حضور میں جناب قبلہ محسن کاکوروی علیہ الرحمتہ کی سخن آفرینی اور بلاغت کلام کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ان کا کلام ایک عالم ہی خیالات نادرہ کا کہ اس کو دیکھکر انسان حیران ہوتا ہی اور اُن کا ہر شعر معراج بلاغت ہی"

دیوان ناظم والی رام پور کی توصیف ان الفاظ میں کی ہی۔

" شادابی خیال، نوی ترکیب، جدت مضمون، لطافت زبان اور متانت بیان اس دلفریب کا زیور ہی، دیوان نہیں معنی زار خوبی و نگارستان محبوبی ہی"

اس موقع پر ایک نوٹ بھی دیا ہی جو بجائے خود حسن تحریر کا ایک اچھا نمونہ ہی فرماتے ہیں کہ:۔

" خاکسار کو جولائی ۱۸۹۰ء میں خوابیدگان نزہتگاہ تقدس کی توجہ اور ۵

فرخندہ جہاں بے مثالی　　ممدوح ادنے و اعالی

پیرایۂ صدق و مایۂ فضل　　شمس العلما جناب حالی

کا اشتیاق زیارت پانی پت لے گیا، میں ایک روز یہ مسودہ ان کو سُنا رہا تھا، جب اس مقام پر پہونچا تو مولانا نے فرمایا کہ " نواب مصطفےٰ خانصاحب شیفتہ فرماتے تھے کہ " ایک روز مرزا غالب نے مجھے یہ مطلع سنایا میں نے بہت تعریف کی تو فرمایا کہ " بھیا میں تو یہ شعر ناظم کو دے چکا " مطلع ۵

خوشی جینے کی کیا مرنے کا غم کیا ہماری زندگی کیا اور ہم کیا

آخر میں استاد کی خبر وفات کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے کہ:-

"افسوس! وہ نورانی پیکر، جہانِ فن و ہنر زیر خاک، اور وہ صحبت دلآرا و جاں پرور خواب فراموش ہو گئی۔۔۔۔۔۔ انا للہ وانا الیہ راجعون"

موازنہ امیر و داغ میں ہم کو حضرت ثاقب کی رائے سے یہاں تک بالکل اتفاق ہے کہ:-

"حضرت کی (یعنی امیر مرحوم کی حسرت) طبیعت میں جدت کم ہے، اور کلام میں سوز و گداز بھی، البتہ شکوہ الفاظ متانت بیان اور شاعرانہ لطافت ان کے اشعار میں ایسی ہے کہ جو داغ کے کلام میں نہیں پائی جاتی، وہ اصناف سخن پر قادر اور استاد ماہر ہیں، قصائد با شوکت فر کہتے ہیں، اور سخنور با سرمایہ صاحب علم و فضل ہیں، داغ ان اوصاف سے معرا ہیں۔"

لیکن جب آگے چل کر آپ یہ کہتے ہیں کہ:-

"آخر عمر میں استاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھکر زبان کی صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی۔۔۔۔۔۔ تاہم صنمخانہ عشق کی جلوہ آرائی گلزار داغ کی شادابی کو نہیں پہونچی"

تو ہم اظہار اختلاف پر مجبور ہو جاتے ہیں ہمارے نزدیک امیر مرحوم کا آخر عمر میں صفائی زبان کی طرف زیادہ متوجہ ہونا اقتضائے وقت کی بنا پر تھا جس نے داغ و امیر کی ملاقات کے قبل ہی لکھنؤ

ے انداز تصنع اور رعایت پرستی کو اعتبار اور سلاست بیان کو مرغوب اہل نظر بنانا شروع کر دیا تھا، تجدید کے لیئے سلسلۂ ناسخ میں عشق و تعشق جلال اور متاخرین میں کامل لکھنوی مشتاق لکھنوی حبیب کنتوری اور مولوی علی حیدر صاحب نظم لکھنوی کے دیوان اور ہمارے ہمعصروں میں صفی لکھنوی، محشر لکھنوی اور عزیز لکھنوی کی غزلیں ملاحظہ طلب ہیں کہ ان سب کا کلام ناسخ و رشک کے خشک و بے رنگ انداز سے بالکل جدا ہی، درآنحالیکہ ان میں سے کسی کی نسبت تقلید داغ کا شبہ تک نہیں ہو سکتا۔

پھر بھی صفائی زبان کے باب میں امیر مرحوم کی نسبت تقلید داغ کے شبہے کو ہم بعید از قیاس نہیں کہہ سکتے، لیکن حضرت ثاقب کے قول کا دوسرا حصہ کہ کلام میں تاثیر پیدا کرنے کی کوشش میں بھی امیر داغ کے مقلد تھے صریحاً غلط ہی، قیاس یہ چاہتا ہی کہ حضرت ثاقب نے قول عوام کے وثوق پر داغ کی شاعری کو عاشقانہ اور اس لیئے پرتاثیر تسلیم کر لیا۔ حالانکہ ان صفات سے اس مرحوم کا کلام بالکل معرا ہی۔ حقیقت حال یہ ہی کہ عاشقانہ شاعری کی دو قسمیں ہیں، اول وہ جس میں جذبات شوق کی صحیح کیفیت نگاہ حق شناس کے روبرو عشق کو خدانمائی کی اُس شان میں پیش کرتی ہی جس کی نسبت نظامی نے "ہوالله" فرمایا، اور جسے مولانا ے روم نے اپنی تمام علتوں کی دوا قرار دیا، ایسی شاعری کی ایک سرحد تصوف اور عشق حقیقی کے قریب

اور دوسری عشق مجازی اور پاک محبت سے ملحق ہوا کرتی ہے۔ اُردو زبان میں تصوف اور عشق کا مذاق شاذ ہے البتہ محبت کے جذبات میر درد مصحفی یا درد و قائم کے کلام میں اکثر پائے جاتے ہیں مثلاً

میر

مشہور ہیں عالم میں تو کیا ہیں بھی کہیں ہم — القصہ نہ در پے ہو ہمارے کہ نہیں ہم
بیٹھے تھے سیر یار کے دیدار کو سو ہم — اپنا یہ حال کر کے اُٹھے اک نگاہ میں
تھا کہ حسرت زدگاں سے تو گزرے وہ آہ — ان ستم کشتوں سے اب غرض تمنا کیا ہو
دم مرگ دشوار دی جان اُن نے — مگر میر کو آرزو تھی کسو کی
جاتا ہے آسماں لیے کوچے سے یار کے — آتا ہے جی بھرا در و دیوار دیکھکر
جی میں تھا اس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر — پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھکر

مصحفی

دیکھ اس کو اک آہ ہمنے کر لی — حسرت سے نگاہ ہم نے کر لی
جب اس نے چلائی تیغ ہم پر — ہاتوں کی پناہ ہم نے کر لی
حسن اسکا اب سماں کچھ اور دکھلانے لگا — چاند سا پرنے سے وہ مکھڑا نکل آنے لگا
یا وہ عالم تھا کہ کوئی اس سے واقف ہی نہ تھا — یا یہ عالم ہے کہ عالم اس پہ مر جانے لگا
تم مصحفی کو چھوڑ کے بسمل چلے گئے — رخصت جانے اتنی ندی پھر کے دیکھ لو
ترے کوچے ہر بہانے مجھے دن کو رات کرنا — کبھی اس سے بات کرنا کبھی اس سے بات کرنا

سن دیکھے جسکے بل ہیں آنکھیں بھر آئیاں ہیں — کیا قہر ہی جو اس سے برسوں جدائیاں ہیں

خواجہ میر دردؔ

جان پہ کھیلا ہوں میرا جگر دیکھنا — جی نہ ہے یار ہے مجھکو ادھر دیکھنا
سو بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا ای فلک — اور تو یاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا
تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا — برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا
اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں — ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا
ہر چند تجھے صبر نہیں درد ولیکن — اتنا بھی نہ ملیو کہ وہ بدنام کہیں ہو
درد دلنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے — جو سانس بھی نہ لے سکے سو آہ کیا کرے
دل ہے چکا ہوا اس بت کافر کے ہاتھ میں — اب میرے حق میں دیکھیے اللہ کیا کرے

قائم

بیدماغی ہے نہ اس تک دل رنجور گیا — مرتبہ عشق کا یاں حسن سے بھی دور گیا
سرسری جس کو خبر تیری صبا سے پہونچی — گل کے مانند وہ اس باغ سے مسرور گیا
ہم ہیں جنھوں نے نام چمن تو نہیں لیا — آئی صبا جدھر سے ادھر رو نہیں کیا
اے نزع پھر قریب ہو شام شب فراق — یہ مرحلہ تو اب تئیں یکسو نہیں کیا
قائم آتا ہی مجھے رحم جوانی پہ تری — مر چلے ہیں اسی آزار کے بیمار بہت
قبول عذر تو واں ہو جہاں ملال بھی ہو — بجان پاک صفایاں جو کچھ خیال بھی ہو

سوجود دہ شعرا رہلی اگر یہ رنگ سخن دیکھنا ہو تو استاد دہلی عزیز و فخرا

ضامن و وحشت، نظم و ثاقب، (مؤلف مکتوبات امیر) کی غزلیں ملاحظہ فرمائیے کہ مذاق صحیح انھیں لوگوں کے دم سے قائم ہے،

عاشقانہ شاعری کی دوسری قسم وہ ہے جس میں پاک اور بے لوث عشق کے بجائے ہوس پرستی کے جذبات کی صحیح تصویر کھینچی گئی ہو، جس کے نمونے جرأت میاں نظیر اور انشا کے کلام میں بکثرت ملتے ہیں، مثلاً

جرأت

در تک اب چھوڑ دیا گھر سے نکل کر آنا — یا وہ راتوں کو سدا بھیس بدل کر آنا
گالیاں دینے لگے نام مرا لے لے تم — کچھ مری چاہ کے کھلجاتے ہی کھل کھیلے تم
سر پٹکتے رہ گئے ساحل سے ہم مانند موج — اور اغیار اسکو کشتی میں بٹھا کر لے گئے
میرے جو اشارے سے رکھا گھیر کسی نے — سو باتیں سنائیں مجھے منھ پھیر کسی نے
چھینٹے غیروں سے جو کل آپ پہ پانی کے — پڑ گئے سیکڑوں بس ہم پہ گھڑے پانی کے
جب یہ سنتے ہیں کہ ہمسایہ میں آپ آئے ہوئے — کیا در و بام پہ ہم پھرتے ہیں گھبرائے ہوئے
کل واقف راز اپنے سے کہتا تھا وہ یہ بات — ق — جرأت کے یہاں رات جو مہمان گئے ہم
کیا جانیے کمبخت نے کیا ہم پہ کیا سحر — جو بات نہ تھی ماننے کی مان گئے ہم

انشا

اب تو اگلی سی طرح کا نہیں گہرا پردا — رہ گیا آپ میں اور ہم میں اکہرا پردا
تڑاقے کا یہ پہنا اس پری نے تاش کا جوڑا — کہ اڑ لاگا فلک پہ طائر شاباش کا جوڑا

کچھ اشارہ جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت — ٹال کر کہنے لگے دن ہی ابھی رات کے وقت
کھینچ لے کاش وہ پری اپنے مجھے لحاف میں — یا کہ بلا بھیجے کہیں پردۂ کوہ قاف میں
دے ایک شب کو اپنی مجھے زرد شال تو — ہی مجھکو سونگھنے کی ہوس سو نکال تو
کنایہ اور ڈھب کا اس بھری مجلس میں کم کیجے — اجی سب تاڑ جائیں گے نہ ایسا تو ستم کیجے
دیکھکر وہ بہلے گرد اس دہن کے رونگٹے — اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اپنے تو بدن کے رونگٹے

ان دونوں قسموں کے سوا عاشقانہ شاعری کی اور کوئی قسم نہیں ہی اور صاف ظاہر ہی کہ داغ و امیر کی سخن سنجی کو نہ ہم قسم اول میں شامل کر سکتے ہیں نہ قسم دوم میں۔

اس میں شک نہیں کہ داغ کے چار [illegible] دیوانوں سے چند منتخب شعر ایسے ضرور نکل سکتے ہیں جن پر جرأت یا انشا کی شاعری کا شبہہ ہو سکتا ہی مثلاً

وہم ان کو گذرتے جاتے ہیں — ہٹتے جاتے ہیں ڈرتے جاتے ہیں
یہ بھی تم جانتے ہو چند ملاقاتوں میں — آزمایا ہی تمھیں ہمنے کئی باتوں میں
ادھر جاؤں ادھر جاؤں کدھر جاؤں یہ حالت تھی — جب اپنے در پہ اسنے دیکھ پایا ناگہاں مجھکو
دور ہی دور سے اقرار ہوا کرتے ہیں — روز اشارے سر دیوار ہوا کرتے ہیں
سوال وصل پر اے داغ دل کی رہ گئی دل میں — کہا منہ پھیر کر ظالم نے ایسا ہو نہیں سکتا

اسی طرح تلاش سے صنمخانۂ عشق، گوہر انتخاب اور جوہر انتخاب سے امیر کے بھی چند شعر ایسے چنے جا سکتے ہیں جن کا انداز میر و مصحفی کے رنگ سے ملتا جلتا ہو مثلاً

روکنا فرقت میں اشکوں کا نہیں اچھا امیر — چار دن کے ضبط میں دیکھو تو کیا عالم ہوا

بت نکلے وقتِ نزع نہ بالیں سے میری اٹھو — ہوتا ہے آج خاتمہ گفت و شنید کا

انصاف جو یار خدا سے طلب کیا — تم نے بھی ہاے امیر بڑا ہی غضب کیا

وہ سرمہ بھری آنکھیں فتنہ ہیں کہ جادو ہیں — کتنوں کو جگا رکھا کتنوں کو سلا رکھا

وہ آئے کھینچ کے تلوار سب کو شاد کیا — امیر آج بہت ہم نے تم کو یاد کیا

سمجھے کہ عرض حال کرے گا ضرور امیر — دربار اسکے آتے ہی برخاست کر دیا

کرتے تو ہو سوال امیر اس سے شرمیں — اور اس کو گر جواب نہ آیا تو پھر کہو

ہے آج جو سرگزشت اپنی — کل اس کی کہانیاں بنیں گی

کچھ شرم نہیں خلق جو انکو نگراں ہے — سمجھے ہوئے ہیں آب نظر انکو کہاں تھا

پوچھو نہ اس زمانے میں الفت کا حال کچھ — اک رسم تھی قدیم سو موقوف ہو گئی

غالباً اسی قسم کی چند مثالوں پر نظر کر کے ثاقب نے امیر و داغ کے کلام کی نسبت ایک دوسرے مقام پر یہ رائے ظاہر کی ہے:-

"اعلیٰ جذبات اور خیالات سے استاد امیر کا کلام مالا مال ہے، برخلاف اس کے ادنیٰ جذبات اور خیالات مرزا داغ کی شاعری کا سرمایہ ہیں، داغ نے عشق سے مراد ہوسناکی اور نفس پرستی لی ہے اسلیئے ان کی شاعری میں جذبات عالیہ نہیں ہیں، جذبات عالیہ کا تعلق حسن و عشق سے ہے اور داغ کے اشعار خواہشات نفسانی اور جذبات حیوانی سے لبریز ہیں"

لیکن امر واقعی یہ ہے کہ جرأت و انشا کی طرح نہ داغ کی شاعری

حیا شانہ ہے، نہ میر و درد کی مانند اثیر کا کلام عار فانہ، اور یہ جو چند شعر داغ و امیر کے بطور نمونہ نقل کیے گئے ہیں ان کو از قبیل مستثنیات سمجھنا چاہیے جن کی بنا پر دونوں کی شاعری پر بحیثیت مجموعی کوئی رائے قائم کرنا خطا ہے، سوز و گداز کی دولت سے عموماً دونوں کا کلام محروم ہے اور عاشقانہ شاعری کا اطلاق ان دونوں میں سے کسی کی شاعری پر نہیں ہو سکتا،

امیر کے اشعار میں مضمون کی بلندی، خیال کی نزاکت، بیان کی متانت اور زبان کی صحت غرضکہ پختگی کلام کے تمام لوازمات موجود ہوتے ہیں، لیکن شاعری کی جان یعنی تاثیر کی عدم موجودگی کے باعث سے ان کی حیثیت ایک حسین مگر بے روح جسد سے زیادہ نہیں قرار پا سکتی جس کو اس باب میں کچھ شبہہ ہو وہ مرآۃ الغیب اور امیر مرحوم کا نعتیہ دیوان دیکھ لے کہ اس مجموعۂ بے لطف و بے رنگ میں دس بیس شعر بھی ایسے نہ نکلیں گے جن سے اہل دل کے قلوب کو سرور اور ارباب نظر کی آنکھوں کو نور حاصل ہو سکے،

اسی طرح داغ کے اشعار میں زبان کی صفائی، محاورہ اردو کی بے تکلفی، بیان کی شوخی اور الفاظ کی پسندیدہ تکرار یا الٹ پلٹ، غرضکہ شعر کی ظاہری خوبی کا تمام سامان فراہم ہوتا ہے، لیکن وہ بات جسے ہم عشق کے جذبات عالیہ کے لیے سرمایۂ شادمانی کہہ سکیں اس کا یہاں بھی نشان نہیں ملتا۔

جذبات روحانی تو درکنار، ہم یہ کہتے ہیں کہ داغ نے خواہشات نفسانی کی بھی صحیح تصویر بہت کم کھینچی ہی جرأت و انشا کے ہاں اس قسم کے خیالات میں چونکہ صداقت کا رنگ موجود ہوتا ہی اسلیے ان کی غیر متین اور غیر مہذب شاعری بھی حسن سے خالی نہیں ہوتی کیونکہ حسن و صداقت کا لازم و ملزوم ہونا مسلم ہی، برخلاف اس کے داغ کی معاملہ بندیوں اور عیارانہ چوچلوں کو تصنع کا عیب اس قدر مبتذل اور بدنما کر دیتا ہی کہ مذاق صحیح ان سے کسی طرح لذت یاب نہیں ہو سکتا، مثلاً

۱ تمھیں کب صبر ہو بیٹھے ہوئے تم ایک جا ہو	وہ ہرجائی اگر ہی داغ ہو تم بھی تو آوارہ
۲ چراغ میں نے جلائے ہیں آج سارے دن	کسی کے جاتے ہی گھر میں ہوئی وہ تاریکی
۳ تمام رات کہیں ہو کہیں ہو سارے دن	تمھاری طرح بھی ہوگا نہ کوئی ہرجائی
۴ آ ادھر میں ترے قربان کہاں جاتا ہی	وہ بھی دن یاد ہیں یہ کہکے مناتے تھے مجھے
۵ تجھ سے کچھ جان نہ پہچان کہاں جاتا ہی	غیر جاتا تھا وہاں میں نے یہ کہکر روکا
۶ ٹھہر او چور بد اوسان کہاں جاتا ہی	بزم سے آنکھ چرا کر جو چلا میں تو کہا
۷ آج یہ عید کا سامان کہاں جاتا ہی	داغ تمنے تو بڑی دھوم سے تیاری کی

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ دو سرے اور چھٹے شعر کے مقابلہ میں ساتواں شعر کس قدر لطیف اور پسندیدہ ہی، سبب اس کا صرف اسقدر ہی کہ ساتویں شعر کا مضمون حقیقت حال سے بہت قریب ہی درآنحالیکہ پہلے دو شعروں کا معاملہ صداقت سے بالکل خالی

نظر آتا ہے،

وہ مجھے قتل کرکے کہتے ہیں ۸ مانتا ہی نہ تھا یہ کیا کیجیے
شہر در شہر ہیں ترے عاشق ۹ کہیں دس بیس سو پچاس کہیں
داغ کو دیکھکر وہ کہتے ہیں ۱۰ یہ مرے گا بھی جیتیا کہ نہیں

ہمارے اس طول طویل بیان سے کوئی صاحب یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ ہم امیر و داغ کی شاعری کو کسی حیثیت سے پسند ہی نہیں کرتے، یا ہم کو ان دونوں کے استاد ہونے سے انکار ہی، دراصل ان دونوں میں سے کوئی خیال صحیح نہ ہوگا، ہم داغ و امیر دونوں کے اُستادی کے قائل ہیں، اور ان کی شاعری کے دل سے قدردان ہیں ہمارا دعویٰ صرف یہ ہی کہ سوز و گداز کے لحاظ سے ان دونوں کا کلام بےرنگ ہی اور عاشقانہ کہلانے کا مستحق نہیں،

یہاں پر سوال یہ ہوتا ہی کہ پھر داغ کی شاعری کو مقبول عوام اور امیر کی سخن سنجی کو مقبول خواص ہونے کی سند کس بنا پر حاصل ہوئی اس کا جواب امیر کے متعلق حضرت ثاقب کے دیباچے میں موجود ہی کہ

"جناب امیر کے کلام میں اگرچہ سوز و گداز کم ہی"...... مگر ان کی جامعیت اور اصناف سخن پر قدرت ایک امر مسلم ہی اور ان کے کامل الفن ہونے میں کوئی کلام نہیں، ان کی شاعری ہمارے لئے دلیل راہ ہوگی، اور ان کی تصانیف سے ہم کو بہت کچھ امید نفع کی ہی" اور یہی وجہ ہو انکے خواص پسند ہونے کی د

رہے مرزا داغ، ان کے کلام کی بھی یہی کیفیت ہی کہ اسکی خوبی و پسندیدگی کو اظہار جذبات اعلیٰ وادنیٰ یا سوز گداز سے مطلق سروکار نہیں ہوتا، ہمارا دعویٰ ہی کہ ان کے اچھے اشعار کی اگر ایک مکمل بیاض مرتب ہو تو صاف ظاہر ہو جائے کہ ان کے پسندیدہ عوام و خواص ہونے کا دارومدار ہمیشہ مندرجہ ذیل چار خصوصیات میں سے کسی ایک پر ہوا کرتا ہی، یعنی

(۱) زبان کی صفائی، مثلاً

دل کو اس عاجزی سے دیتا ہوں	کوئی جانے سوال کرتا ہے
کس نے کہا کہ داغ وفادار مر گیا	وہ ہاتھ مل کے کہتے ہیں کیا یار مر گیا
کس بیکسی سے داغ نے افسوس جان دی	پڑھکر ترے فراق کے اشعار مر گیا
لیے دشنام تو وہ دل سے دعا دیتے ہیں	گھول کر زہر مجھے آب بقا دیتے ہیں
آ کے بازار محبت میں ذرا سیر کرو	لوگ کیا کرتے ہیں کیا لیتے ہیں کیا دیتے ہیں

(۲) محاورۂ اُردو کی بے تکلفی، مثلاً

غم سے کہیں نجات ملے چین پائیں ہم	دل خون میں نہائے تو گنگا نہائیں ہم
کوئی تو محبت میں مجھے صبر ذرا دے	تیری تو مثل وہ ہی کہ میں دوں خدا دے
خالی شرارتوں سے یہ طرز حیا نہیں	کیا جانے کوئی دل میں ترے کیا ہی کیا نہیں
دیکھتے ہی مجھے محفل میں انھیں تاب کہاں	خود کھڑے ہو گئے کہتے ہوئے باہر باہر
ہجر کی یہ رات کیسی رات ہی	ایک میں ہوں یا خدا کی ذات ہی

---

(۳) بیان کی شوخی، مثلاً

یہ کیا کہا کہ داغ کو پہچانتے نہیں — وہ ایک ہی تو شخص ہی تم جانتے نہیں

گر آج قیامت ہی تو میں خود طلبگار ہوں — دھوکا تو مجھے روز جدائی نہیں دیتا

یہ طور دل جل کے ہوا اس نگاہ کا — جیسے قسم کے وقت ہو جھوٹے گواہ کا

مرے پاس وفا کی کاش تم مقدار ٹھہرا لو — کہ اتنا مجھ سے ہو سکتا ہی اتنا ہو نہیں سکتا

یہ کیا کہا کہ میری بلا بھی نہ آئے گی — کیا تم نہ آؤ گے تو قضا بھی نہ آئے گی

(۴) الفاظ کی تکرار اور الٹ پلٹ، مثلاً

بمشکل کیا اُس بت کافر کو خدا نے — سمجھے کہ نہ سمجھے کوئی جانے کہ نہ جانے

ہم باوفا ہیں یہ کسی ناداں سے کہو — ایمان کی جو بات ہی ایمان سے کہو

شکایت وہ ستم گر سکتے ہیں تیری کر نہیں سکتے — کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہی ایسا ہو نہیں سکتا

چلے گی نہ اور محشر کے آگے دوبدو کیا کیا — کہونگا تجکو میں کیا کیا کہے گا مجکو تو کیا کیا

الٰہی عاشقی میں ہم بڑے تقدیر والے ہیں — سنے ہیں خورش گلو کیا کیا چنے ہیں خم برو کیا کیا

آخر میں ایک بات ہمکو اور کہنا ہی وہ یہ کہ حضرت ثاقب کی تحریر سے کہیں صاف طور پر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ امیر و داغ میں سے بحیثیت مجموعی وہ ترجیح کس کو دیتے ہیں، لیکن فحوائے کلام سے اتنا ضرور مترشح ہوتا ہی کہ آپ کا رجحان امیر ہی کی جانب زیادہ ہی، ہمارے خیال میں شاعری کے لحاظ سے دونوں کا رتبہ برابر ہی[۱۵]، لیکن کامل الفن ہونے کی حیثیت سے امیر داغ سے بدرجہا فائق ہیں،

[۱۵] صنمخانہ عشق کی غزلوں میں ہر رنگ کے اشعار موجود ہیں یہ بات امیر کی قادر الکلامی پر

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا وہ دیباچہ مکتوبات سے متعلق تھا'
اصل کتاب کی نسبت ہمکو صرف اسقدر اور کہنا ہی کہ ان مکتوبات کو جمع کر کے حضرت ثاقب نے اپنے واجب التعظیم اُستاد کا حق شاگردی ادا کرنے کے علاوہ اُردو زبان کی بھی ایک نمایاں خدمت انجام دی ہی'

اول اس لحاظ سے کہ بقول مولانا حالیؔ :-

کسی مصنف کی وفات کے بعد اس کے مکتوبات کا فراہم کرنا درحقیقت اسکی سوانح عمری کا ایک مہتم بالشان حصہ قلمبند کر دینا ہی" کیونکہ" انسان کے اخلاق اور جذبات کا انکشاف جیسا اسکی بے تکلفانہ خط کتابت سے ہو سکتا ہی' ایسا کسی اور چیز سے نہیں ہو سکتا' اسی واسطے مکتوب کو نصف ملاقات قرار دیا گیا ہی'[۱] بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب اسکا وجود عنصری خاک میں پنہاں ہو گیا اور اس سے ملنے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا اب اس کی ملاقات محض اس کی خط و کتابت پر منحصر ہی اور بس"

دوسرے اس لیے کہ بقول حضرت ثاقب :-

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۶) دلالت کرتی ہی' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قادر الکلام ہونے کے لحاظ سے امیر کو داغ پر فوقیت حاصل ہی لیکن ایک خاص انداز سخن کے مالک ہونے کی حیثیت سے داغ کو بھی امیر سے افضل قرار دے سکتے ہیں اور یہیں سے ہی کہ شاعری کے لحاظ سے بحیثیت مجموعی ہم دونوں کو برابر سمجھتے ہیں ۱۲ مرتب

[۱] قرار دیا ہی' یا قرار دیتے ہیں چاہیئے' کو...... قرار دیا گیا ہی صحیح نہیں ہی ۱۲ مرتب

"جو لوگ طالبان فن انشا ہیں ان کے واسطے یہ خطوط استاد شفیق کا کام دیں گے، زبان کی فصاحت و متانت، معاملہ نگاری، مختصر نویسی ہر بات کی تحقیق، صحت و خطا کی احتیاط، یہ تمام باتیں اور غور کرنے والوں کو ان سے بہت زیادہ، یہ تحریریں تعلیم دینگی"

ان امور کے علاوہ احباب سے اخلاص، تلامذہ کے ساتھ شفقت، عزیزوں سے محبت، تقوی، صبر و رضا، استقلال اور دوسری پاکیزہ صفات کا سبق بھی حاصل ہوگا"

مثال کے طور پر ہم مکتوبات امیر سے چند فقرے اور عبارتیں نقل کر کے اس طویل تقریظ کو ختم کرتے ہیں، ملاحظہ ہو (حکیم برہم کے نام)

"میں اکثر اوقات دعائے صحت و لخواہ میں مصروف رہتا ہوں مجیب الدعوات مستجاب فرمائے"

"تم سارا سا آدمی اور اب تک اس باب میں حسن کار گزاری کا پتہ نہیں"

"اب⁵ جو تم نے اپنی ملاقات سے مسرور کرنے کا وعدہ کیا ہے خدا تمھارے وعدہ کو پورا کرے، جو تمھارا وعدہ ہے وہی میری تمنا ہے اور اپنی تمنا کو پورا ہوتے میں نے بہت کم دیکھا ہے اس لیئے اس وعدے سے دلکو پوری خوشی نہیں ہو سکتی"

"ما لیقرا کا استعمال خط و کتابت کے ساتھ ہی جیسے کہیں فلاں شخص کا

---

۵ شاعرانہ نثر کی یہ پسندیدہ مثال ملاحظہ طلب ہے ۱۲ عسرت

خط مایقرہ ہے خوشنویس نہیں، اور کسی چیز کے ساتھ استعمال ہیں نے نہیں سُنا۔ بحر نے جو ایک شعر میں ؎

اب مجھ سے الیتام کی باتیں نہ کیجیے　　دل تم سے پھٹ گیا جگر افگار ہو گیا

مصرع اولیٰ میں کیجیے کے ساتھ خطاب کیا ہے اور دوسرے مصرع میں تم سے، یہ بحر پر موقوف نہیں بلکہ اس زمانے تک اکثر معاصرین بحر جن کا شمار اساتذہ میں ہے اس کے تارک نہ تھے، ان کے بعد متاخرین نے اس اختلاف خطابات سے احتراز کیا میں بھی انھیں تارکین میں ہوں"

"میاں برہم اب خط لکھا ہے تو لکھتے رہو، پھر ایسا غوطہ نہ لگانا کہ مہینوں کی خبر نہ لو"

"خدا کرے اس خط کے پہونچنے تک تمھاری طبیعت صاف ہو گئی ہو اور مژدۂ صحت دلخواہ جلد سامعہ نوازی کرے"

"خداوند تعالیٰ ہر جگہ آپ کو رسا اور کامروا رکھے، میں بھی حسن یادآوری کا شکر گذار ہوں، بارش یہاں بھی دسویں صفر سے جوشا جوش ہے"

"صنمخانۂ عشق کو نظر ثانی سے میں نے مکمل و مہذب کر لیا ہے، کچھ کسر باقی ہے ...... یہ دیوان دیوان اول سے بدرجہا اعلیٰ ہے باعتبار زبان اور مزے کے اور باعتبار بلاغت کے بھی"

(حکیم عابد علی صاحب کوثر کے نام)

"مدتین بکسر فا غلط، صحیح، پھر موزوں کرنے کو کون منع کرتا ہے، اچھا معلوم ہو تو کہیے، میں نے بھی کبھی نہیں کہا خلعت شیاں نے موزوں کیا تھا،

بہت چرچا رہا، مگر جیت انھیں کی تھی کہ لفظ صحیح ہی، پہ قلش بمعنی جنگ شمشیر، غیاث میں بفتح لام ہی، اور اُردو میں بکسر لام انبوہ کے معنوں میں ہی، خانہ کعبہ کا ترجمہ کعبے کا گھر، بالکل مستعمل نہیں اور نہایت بُرا معلوم ہوتا ہی، وجہ یہ ہی، خانۂ کعبہ ترکیب اضافی نہیں ہی، ترکیب توصیفی یا بدل مبدل منہ ہی، پھر کعبے کا گھر کیونکر درست ہوگا، آپ کسی سے تو لڑیے نہیں اور سمجھیے کہ غلط ہی، ہاں معتبرین کے کلام میں نکلے تو خیر، اگر کوئی آپ سے پوچھتا ہی تو سمجھا دیجیے کہ میرا تو یہ خیال ہی، پھر وہ تاویلات کرے تو چپ ہو رہیے "

"گھڑنا" اور "گڑھنا" دونوں صحیح ہیں مگر "گڑھنا" شعرا کے کلام میں نہیں پایا، فصحائے لکھنؤ گھڑنا کو ترجیح دیتے ہیں "

" بھانا پسند آنا کے معنی میں اگلی زبان ہی، اب میرے نزدیک بھی مستحسن الترک ہی، نہیں، میں ہی کی جگہ بول چال میں چلا ہے اچھا تا ہو مگر کسی معتبر کلام میں اب تک نظر سے نہیں گذرا، حکم اس کو استعمال کا نہیں دیا جا سکتا، حضرت اسیر مرحوم کی نظر سے آپ کے شعر میں نہیں معلوم کیونکر رہ گیا، اور میں نے بھی اب سے دیکھا ہی تو سوا اپنے سہو نظر کے اور کیا کہا جائے، انکھڑیاں ہٹیم معشوق کے لیے مخصوص ہی اور یہ لفظ مجھے پسند ہی، بھدنا، لفظ نہیں ہی بدھنا ہی اور سرایت کرنے کے معنی میں مستعمل ہی، صبا سے

تو جس کا ہی وہ ہی عشق جنوں نوا دل میں بدھ گیا ہی نگین حسن کا سودا دل

حضرت زاہد سہارنپوری کے نام)

"عین الانسان و انسان العین پیارے زاہد حسین صاحب الکم اللہ

کل شین، ۹ ستمبر کی تحریر سعادت خمیر نور افروز نظر شوق ہوئی"

"دمل لفظ عربی ہے دمامیل اس کی جمع ہے ذبل صحیح نہیں آپ کے

قلم سے کسی جگہ یو نہیں نکلا لہٰذا اطلاعاً لکھا گیا"

"اب بتانے کی یہ بات رہی کہ مشتری ستارہ مذکر ہے یا مؤنث واضح

ہو کہ یہ ستارہ مؤنث ہے اور جہاں کہیں سخندانوں اور سخنوروں نے

استعمال تبذکیر کیا ہے وہاں ستارہ مقصود نہیں ہے جس کو مشتری سے

تشبیح دی ہے جیسے ناسخ کے اس مطلع پر ؎

بلبل ہوں بوستانِ جنابِ امیر کا روح القدس ہے نام مرے ہمصفیر کا

ان کے شاگرد رشید مرزا محمد رضا برقؔ نے جو مصرع لگائے ہیں ان میں

قمری کو جس کی تانیث میں کسی کو اختلاف نہیں ہے تبذکیر استعمال

کیا ہے تو بات یہی ہے کہ وہاں قمری طائر مقصود نہیں ہے وہ تضمین یہ ہے

پروانہ ہوں ازل سے سراج منیر کا قمری ہوں سرو باغ علی کبیر کا

میں نغمہ سنج ہوں چمنِ بے نظیر کا بلبل ہوں بوستان الخ

جہاں تاریخ میں زہرہ کے ساتھ مشتری کا لفظ آئے گا وہاں مشتری

سے دو طعاہی مقصود ہوگا جیسے قمری سے برقؔ کے شعر میں

عاشق یا خود متکلم یا مصنف مراد ہے" (جامع مکتوبات حضرت

...ہو نزیب کے نام)

"اگر اُردو زبان میں کچھ موزوں کرنے کا اتفاق ہوتا ہو تو طرح دامن گلچیں میں طبع آزمائی ضرور فرمائی جائے، کہ اسکی رونق بڑھے اور ترتیب حروف تہجی میں آپ کے تخلص سے ثنائے مثلثہ کا گھر آباد ہو، کہ وہ ویران پڑا ہے۔"

"تذکرۂ انتخاب یادگار حسب فرمائش سرکار مرتب ہوا اور چھپ کر سرکار میں داخل ہوا، میں اپنی تالیفات کو اس قابل نہیں جانتا کہ ہدیۂ احباب کروں علی الخصوص یہ تذکرہ جس میں مجھکو حالات تاریخی اور انتخاب اشعار میں ایسی مداخلت ہی جیسے قلم کو دست کاتب میں ہے۔" (فصیح الملک مرزا داغ کے نام)

"میاں کبھی کسی مزار پر انوار پر جانا ہو تو ذرا اس سیہ کار کے حق میں بھی دعائے حسن ختام کرلو، ہر نفس نفس واپسیں ہے، دیکھا چاہیئے کیا معاملہ پیش آتا ہے"

"پیارے داغ! افسوس کہ میں نے حمید سے کوئی ساعت آپکی خدا کی طرف مشغولی کی نہ سُنی، .... اے میرے اللہ مجھ ناصح بے معنی کو جو خود فضیحت ہی اور داغ کو نصیحت کر رہا ہی محض اپنے فضل و کرم سے اپنے مرضیات میں کوشش کی توفیق دے، اور میرے سب عزیزوں دوستوں کی عمروں کا خزانہ بھی اپنے انوار رحمت سے بھر دے، آمین" (مولوی نور الحسن خلف حضرت محسن کاکوروی کے نام)

... سالا معلوم ہوتا ہی کہ مصالح کا مہند ہی جو عربی میں مصلحتہ کی جمع ہی اور
فارس وا... لے ہر چیز کی تیاری کے لوازم اور ضروریات کے معنی میں
استعمال کرتے ہیں اور یہی محل استعمال ہندیوں کے یہاں بھی ہی
جیسے عمارت کے لیے چونا، سرخی وغیرہ، تالیف کے لیے وہ کتابیں
وغیرہ جن سے اُس تالیف میں مدد مل سکے، کپڑوں کی رونق اور چمک
دمک کے لیے گوٹا، پٹھا، بنت، کناری، کھانے کے لیئے لونگ، الائچی،
دھنیا، مرچ، بال دھونے کا مسالا، محرّم کا مسالا، مسالے کا تیل،
دلی والے اصل کی طرف جاتے ہیں مگر چونکہ زبانوں پر مصالحہ نہیں ہی
یعنی کوئی یہ نہیں بولتا کہ گوشت کا مصالحہ پیس لیا، گرم مصالح ہو گیا
کرتی میں مصالح کم پڑا، ایکے محرم کا مصالح ہمکو نہیں دیا، اسلیے میری
رائے ہی کہ اُر دو میں جو بولیں وہی لکھیں، جس طرح مسالا بولتے
ہیں اسی طرح لکھا بھی جائے اور یہی مشرب متوسطین و متاخرین شعرائے
لکھنؤ کا ہی، جیسا رشک نے لغت میں لکھا ہی: "مسالا میم مفتوح سین
مہملہ و لام بالف کشیدہ، ضروریات ہر چیز باشد کہ بداں ضروریات
رونق و لذت آں چیز شود، ظاہرا ایں لغت از مصالح باشد" اور
اسی کی تقلید جلاؔل نے بھی اپنے لغت گلشن فیض میں کی ہی، منیر
مرحوم نے بھی یہی مشرب اختیار کیا ہی ؎

نمک چھڑکنے کو مانگے جراحت دل پر ۔۔۔ جو دیکھے آپ کے موباف کا مسالا نیا
کالا سانپ اور پالا سانپ زمین ہی ولہ ؎

کسیکے سینہ سوزاں سے کیا نشتہ میں لپٹی ہی۔ کباب ال کی کچھ کچھ بو ہ کر

لالے میں پیالے میں زمین ہی اور جان صاحب۔

یہ بھی پتہ چلتا ہی محلات لکھنؤ میں بھی یہی بول چال تھی ؎

اے جان ایسا چھاتی سے لپٹایا کھینچ کر۔ انگیا کا میری سارا مسالا مسل گ
